بد روح
ایم اے راحت
PDFBOOKSFREE.PK

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

پاکستان ورچوئل لائبریری پر موجود تمام کتابیں قارئین کے مطالعے اور دعوتی واصلاحی مقاصد کے لئے اپلوڈ کی جاتی ہیں۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے، اور ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آج پھر میں نے خواب دیکھا تھا۔ یہ خواب میں خود تخلیق کرتا تھا۔ انسان جب اپنی جدوجہد سے تھک جاتا ہے تو پھر خوابوں کی آغوش میں پناہ لیتا ہے۔ یہ خواب اس کا سرمایہ ہوتے ہیں، اگر اسے ان خوابوں کا سہارا بھی حاصل نہ ہو تو پتہ نہیں زندگی کیسے گزرے۔ لوگوں کے سوچنے کا انداز مختلف ہوتا ہے، کم از کم میں تو یہی سوچتا ہوں کہ ناآسودہ خواہشوں کی تکمیل اگر کسی طور ممکن نہ رہے تو خواب انمول سرمایہ ہوتے ہیں۔

تھوڑا سا تعارف ضروری ہے۔ میرا نام جلیس ہے۔ ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ باپ کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔ ماں نے اپنے انمول سرمائے کو اپنی آرزوؤں کے مطابق پروان چڑھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ایک افلاس زدہ علاقے میں ایک بہت ہی چھوٹا سا گھر تھا ہمارا بس ایک کمرہ، مختصر سا صحن جس میں صرف ایک غسل خانے کی گنجائش نکل سکتی تھی۔ باورچی خانہ موبائل تھا اور ضرورت پر منتقل ہوتا رہتا تھا، یعنی صحن بھی باورچی خانے کے طور پر استعمال ہو سکتا تھا۔ بارش ہو تو باورچی خانہ باآسانی کمرے میں لے جایا جا سکتا تھا۔ خاص طور سے سردیوں میں تو وہ ہوتا ہی کمرے میں تھا، وغیرہ وغیرہ مگر یہ اس وقت کی بات تھی جب ماں زندہ تھی۔ ہاں...... ماں بھی مر چکی تھی اور ایسا اس وقت ہوا تھا جب میرا بی کام کا نتیجہ نکلا تھا۔ میں نے بالکل فلمی انداز میں گھر کے دروازے سے اندر داخل ہو کر کہا تھا۔

"ماں...... میں پاس ہو گیا...... ماں آج تمہارے خوابوں کی تکمیل ہو گئی۔ دیکھو ذرا...... اخبار میں چھپے ہوئے اس رول نمبر نے تمہارے بیٹے کو"۔

اسی وقت اندر کے کمرے سے خالہ ممتاز نکلی تھیں۔ ان کے رخسار آنسوؤں سے تر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔ میں حیران رہ گیا۔

"کیا بات ہے خالہ...... اماں کہاں ہیں؟ میں نے حیرت سے کہا"۔

"تم پاس ہو گئے...... خالہ ممتاز نے پوچھا۔

"اماں کہاں ہیں خالہ...... میں نے کہا" خالہ ممتاز ایک لمحے کے لئے رکیں پھر روتی ہوئی صحن کے دروازے سے باہر نکل گئیں۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا...... میں پاگلوں کی طرح کمرے میں داخل ہو گیا۔ ماں بستر پر پڑی ہوئی تھی، اس کا چہرہ چادر سے ڈھکا ہوا تھا...... میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ لرزتے ہاتھوں سے میں نے ماں کے چہرے سے چادر ہٹائی...... اس کی آنکھیں تھوڑی سی کھلی ہوئی تھیں، نہ جانے کیوں...... شاید وہ میری ایک جھلک دیکھنا چاہتی تھی۔

"ماں...... میں نے اسے پکارا"...... میں پاس ہو گیا ہوں۔

خالو ریاض کی آواز ابھری۔ "جلیس...... فیروزہ بہن کا انتقال ہو گیا۔ وہ خالق حقیقی سے جا ملی ہیں...... اس دنیا سے ان کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔

"مگر کیوں خالو...... کیوں...... آخر کیوں"۔؟

"کوئی یہ سوال کر سکتا ہے بیٹے"؟

"میں کر رہا ہوں خالو...... کیوں مر گئی میری ماں؟"۔

"اس کا جواب تمہارے خالو نہیں دے سکتے بیٹے...... میں تمہیں بتا سکتی ہوں...... خالہ ممتاز نے اندر آ کر کہا"۔

"بتایئے خالہ...... میں نے ہانپتے ہوئے کہا"۔

"انہیں کینسر تھا"۔

"ماں"

"کیا کہہ رہی ہیں آپ خالہ ممتاز"۔

"جب وہ اس دنیا ہی میں نہ رہی...... اس کی دلائی ہوئی قسمیں بھی ختم ہو گئیں...... اب

تمہیں بتائے دیتی ہوں وہ بیمار تو رہتی تھیں۔

"ہاں خالہ"۔

"میں انہیں سرکاری ہسپتال لے گئی تھی"۔

"آپ"۔

"ہاں"

"تو پھر خالہ...... میں نے آنسو بہاتے ہوئے کہا"۔

"ڈاکٹر نے انہیں اچھی طرح دیکھا تھا، پھر اس کے بعد ڈاکٹر نے مجھے الگ لے جا کر کہا" ہ بی بی آپ کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے؟ میں نے منع کیا تو وہ بولا کہ آپ ان کی کون ہیں؟ ں نے بتایا بہن ہوں...... بڑی مشکل سے ڈاکٹر نے مجھ سے یہ کہا کہ "ان کی حالت تو بہت زاب ہے، انہیں کینسر ہے"۔

میں نے تو اس سے چھپایا تھا، لیکن وہ بہت ذہین تھی، فوراً سمجھ گئی، مجھے بڑی قسمیں دیں ر مجھ سے پوچھا کہ ڈاکٹر کیا کہتا ہے، میں نے یہی بتایا کہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے، تو وہ س کر بولی کہ میں کبھی بھی جھوٹ نہیں بول سکتی، چاہے کتنی بھی کوشش کروں، پھر اس نے مجھے اپنی جان کی قسم دی اور کہا کہ مجھے بتاؤ تو سہی کہ بات کیا ہے؟" تب میں نے اسے بتا دیا راس نے بڑے سکون سے یہ بات سنی، پھر بولی"۔

"بس مجھے کچھ اور نہیں کہنا ممتاز...... صرف ایک بات کہتی ہوں اور یقین رکھتی ہوں ں بات پر کہ تجھ سے جو کچھ کہوں گی تو مان لے گی...... میں نے اس کی قسم پر اس سے وعدہ کیا وہ بولی...... کہ ساری دنیا کو معلوم ہو جائے لیکن بس میرے بیٹے کو یہ بات معلوم نہ ہو، اس ا پڑھائی ادھوری رہ جائے گی" جب میں نے اس سے کہا کہ فیروزہ علاج کرانا تو ضروری ہے وہ بولی کہ سرکاری ڈاکٹر سے جو بھی دوائی مل جائے گی وہ لے لیا کریں گے اور جب جلیس اپنا تحان مکمل کر لے گا تو پھر اسے یہ بات بتا دیں گے"۔

اس نے مجھ سے بڑی سختی سے کہا تھا کہ اگر میں نے اس کی بات کی پابندی نہ کی تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے اور اس کے تعلقات خراب ہو جائیں گے...... بیٹے میں نے اس کا مان رکھا اور تمہیں نہیں بتایا، جب تمہاری ماں نے تمہیں نہیں بتاتا تو میں کیا بتاتی۔

"دھت تیرے کی، سارا پروگرام چوپٹ ہو گیا خالہ" اب کیا رہ گیا کوئی فائدہ ہی نہیں، کیا کریں گے اب، نوکری وغیرہ کر کے، دل میں تو یہ سوچا تھا کہ ساری زندگی ماں نے محنت کی ہے، اس کی اس محنت کا ایک ایک قرض چکائیں گے، اسے راج کرا دیں گے، مگر خالہ نہیں تھا تقدیر میں، نہ اس کی میں، نہ ہماری میں، ارے وہ تو کوئی وصیت بھی نہیں کر کے گئی، کچھ تو کہہ جاتی میرے لئے"۔ "صحیح ہے، میں نے بھی تو جو کچھ کیا ہے وہ ٹھیک نہیں تھا، چلو جانے دو خالہ، جانے دو، ٹھیک ہے اماں"۔

پھر اس کے بعد ماں کی تدفین ہو گئی، میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اس کے بعد میر اس کائنات میں کوئی نہیں ہے اور تنہا رہ گیا ہوں میں، بعد کے مسائل بھی بے شمار تھے طبیعت پر ایک شدید بوجھ طاری ہو گیا تھا، کوئی کام کرنے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا، گھر میں تنہ پڑا رہتا تھا، پھر ایک اور مشکل آ پڑی، کچھ لوگوں نے مجھ سے ملاقات کی، محلے پڑوس کے لوگ تھے، اس میں رحمت علی تایا بھی تھے۔ رحمت علی تایا ہم پر بہت مہربان تھے، بلکہ کتنی ہی مرتبہ میں نے ماں کو ان کے گھر آتے جاتے دیکھا تھا اور جب وہ ان کے گھر سے آتی تھیں تو گھر کے حالات خاصے بہتر ہو جایا کرتے تھے۔ رحمت علی تایا نے مجھے بتایا۔

"جلیس میاں، دیکھو بیٹے، برا نہیں ماننا، بات اصل میں یہ ہے کہ میں بھی ریٹائرڈ آدمی ہوں، تین تین بیٹیوں کا بوجھ سر پر سوار ہے، اصل میں مرحومہ فیروزہ نے تھوڑے تھوڑے کر کے مجھ سے بہت بڑی رقمیں لی ہیں، بحالت مجبوری کاغذات پر دستخط بھی کرانے پڑے ہیں مجھے، یہ گھر انہوں نے آخری بار مجھ سے سوا دو لاکھ روپے لے کر رہن کر دیا تھا اور اب تقریباً یہ سمجھ لو کہ کوئی چار لاکھ بیس ہزار روپے تمہارے اوپر قرض ہیں، میں بھی اگر یہ بوجھ اٹھا سکتا، تو کبھی تم سے یہ بات نہ کہتا، لیکن بیٹے اس گھر کی مالیت ڈھائی پونے تین لاکھ سے زیادہ نہیں ہے، یہ تمام کاغذات موجود ہیں، گواہی میں ریاض صاحب اور دوسرے کچھ افرا بھی ہیں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان سے تصدیق کر لو" میں نے لاپرواہی سے یہ تمام الفاظ سنے تھے، پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں ماں کے نام پر آپ نے جو بات کہہ دی رحمت علی تایا، بھلا اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہے اور اچھا ہی ہوا، ویسے بھی اس گھر میں میرا ایک لمحے کو دل نہیں لگتا"۔ یہ گھر اب آپ کے حوالے، ساز و سامان، اوّل تو اس میں اب کچھ ہے نہیں اور جو کچھ بھی ہے، مذاق ہی لگتا ہے، لیکن پھر بھی یہی ہے میرے پاس، حساب کتاب لگا کر رکھ لیجئے گا...... جو اس میں سے بنے وہ اس میں سے لے لیجئے اور جو باقی بچ جائے اسے یا تو معاف کر دیجئے گا یا پھر حساب میں رکھ لیں، تقدیر نے اگر پھر موقع دے دیا تو آپ کو واپس کر دوں گا۔

رحمت علی تایا خاموش ہو گئے...... پھر انہوں نے کہا۔

"ایسا کرو بیٹے، تم ان کاغذات پر دستخط کر دو، میں گھر اپنی تحویل میں لئے لیتا ہوں اور اسے فروخت کر کے جو بھی مل جائے وہ اپنے حساب میں جمع کئے لیتا ہوں، جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو باہر کی بیٹھک میں تمہیں دے سکتا ہوں، وہاں آرام سے رہو، بہت پرانے تعلقات ہیں ہمارے، جو خدمت بھی ہم سے ہو سکے گی ہم کر لیں گے"۔

"دیکھا جائے گا تایا، بات رات کو سونے کی ہے نا، تو آپ یقین کریں شہر کے فٹ پاتھوں پر، پارکوں میں لاتعداد لوگ مزے سے پاؤں پھیلا کر سوتے ہیں، انہی خوش نصیبوں میں سے ایک میں بھی ہوں، یعنی یہ کہ نہ کوئی جھگڑا، نہ کوئی پریشانی، اگر کوئی چیز رکھنے کے لئے ہو گی تو میں آپ کے پاس رکھوا دوں گا، مکان و کان کے جن کاغذات پر آپ دل چاہے دستخط کرا لیں، بعد میں مجھے حساب بتا دیں، جو بچے گا، کوشش کروں گا کہ آپ کو ادا کر دوں، نہ کر سکوں تو دس بیس، پچاس گالیاں سنا کر بس معاف کر دیجئے گا، کیا کہا جا سکتا ہے اس کے علاوہ اور......

رحمت علی تایا خاموش ہو گئے تھے، پھر انہوں نے کہا۔

"خیر، جانے تو میں تمہیں کہیں نہیں دوں گا...... بس تم ایسا کرو بیٹے، ذہن سے یہ بوجھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھٹکنے کی کوشش کرو اور یہ بات بھی بالکل سچ ہے کہ تنہا گھر میں ماں بہت یاد آئے گی، بہتر کہ تم یہاں میرے پاس آرام سے رہو، تمہاری تائی ہیں، بچیاں ہیں، سب تمہاری خدمہ کریں گی، اس سے پہلے ایک دوبار میں نے اماں کی زبانی سنا تھا کہ رحمت علی تایا اپنی کسی ا بیٹی سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں، پسند ماں پر چھوڑ دی گئی تھی" تینوں ہی بیٹیاں جوا تھیں، جوان بیٹیوں کے باپ کی بے بسی کو میں سمجھتا تھا اور مجھے یہ اندازہ تھا کہ رحمت علی تایا ایک شریف آدمی ہیں، ایک شریف آدمی شرافت سے اگر کسی کے بارے میں سوچ رہا ہو تو ا کوئی بُری بات تو نہیں ہے، لیکن ظاہر ہے میرے لئے تو اب یہ کھیل ہی ختم ہو گیا تھا، میں شادی وادی کیسے کر سکتا تھا، نہ نوکری، نہ چاکری اب تو گھر بھی ہاتھ سے نکل گیا تھا...... بی کی ایک ڈگری ہاتھ آ گئی تھی بس، بھلا وہ کس اوقات کی، ساری باتیں اپنی جگہ لیکن آ گے سارے منصوبے فیل ہو گئے تھے، دل میں تو یہی سوچا تھا کہ کوئی بڑا کام کر کے دکھاؤں گا ماں کی ساری زندگی کی الجھن ختم کر دوں گا، بڑی محنت کی تھی انہوں نے میرے لئے، لیکن بات اصل میں یہ ہے کہ انسان کو کچھ سوچنا نہیں چاہئے، کسی بھی سلسلے میں اسے حتمی طو یہ فیصلہ نہ کر لینا چاہئے کہ وہ جو کچھ سوچ رہا ہے، وہی حرفِ آخر ہے اور وہ سب کچھ ہو جا گا، جو اس کی خواہش ہے، بس اس سے زیادہ حماقت کی بات اور کوئی نہیں ہوتی۔ وقت کا ہر انسان کی پہنچ سے باہر ہے اور وہ صرف اتنا ہی سوچ سکتا ہے، جتنا اس کی اوقات میں ہو، نے ہی غلط کیا تھا جو خواہ مخواہ ہی فضول باتیں سوچ لی تھیں۔ غرض یہ کہ اس طرح میں زندگی کی پہلی رات گھر سے باہر گزاری...... بہت سی جگہوں کو دیکھ چکا تھا، بہت سی ایسی معلوم تھیں، چنانچہ خاموشی سے گھر سے باہر نکل گیا اور پھر ایک چھوٹے سے پارک رات بسر کی، لیکن مچھروں نے جو حال کیا اور پھر قرب و جوار میں سوئے ہوئے لوگ، کسی کی کراہ کانوں تک پہنچتی تو کبھی کسی کے رونے کی آواز...... یہ سب وہ تھکے ہوئے زندگی سے بیزار لوگ تھے جن کے ساتھ نہ جانے کون کون سی مصیبتیں چمٹی ہوئی تھ میں نے سوچا کہ اگر میں نے ان کے ساتھ وقت گزارا تو میں تو دیوانہ ہو جاؤں گا...... بہر

ات جیسے بھی گزری، گزارنے کے بعد گھر واپس آیا، پھر باقاعدگی کے ساتھ تمام کاغذات غیرہ جمع کر کے رحمت علی تایا کو پہنچا دیئے، رحمت علی تایا اس بات پر سخت ناراض رہے تھے ہ میں رات کو کہاں غائب رہا ہوں، انہوں نے کہا۔

"بیٹے بات اصل میں یہ ہے کہ تھوڑی سی ذمہ داری ہم پر بھی عائد ہوتی ہے...... باہر خر کہاں رہو گے، رات کو کہاں رہے، یہ بتاؤ؟"۔

"بڑے مزے سے رہا، رحمت علی تایا...... آپ یقین کریں، کوئی پریشانی نہیں ہوئی"۔

"اور یہ سارا چہرہ جو مچھروں نے سجا کر رکھ دیا ہے، اس کے بارے میں کیا کہو گے"۔

"وہ، بس مچھر تو تھے"۔

"ہمیں ذلیل کر رہے ہو تم؟"۔

"خدانہ کرے تایا آپ لوگوں کے ساتھ، تو میرا بچپن گزرا ہے، میری یہ جرأت سکتی ہے کہ میں آپ کو ذلیل کرنے کے بارے میں سوچوں"۔

"تو پھر سنو، بیٹھک میں رہو گے، اگر یہ بات تم نے نہ مانی تو خدا کی قسم زندگی بھر سوس کرتا رہوں گا...... کہ تم نے ہمیں کسی قابل نہیں سمجھا"...... رحمت علی نے کہا۔

"رحمت علی تایا دیکھئے ایک بات کہوں آپ سے، ماں کی موت کے بعد دل اس طرح ہ اُداس ہو گیا ہے کہ اس گلی میں داخل ہوتے ہوئے سینہ دُکھنے لگتا ہے، کچھ عرصہ مہلت ے دیجئے، اپنے آپ کو سنبھال لوں، پھر آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا"۔

ٹھیک ہے نا۔

"مگر جاؤ گے کہاں؟" پہلی رات میں مچھروں نے یہ حال کر دیا ہے۔

"ذرا مچھروں سے بھی دوستی ہو جائے، ہو سکتا ہے کوئی کام کا مچھر بھی نکل آئے، میں ے کہا۔

"بہرحال رحمت علی تایا کی کوئی بات میں نے نہیں مانی تھی، لیکن اس جگہ جانے کی بارہ ہمت نہیں پڑی تھی...... میں نے سوچا کم از کم جگہ ہی تبدیل ہو جائے اور بھی بہت سی

ایسی جگہ ہیں شہر میں جہاں لاوارث لوگ ہوا کرتے ہیں"۔ پھر خاصی چھان بین کے بعد میں نے ایک جگہ منتخب کی، یہ ریلوے اسٹیشن کی ایک بنچ تھی، یہاں بھی اکثر مسافر سو جایا کرتے تھے، بظاہر یہی لگتا تھا کہ جیسے ٹرین کے انتظار میں ہوں، لیکن بہر حال وہاں رونق بھی ہوا کرتی تھی۔ رات میں کبھی کوئی ریل ویل آگئی تو اچھی خاصی رونق لگ جاتی تھی اور پھر وہی خاموشی، میں نے سوچا کہ کم از کم یہ جگہ ان رونے اور کراہنے والوں کے ساتھ رات بسر کرنے سے تو بے انتہا بہتر ہے، جب دل چاہے چائے کی دکان پر جاؤ چائے لے لو، ہر طرح کی آسانی یہاں موجود تھی، بس ذرا پیسوں کی آسانی نہیں تھی، ہر انسان کو حقیقت پسند ہونا چاہئے، میں جانتا تھا کہ ماں نے یہ تمام قرض جو لیا ہے، یہ میرے لئے لیا ہے، ظاہر سی بات ہے، میری تعلیم پر جو اخراجات ہوئے اور ماں انہیں بے تکان خرچ کرتی رہی، آخر کہیں نہ کہیں سے تو ان رقومات کو حاصل کیا گیا ہوگا...... ادائیگی تو ضروری ہوتی ہے، چنانچہ لازمی امر ہے کہ وہ سارے معاملات اسی طرح کئے گئے ہوں گے، چنانچہ اب پیسوں کا تو کہیں مسئلہ نہیں ہے، بلکہ ملازمت کے لئے سنجیدگی سے کوشش کرنی چاہئے...... کہیں نہ کہیں سے تو انتظام کرنا پڑے گا...... میں ان دنوں اسی سوچ میں ڈوبا رہتا تھا...... اپنے محلے میں جانا ہی چھوڑ دیا تھا...... فائدہ کیا، ساری یادیں وہاں سے وابستہ تھیں، بس یہ ریلوے اسٹیشن کافی ہے یا پھر ضرورت کی وہ چیزیں جو میں نے خالہ ممتاز یا تایا رحمت علی کے ہاں رکھوادی تھیں، یہ میری ڈگریاں وغیرہ تھیں، کچھ کپڑے تھے جو بہر حال میرے لئے ضروری تھے، ہاں یہ الگ بات تھی کہ جب بھی وہاں جاتا، تایا رحمت علی، مجھ سے یہی کہتے...... "بیٹے زیادتی کر رہے ہو ہمارے ساتھ"۔

میں تایا رحمت علی کی مشکل جانتا تھا، مجھے علم تھا کہ ان کے سینے میں کیا زخم پل رہے ہیں، تینوں لڑکیاں جوان ہو رہی تھیں اور لازمی بات ہے کہ ایسے گھروں میں جہاں عسرت اور بیچارگی ہو، رشتے نہیں آیا کرتے، تاہم پہلی بات تو یہ کہ ان لڑکیوں سے میرا بچپن کا رابطہ رہا تھا اور میرے ذہن میں ہمیشہ ان کے لئے بہنوں جیسا تصور رہا تھا، ان میں سے کسی ایک کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی زندگی کا ساتھی منتخب کرنا میرے لئے انتہائی مشکل کام تھا، اس انداز میں میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا، ہاں دل میں یہ آرزو تھی کہ اگر کوئی موقع ملا تو رحمت علی تایا کی اس مشکل کا حل دریافت کرنے کی کوشش کروں گا"۔

تو جناب ریلوے اسٹیشن جتنی عمدہ جگہ ہوتی ہے، آپ اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے...... ہر لحہ بدلتے ہوئے مناظر کا مسکن، ٹرینیں آتی تھیں، ٹرینیں جاتی تھیں، بے حواس مسافر ادھر سے ادھر بھاگتے ہوئے رات دن اس اسٹیشن پر اترنے والے، انہیں خوش آمدید کہنے والے، کچھ ایسے جو مشکلات کا شکار ہوتے اور انہیں صورت حال معلوم کرنے کے لئے کسی سے رجوع کرنا پڑتا...... ابھی تک موسم نے البتہ ساتھ دیا تھا، زیادہ وقت نہیں ہوا تھا اور میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ اگر کسی دن بارش ہوگئی تو ریلوے پلیٹ فارم کی یہ بنچ میرا ساتھ نہیں دے سکے گی، چلو بارش سے بچاؤ کا تو بندوبست ہے کہ انسان شیڈ میں جاکر سو جائے...... مسافر خانے میں بھی ایسی جگہیں پڑی ہوئی تھیں، لیکن اگر سردی کا موسم آیا تو کیا ہوگا؟" جو کام جب تک نہ ہوا ہو، اس کے لئے بلاوجہ پریشان ہونا ایک بے مقصد سی بات تھی، آنے والے وقت میں جو ہوگا دیکھا جائے گا...... پھر سنجیدگی سے ملازمت کے لئے بھی کوشش شروع کردی۔ ریلوے اسٹیشن کے بے شمار قلیوں سے بھی دوستی ہوگئی تھی، ہر ایک نے اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی سوچ کے مطابق مشورہ دیا، زیادہ تر لوگوں نے یہی کہا تھا کہ جوان آدمی ہوں بِلّا لے لوں اور قلی بن جاؤں، ٹھیک ہے، کیا رکھا ہے ان ساری باتوں میں، کچھ عرصے کے بعد قلیوں کی انجمن کا جنرل سیکرٹری بن جاؤں گا، اب کے الیکشن میں کھڑا ہو جاؤں، لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب میں خود قلی ہوں۔ ان کی باتیں بڑی دلچسپ ہوا کرتی تھیں، مخلص لوگ تھے، ہمیشہ ہی محبت بھرے انداز میں پیش آتے تھے اور وقت بڑا اچھا گزر رہا تھا، ماں بے شک یاد آتی تھی، لیکن یادیں تو ساری زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں اور ان یادوں سے قطع تعلق نہیں کیا جاسکتا، پھر ایک انوکھی رات کا آغاز میری زندگی میں ہوا، اس دن موسم بھی ابر آلود ہی تھا، ایک دو بار ننھی ننھی بوندیں بھی پڑ چکی تھیں اور میں ان سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوب اچھی طرح لطف اندوز ہوا تھا۔ ٹرینوں کے اوقات مقرر تھے، رات کو چار بجے بھی ایک ٹرین آیا کرتی تھی، ابتداء میں تو شور غل سے بار بار آنکھ کھل جاتی تھی، لیکن اب تو ٹرین بھٹک کر راستہ بدل کر میری بیچ تک بھی پہنچ جاتی تو میری آنکھ نہ کھلتی، عادی ہو گیا تھا، اس کا...... البتہ اس دن رات کو چار بجے آنے والی ٹرین جب چند لمحوں کے لئے رکی تو معمول کے مطابق میری آنکھ نہیں کھلی تھی، لیکن غالباً ایک احساس، ایک ایسا شعور جاگتا رہتا تھا جس کا نیند سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں، مجھے اندازہ ہوتا تھا کہ چار بجے ہیں اور وہ ٹرین آنے والی ہو گی، لیکن میں بڑے مزے سے سوتا رہتا تھا...... میں اس دن بھی سو رہا تھا...... ٹرین آئی اور میرے شعور نے مجھے اس کا احساس دلایا، لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے میرے شانے کو جھنجھوڑا اور میں نے چونک کر نیند میں ڈوبی ہوئی آنکھیں کھول دیں، میرے سامنے صرف دو آنکھیں تھیں، دو روشن اور چمکدار آنکھیں، دو ایسی خوبصورت آنکھیں جنہیں رات کی اس تاریکی میں بھی اگر دیکھ لیا جائے تو زندگی بھر فراموش نہ کیا جا سکے، ان آنکھوں میں ایک ایسی چمک، ایک ایسی روشنی تھی جسے الفاظ میں ڈھالنا ممکن نہیں...... ایک لمحے تک تو میں نیند بھری نگاہوں سے ان آنکھوں کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد گھبرا کر اٹھ گیا۔

وہ ایک برقعہ پوش خاتون تھی، کیونکہ انہوں نے چہرے پر نقاب لپیٹا ہوا تھا اور سر سے پاؤں تک برقعے میں چھپی ہوئی تھیں، اس لئے صرف ان کی آنکھیں ہی مجھے نظر آئی تھیں اور چونکہ باقی جسم سیاہ برقعے میں تھا...... اس لئے میرے ذہن میں صرف یہی آیا تھا کہ ان دو آنکھوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے، لیکن جب حواس جاگ گئے تو میں ان برقعہ پوش خاتون کو دیکھنے لگا...... اور جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر ہکلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ج...... جی...... مم...... مجھ سے کوئی کام ہے؟" میں نے انہیں سوالیہ انداز میں دیکھا...... آنکھیں عجیب سے انداز میں میرا جائزہ لے رہی تھیں، ایک لمحے کے اندر میں نے ان کا رنگ بدلتے ہوئے دیکھا...... اگر میں واقعی کوئی جاہل قلی ہوتا تو ان آنکھوں میں پسندیدگی کے جذبات نہ تلاش کر سکتا...... لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا......

آنکھیں بھی خاموش تھیں، لیکن کچھ لمحوں کے بعد مجھے انتہائی مترنم اور ایک ایسی آواز سنائی دی جسے اس وقت میں کوئی الفاظ نہ دے سکا، اس آواز میں ایک عجیب سی کھنک تھی، ایک ردھم تھا، ایک انوکھا لہجہ تھا...... وہ" آواز ابھری۔

"معاف کیجئے گا، میں نے آپ کو سوتے سے جگایا ہے، لیکن آپ کا جاگنا بے حد ضروری تھا"۔

"جی جی فرمائیے...... کوئی بات نہیں ہے"۔

"رات آدھی سے زیادہ گزر گئی ہے اور باہر کوئی ایسی سواری بھی نہیں ہے جس سے میں اپنا یہ سفر مکمل کر سکوں...... میں نے مسافر خانے میں سوتے ہوئے قلیوں کو بھی دیکھا ہے...... سب گہری نیند سو رہے ہیں، بس آپ ہی ایک بار جھنجھوڑنے پر جاگ گئے، براہ کرم میری مدد کیجئے، میں تنہا ہوں، عورت ہوں۔

میں جھرجھری سی لے کر رہ گیا...... نا جانے کیوں میرے بدن میں ایک ٹھنڈک سی دوڑ رہی تھی...... ایک عجیب سا احساس تھا ممکن ہے یہ احساس، نیند سے جاگنے کی وجہ سے اور اچانک پیش آنے والے اس واقع کی وجہ سے دل میں بیدار ہو گیا ہو، بہر حال میں اپنے آپ کو سنبھال کر تیار ہو گیا...... پھر میں نے کہا۔

"کیا آپ چار بجے والی ٹرین سے آئی ہیں؟"۔

"ہاں اور ٹرین گئے ہوئے بھی اچھا خاصہ وقت گزر گیا ہے، پریشان پھر رہی ہوں"۔

"جانا کہاں ہے آپ کو؟"۔

"حویلی طاہر علی" اس نے جواب دیا...... حویلی طاہر علی ایک مشہور جگہ تھی، طاہر علی ہمارے علاقے کے کونسلر بھی تھے، اس کے علاوہ بڑی اچھی حیثیت کے مالک "زمیندار تھے اور خاصے نیک نام مشہور تھے، میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور یہ سوچا کہ ان خاتون کو وہاں تک پہنچانے کا کیا بندوبست کروں...... اچانک ہی مجھے چاچا امام دین یاد آئے...... چاچا امام دین یہیں تھوڑے فاصلے پر رہتے تھے اور تانگہ چلاتے تھے، سو تو رہے ہوں گے...... لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غریب آدمی تھے اور اچھے آدمی تھے...... اگر میں انہیں ان خاتون کی مشکل بتاؤں تو وہ ضرور ان خاتون کو وہاں تک پہنچانے کیلئے تیار ہو جائیں گے...... بس تانگہ جوتنا پڑے گا انہیں، میں نے خاتون سے کہا۔

"آپ کے ساتھ کوئی سامان ہے"۔

"ایں، سامان...... نہیں سامان تو نہیں ہے"۔

"چلئے خیر آیئے...... میں کوشش کرتا ہوں...... میں نے کہا اور ان خاتون کے ساتھ ریلوے اسٹیشن سے باہر نکل آیا...... اب میں نے تھوڑا سا مزید یہ جائزہ لیا تھا ان کا، بالکل جوان خاتون معلوم ہوئی تھیں، حالانکہ بدن برقعے میں لپٹا ہوا تھا...... لیکن چال ڈھال اور جسمانی کیفیت سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ بالکل نوجوان اور نہایت تندرست خاتون ہیں، میں باہر نکل آیا، وہ میرے ساتھ چل رہی تھیں...... پھر میں تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے آخر کار امام دین کے جھونپڑے میں پہنچ گیا...... امام دین جھونپڑے کے باہر پلنگ پر سو رہے تھے، تھوڑے فاصلے پر تانگہ کھڑا ہوا تھا، ان کے ہوشیار گھوڑے نے ناک سے کھر کھر کھر کی آواز نکالی اور پھر بہت زور سے ہنہنانے لگا...... پتہ نہیں کسی کے قدموں کی چاپ نے اسے ہوشیار کر دیا تھا یا پھر وہ ڈر گیا تھا، لیکن بہرحال میں نے چاچا امام دین کو جگایا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

"کیا بات ہے بیٹا...... کون ہو تم؟ کیا ہوا"۔

"چاچا امام دین میں جلیس ہوں، میں نے کہا"۔

"کون جلیس؟"۔

"ارے آپ مجھے بھول گئے، آپ کا اپنا جلیس چاچا امام دین، آپ"۔

"ارے، جلیس خیریت تو ہے، بھیا کیا ہو گیا"۔

"چاچا امام دین، وہ یہ ایک خاتون ہیں، چار بجے والی ریل سے آئی ہیں، سارے تانگے والے جا چکے ہیں، انہیں حویلی طاہر علی جانا ہے، اب عورت ذات ہیں، نظرانداز بھی نہیں کر سکتے، بیچاری پریشان ہے، مجبوراً میں نے آپ ہی کو جگایا ہے"۔

"تو اچھا کیا نا بیٹا، کسی کی مدد کرنا تو فرض ہے، بہت اچھا کیا میں ذرا منہ پر پانی کے چار چھینٹیں مار لوں، ابھی تیار ہو کر آیا بیٹا، تم ایسا کرو جلیس ذرا تانگہ سیدھا کر لو، یہ گھوڑا کیوں چیخ رہا ہے، اسے ہاتھ مت لگانا، رات میں مزاج بگڑ گیا ہو گا اس کا۔

اور پھر چاچا امام دین نے تیاریاں شروع کر دیں اور تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا تانگے میں جوڑ لیا، اس دوران برقعہ پوش خاتون ایک طرف جا کر کھڑی ہو گئی تھیں لیکن گھوڑے کا مزاج بہت بگڑا ہوا تھا، قابو ہی میں نہیں آ رہا تھا...... بڑی مشکل سے چاچا امام دین نے اسے تانگے میں جوڑا تو اچانک ہی خاتون نے کہا۔

"تمہارا نام جلیس ہے، ابھی انہوں نے تمہارا نام لیا تھا"۔

"جی"۔

"جلیس کیا تم میرے ساتھ حویلی تک چلنا پسند کرو گے"۔

"آپ کے ساتھ"۔

"ہاں...... ویسے تو کوئی بات نہیں ہے، لیکن تم اگر چلو گے"۔

"نہیں جی...... معافی چاہتا ہوں، ویسے آپ چاچا امام دین پر پورا پورا بھروسہ کر سکتی ہیں، یہ بہت اچھے آدمی ہیں...... جواب میں کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی اور خاتون تانگے میں جا بیٹھی تھیں...... پھر اس کے بعد چاچا امام دین انہیں لے کر چل پڑے...... اور میں واپس اپنی بنچ پر آ کر لیٹ گیا، لیکن نیند اڑ گئی تھی اور اس رات نا جانے کیوں، میں بہت دیر تک اپنے بارے میں سوچتا رہا...... اب تو کچھ بھی نہیں رہ گیا ہوں میں، میری کوئی اوقات، کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ بنچ پر زندگی گزار رہا ہوں، جو صدمہ دل و دماغ پر بیٹھا ہوا ہے، اسے دور کرنے میں ہی زندگی ہے، بہت سوگ منا چکا، ماں جیسی ہستی اس کائنات میں دوبارہ کبھی نہیں مل سکتی...... لیکن جو چلا جاتا ہے اور اسے واپس لانا بس میں نہیں ہوتا، تو پھر انسان کو صبر ہی کرنا پڑتا ہے...... میرے لئے بھی صبر ضروری ہے، بھلا اس طرح اپنے آپ کو ایک ناکارہ اور بے بس انسان سمجھ کر اس بنچ پر زندگی تو نہیں گزاری جا سکتی اور اس سوچ کی وجہ تلاش کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں بھی مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی، وہ خوبصورت آنکھیں، وہ حسین آنکھیں میرے حواس پر مسلط ہو گئی تھیں...... ایسی حسین آنکھوں کی قربت، ایسی حسین آنکھوں کا حصول، ایسی کسی شخصیت کا اپنے پاس موجود ہونا، جس کا لہجہ اس قدر مترنم ہو، جس کا انداز اس طرح حسین ہو، کیا یہ کسی انسان کی آرزو یا طلب نہیں ہو سکتی، شاید اسی آرزو، اسی طلب نے میرے ذہن میں یہ احساس بٹھایا تھا کہ ایک عملی انسان بننے کے لئے اس بیج کو چھوڑ کر عمل کی دنیا میں نکلنا ہو گا...... ہاں یہ بے حد ضروری ہے۔

پھر نا جانے کب آنکھ لگ گئی تھی، صبح کو جب آنکھ کھلی تو رات کے واقعات ذہن سے محو ہو چکے تھے اور اس کے بعد وہی دنیا، ریلوے اسٹیشن کا ہلکا پھلکا ہنگامہ اور بس اس کے بعد کچھ نہیں، وہی تمام جانے پہچانے لوگ، البتہ یہ ایک بہت بڑی سچائی تھی کہ میں اس وقت ایک انتہائی ناکارہ آدمی کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا اور میرے تمام شناسا، میرے سلسلے میں بڑے سنجیدہ تھے، ایک پڑھے لکھے آدمی کے لئے یہ کام بھی مشکل تھا کہ وہ قلیوں کا بیج لے کر قلی کا کام کرے...... ماں نے بڑی محنت کی تھی اور کبھی کبھی جب میں یہ سوچتا تھا کہ جو زندگی میں گزار رہا ہوں...... وہ درحقیقت ملک و قوم کے سینے پر زمین کی چھاتی پر ایک بوجھ سی حیثیت رکھتی ہے، بھلا مجھ جیسا جوان آدمی، دوسروں کے ٹکڑوں پر پڑا ہوا ہے۔ فاقہ کشی کا شکار رہتا ہے، کوئی کچھ کھلاتا ہے تو کھالیتا ہے، بڑی عجیب سی کیفیت تھی میری، بات غالباً یہی تھی کہ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے...... بہر حال معمول کے مطابق دن گزرتا رہا، پھر مجھے وہ پراسرار عورت یاد آ گئی اور میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا...... جب سے وہ مجھے ملی تھی، اسی وقت سے ذہن پر کچھ بوجھ سا طاری تھا...... اب اس بوجھ کو میں کوئی نام تو دے نہیں سکتا تھا...... لیکن پھر اتفاق سے دوپہر کو جب ریلوے اسٹیشن سنسان پڑا ہوا تھا...... میں یونہی ٹہلتا ہوا باہر نکل آیا...... چاچا امام دین اپنے تانگے کی پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے اونگھ رہے تھے...... میں ٹہلتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا...... تو چاچا امام دین نے مجھے فوراً آواز دی۔

"ارے جلیس بھیا...... بات سنو، بات سنو، ان کے انداز میں ایسی کوئی بات تھی جس کی وجہ سے میں ان کے قریب پہنچ گیا...... میں نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سلام چاچا امام دین"۔

"سلام بھیا...... آؤ بیٹھو...... کسی کام سے جا رہے ہو"۔

"نہیں مجھے کیا کام ہو سکتا ہے"۔

"ارے بھیا رات کی بات بتائیں تمہیں؟"۔

"رات کی بات؟"۔

"ہاں"۔

"کوئی خاص بات ہو گئی چاچا"۔

"وہ جو بی بی آئی تھی نا جسے تم نے ہمارے تانگے میں بیٹھا کر حویلی طاہر علی پہنچایا تھا"۔

"ہاں پھر"۔

"بھیا ایک بات بتاؤ...... ہم تو بڑے پھیر میں ہیں؟"۔

"کیا ہوا، چاچا امام دین"۔

"دیکھو پہلی بات تو یہ ہے بھیا...... کہ رات کو چار بجے والی گاڑی سے یہاں اسٹیشن پر ایک اکیلی عورت اتری...... برقعے میں لپٹی ہوئی تھی...... کوئی بھی عورت رات کو اکیلے چار بجے کسی اسٹیشن پر اکیلی نہیں اترتی، کوئی نہ کوئی مرد تو اس کے ساتھ ہوتا، پھر یہ ہمت کہ تمہیں جگایا اور اس کے بعد ہمیں جگایا گیا...... خیر چلو ساری باتیں مان لیتے ہیں ہم...... شہر کی عورتیں تو ذرا تیز طرار ہوتی ہیں، پر ایک بات بڑی عجیب تھی، ہمارا یہ جو گھوڑا ہے نا...... سچی بات تو یہ ہے کہ یہ ہمیں اچھی طرح جانے ہے اور ہم اسے اچھی طرح جانے ہیں...... بڑا شریر گھوڑا ہے، پر اس وقت ایسا بلک رہا تھا کہ ہمیں خود حیرت ہوئی، پھر تم تو واپس چلے گئے تھے، مگر یہ ایسے کودتا، اچھلتا رہا جیسے بڑا ہی ڈرا ہوا ہو، یہ تو ہم نے مان لیا کہ رات کے وقت اسے سوتے سے جگا کر ہم نے تانگے میں جوتا تھا...... پر ایسی حرکتیں یہ کبھی نہیں کرتا"۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں......امام دین چاچا"۔

"گھوڑا اصل میں ڈر رہا تھا"۔

"ڈر رہا تھا"۔

"ہاں"۔

"تو اس میں ایسی کون سی بات ہو گئی"۔

"ہو گئی ہے نا"۔

"کیا؟"۔

"یہ جو جناور ہووے ہیں نا، ان میں مالک نے ایک خاص قوت رکھی ہوتی ہے"۔

"کیسی قوت؟"

"بھوتوں اور پلیتوں کو پہچاننے کی"۔

"کیا مطلب" چاچا امام دین۔

"بھیا زبان کھول کر کہنے سے کبھی کبھی زبان ہی باہر نکال دی جاتی ہے، پر تم سے کہہ رہے ہیں کسی اور سے تو نہیں، ہمیں تو کچھ گڑبڑ لگی تھی"۔

"کیسی گڑبڑ......چاچا امام دین، کچھ بتایئے تو سہی"۔

"بھیا کوئی بھتنی تو نہیں تھی وہ" امام دین نے کیسے کہا کہ میں ہنس پڑا۔

"لو ہنس رہے ہو"۔

"چاچا امام دین"۔

"ہاں بولو"۔

"چاچا آپ نے پہلے کبھی بھتنی دیکھی ہے؟"۔

"دیکھی تو ہے بھیا"۔

"کہاں ذرا بتائیں مجھے؟"۔

"ارے ایک بار ہم کہیں جانے کے لئے نکلے تھے" اب کیا بتاؤں تمہیں سسرال جا رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے اپنے...... بیوی گئی ہوئی تھی میکے، بڑی یاد آ رہی تھی جہاں ہماری بیوی کا میکہ تھا نا، وہاں راستے میں برگد کا ایک پیڑ پڑتا تھا نا...... ہمارے سسر نے سالوں نے، کئی بار بتایا تھا کہ اس برگد پر چڑیل رہتی ہے، ہم نے کبھی چڑیل دیکھی نہیں تھی، ہم نے سوچا کہ لوگ قصے کہانیاں سناتے ہیں، ایسی ہی کہانی اس چڑیل کی بھی ہو گی...... پر ہمیں اس سے کیا...... تو بھیا جا رہے تھے میکے، بیوی کے میکے، مگر ہو گئی رات...... ہم نے سوچا کہ اب تھوڑا سا فاصلہ تو رہ ہی گیا ہے، چلو چلتے ہیں......اس وقت تانگہ نہیں تھا، ہمارے پاس پیدل ہی جا رہے تھے، تو جب ہم اس برگد کے درخت کے نیچے پہنچے تو ہم نے ایک عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا، لہنگا پہنے ہوئے تھی، چمکدار کپڑے پہنے ہوئے تھے...... کپڑوں میں شیشے لگے ہوئے تھے اور اوپر سے نکلا ہوا تھا چاند" یہ ہاتھ بھر لمبا گھونگھٹ لگائے ہوئے تھی۔ ہم تو بھیا اسے دیکھ کر حیران رہ گئے...... ہمدردی میں اس کے پاس پہنچے...... تو ہم نے کہا......"کہ کاہے کو یہاں بیٹھی ہوں، تمہیں چور اور ڈاکوؤں کا ڈر نہیں ہے، اتنا سارا زیور بھی پہنا ہوا ہے، تمہارا گھر والا کیا آس پاس موجود ہے، آخر یہاں کیوں بیٹھی ہوئی ہو تو بھیا اٹھ کھڑی ہوئی...... پھر بولی۔ "تمہارے ساتھ چلوں گی" ہم نے حیرت سے کہا۔

"ہمارے ساتھ"۔

"ہاں......وہ بولی"۔

"تو پھر، میں نے دلچسپی سے پوچھا"۔

"ہم نے اس سے کہا کہ بھائی جاؤ گی کہاں؟" تو وہ بولی......"تمہارے ساتھ"۔

اب تو ہم حیران رہ گئے...... ہم نے سوچا کہ جا رہے ہیں بیوی کے میکے، اگر ہم اسے اپنے ساتھ لے گئے اور کسی نے دیکھ لیا تو اپنے سالے ہی اتنے لٹھ باز ہیں کہ مار مار کر کھوپڑی توڑ دیں گے...... ہم نے اس کے ہاتھ جوڑے اور کہا بی بی ہم تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے...... یہ کہہ کر ہم آگے بڑھے، بھیا تو وہ ہمارے پیچھے پیچھے چل پڑی" پیروں میں جھانجن پہنے ہوئے تھے اور وہ بج رہے چھن چھن" بڑی عجیب سی لگی ہمیں اس کی چال، ہم رک گئے اور ہم نے اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمجھایا کہ دیکھ ہم تجھے ساتھ نہیں لے جا سکتے...... وہ ہنسنے لگی اور بولی۔

"گھونگھٹ تو الٹ دو ہمارا...... اس کے بعد منع نہیں کرو گے...... جائیں گے تمہارے ساتھ"۔

"اب بات تو بڑی عجیب تھی، اس سے جان چھڑانا بھی تھی نا...... لے بھیا ہم نے گھونگھٹ الٹا...... پتہ ہے کیا دیکھا"۔

"کیا دیکھا"...... "میں نے دلچسپی سے پوچھا"۔

"سوکھی ہوئی کھوپڑی" لمبے لمبے دانت، زبان باہر نکلی ہوئی، آنکھوں کی جگہ دو سفید گولے...... ارے بھیا ایسے بھاگے ہم تو، ایسے بھاگے کہ سسرال کے دروازے پر جا کر ہی دم لیا اور پھر پتہ ہے اس کے بعد کیا ہوا۔

"نہیں پتہ کیا ہوا"۔

"چودہ دن بے ہوش رہے تھے، بخار میں تپتے رہے تھے اور نہ جانے کیا کیا بکتے رہے تھے...... سارے حکیم، وید، ہمارے پاس اکٹھے کر دیئے گئے تھے تو ایسے دیکھی تھی ہم نے چڑیل"۔

"مگر آپ نے اس عورت کو غور سے دیکھا تھا؟"۔

"نہیں غور سے تو نہیں دیکھا تھا، پر گھوڑا جس طرح کراہا تھا نا اس سے ہمیں یہ خیال آیا کہ کوئی گڑبڑ ضرور تھی اور پھر سب سے بڑی بات تو تمہیں بتانی ہی رہ گئی ہے"۔

"وہ کیا؟"۔

"وہ حویلی طاہر کے سامنے والے حصے میں نہیں اتری تھی"۔

"کیا مطلب؟"

"تمہیں پتہ ہے نا، کہ حویلی طاہر علی نئی بنی ہوئی ہے...... پیچھے پرانی حویلی تھی، جو اب ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈر رہ گئی ہے"۔

"ہاں...... تو پھر؟"

"پرانی حویلی پر اتری تھی وہ؟"۔

"کھنڈر میں؟"۔

"ہاں"۔

"مگر وہ کیسے؟"

"جب ہم حویلی طاہر علی پہنچے تو وہاں پر سب لوگ سوئے پڑے تھے...... ہم نے کہا بی بی، اگر کہو تو اتر کر دروازہ بجائیں تو وہ بولی...... کہ نہیں...... یہاں نہیں اترنا" بلکہ پیچھے کی طرف چلو...... ہم نے کہا...... پیچھے کی طرف...... تو وہ بولی کہ ہاں...... ہمیں حیرت ہوئی تھی، لیکن پھر بھی ہم نے اسے پیچھے اتار دیا۔

"پھر؟"۔

"پیسے دیئے...... اس نے ہمیں اور اس کے بعد وہیں ٹوٹی حویلی میں چلی گئی"۔

"مگر ٹوٹی حویلی کا کوئی دروازہ ہی نہیں ہے، اینٹوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں"۔

"اسی پر تو حیرت ہوئی تھی اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ کوئی گڑبڑ ہے"۔

"اس کے بعد"۔

"اس کے بعد...... بھیا چلے آئے...... واپسی میں گھوڑا ٹھیک تھا اور اب تک ٹھیک ہے، پر تھی کوئی گڑبڑ ضرور"۔

"ویسے تو خیر کوئی بات نہیں ہے...... لیکن یہ واقعی تعجب کی بات ہے کہ وہ ٹوٹی ہوئی حویلی میں داخل ہوئی تھی اور جہاں تک چاچا امام دین اس کے چڑیل ہونے کا سوال ہے تو میرا دل تو خیر نہیں مانتا...... پہلی بات تو یہ کہ شہر سے آئی تھی، ریل سے اتری تھی، تانگے میں بیٹھ کر حویلی طاہر علی میں پہنچی تھی، تمہیں پیسے دیئے تھے، پھر تم نے اس کی آنکھیں نہیں دیکھیں...... وہ آنکھیں تو چاچا امام دین بہت خوبصورت تھیں...... آپ یقین کریں، بہت ہی خوبصورت...... اتنی خوبصورت آنکھیں پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھیں۔

"ہوگی...... ہوگی...... ہم تو ایسے ہی کہہ رہے تھے، بس یونہی ہمارے دل میں خیال آ گیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا، ہم نے سوچا کہ تم سے بات کریں اس پر، چلو چھوڑو ہو گی کوئی"۔

چاچا امام دین کو تو میں نے ٹال دیا...... میرے اپنے ذہن میں کچھ خیال پیدا ہو گیا تھا...... حویلی طاہر علی میں میرا ایک دوست بھی کام کرتا تھا...... بس حویلی کے چھوٹے موٹے امور کی دیکھ بھال کرتا تھا...... فیاض نام تھا...... میں نے سوچا کہ فیاض سے اس موضوع پر بات کی جائے کہ رات کو کوئی مہمان آیا تھا نہیں...... آیا ہے تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے...... اصل میں بات کچھ نہیں تھی، خیر امام دین تو سیدھا سادہ آدمی تھا...... یہ پرانے ٹائپ کے لوگ ایسے قصے کہانیاں سناتے ہی رہتے ہیں اور یہ بھی سنے سنائے قصے سناتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان میں زندگی پیدا کرنے کے لئے انہیں اپنے آپ سے منسوب کر دیتے ہیں...... میں نے تو کبھی ایسی چڑیل نہ دیکھی تھی، نہ اس کے بارے میں کچھ سنا تھا، لیکن فیاض سے معلومات تو کی جائے کہ آنے والا مہمان کون تھا...... وہ حسین آنکھیں نا جانے کیوں میرے دل پر نقش ہو گئی تھیں، یا پھر یہ ہوا تھا کہ عالم خواب میں جاگا تھا اور جاگ کر یہ سارا ماحول دیکھا تھا اور خوابوں کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ سمجھ لیا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ میں نے خواب دیکھنے کے علاوہ اور کیا ہی کیا ہے...... خیر میں حویلی طاہر علی گیا، لیکن وہاں میں نے ایک عجیب و غریب ہنگامہ دیکھا...... بھاگ دوڑ ہو رہی تھی اور اندر سے رونے پیٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں...... میرا دل بری طرح دھڑک اٹھا...... اندر کی بھاگ دوڑ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، لیکن پھر مجھے فیاض نظر آ گیا...... اُداس اور افسردہ تھا...... آہستہ آہستہ چلا آ رہا تھا، قریب پہنچا تو میں نے اُسے آواز دی اور فیاض میرے قریب آ گیا۔

"کیا ہو گیا فیاض، اندر کوئی گڑبڑ وغیرہ ہے کیا"۔

"یار کوئی ایسی ویسی گڑبڑ ہے، ایک عجیب حادثہ ہو گیا ہے، کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی"۔

"کیوں خیریت...... کیا حادثہ ہوا ہے؟"۔

"وہ اکرم میاں کے بارے میں تو تم جانتے ہی ہو گے...... طاہر علی کے سب سے

چھوٹے صاحب زادے"۔

"جن کی شادی ابھی کوئی دو مہینے پہلے ہی ہوئی تھی"۔

"بالکل...... بالکل...... ان کی بیوی بڑی خوبصورت تھی، مگر رات کو اسے کسی نے قتل کر دیا" فیاض نے کہا اور ایک بار پھر میرے سینے پر ایک گھونسا سا پڑا۔

"قتل"۔

"ہاں"۔

"کب اور کیسے؟"

"پتہ نہیں مگر پوری حویلی میں کہرام مچا ہوا ہے" جانتے ہو کس طرح قتل کیا گیا"۔

"میں بھلا کس طرح جان سکتا ہوں"۔

"ایک پرانا کمرہ ہے اس میں چھت میں کنڈا لٹکا ہوا ہے، کمرہ زیادہ استعمال میں نہیں رہتا ا ایسے ہی پڑا ہوا ہے، دلہن بی بی، میرا مطلب ہے اکرم میاں کی دلہن کے دونوں پاؤں رسی ں بندھے ہوئے تھے، ان کے بدن پر لباس کا تار بھی نہیں تھا اور وہ اس کنڈے سے الٹی لٹکی ئی تھیں، ان کے بال زمین تک آ رہے تھے اور ان کی گردن کٹی ہوئی تھی، مگر حیرت کی ت یہ ہے کہ خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں تھا، کسی تندرست بندے کی گردن کاٹ ی جائے تو خون کا دریا بہہ جاتا ہے، مگر دلہن بیگم کے خون کا کوئی پتہ ہی نہیں چل سکا کہ گیا اں، ایک قطرہ زمین پر نہیں ہے اور خون کا ایک قطرہ بھی ان کے بدن میں نہیں ہے...... ا لگتا ہے، کسی نے گردن کاٹ کر ان کا خون یا تو پی لیا یا کسی برتن میں بھر کر رفوچکر ہو گیا...... ی ایسی موت دیکھی یا سنی ہے تم نے" فیاض نے کہا۔

لیکن میرے ہوش و حواس اڑ گئے تھے، مجھے رات کے واقعات یاد آ رہے تھے اور ے بدن میں سردی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

☆......☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انتہائی سنسنی خیز خبر تھی یہ اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں...... فیاض کو ان واقعات کے بارے میں تو کچھ نہیں بتا سکتا تھا جو رات کو میرے ساتھ پیش آئے تھے...... اور یہ واقعہ کل رات کو پیش آیا تھا اور کل رات ہی کو چاچا امام دین نے اس عورت کو حویلی طاہر علی چھوڑا تھا، تو اس کا مطلب یہ کہ...... واقعی بڑی عجیب حالت ہو گئی تھ میری...... چاچا امام دین کی کہی ہوئی تمام باتیں یاد آرہی تھیں...... اس عورت کا پراسرار طو پر مجھے جگانا، ویسے تو شاید مجھے اس بارے میں کوئی خیال نہ آتا، لیکن چاچا امام دین نے جو کچھ ک تھا وہ سوچنے کی بات تھی، دل میں خیال آیا کہ فیاض سے کچھ اور باتیں کروں، فیاض بھی فار تھا، مجھ سے کہنے لگا"۔

"اور سناؤ جلیس بھیا...... کہیں کوئی کام دھندا لگا"۔

"نہیں فیاض...... ابھی تک کچھ نہیں ہو سکا"۔

"خرچہ پانی تو بڑی مشکل سے چل رہا ہو گا"۔

"کیا بتاؤں فیاض بعض اوقات انسان کو اگر کبھی اچھے دوست مل جاتے ہیں تو وہ اس کے لئے مصیبت ہی بن جاتے ہیں"۔

"کیا مطلب"۔

"ریلوے اسٹیشن پر رہتا ہوں...... وہیں سوتا ہوں"۔

"ہاں...... یہ بات تو مجھے معلوم ہے"۔

"قلیوں سے، وہاں اسٹال لگانے والوں سے، سب سے یاری دوستی ہو گئی ہے، نہ رہنے دیتے ہیں مجھے، نہ میری کوئی ضرورت باقی رہنے دیتے ہیں، سارے کے سارے دو

بن گئے ہیں میرے اور اتنا کرتے ہیں میرے لئے کہ میں تو بڑا شرمندہ ہو گیا ہوں۔

فیاض ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گیا، پھر بولا۔

"چھوٹا منہ بڑی بات ہے بھیا، مگر کچھ کہنے کو دل چاہتا ہے"۔

"کہو...... میں نے فیاض سے کہا"۔

"دیکھو جوان آدمی ہو، مضبوط ہاتھ پاؤں ہیں...... ابھی سے اگر دوسروں کے ٹکڑوں پر پڑے رہنے کی عادت پڑ گئی تو سمجھ لو زندگی بھر یہی کرتے رہو گے۔ ارے یہ بدن جو ہوتا ہے نا یہ بڑی عجیب چیز ہوتی ہے...... حرام خوری پر مائل ہو جائے تو پھر سمجھ لو کہ انسان دھوبی کا کتا ہو کر رہ جاتا ہے، گھر کا نہ گھاٹ کا"۔ فیاض نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"کہتے رہو فیاض...... کہتے رہو"۔

"قسم کھا رہے ہیں، جوتا اتارو اور ہمارے سر پر پانچ مار لو، مگر بات سولہ آنے کھری کی ہے ہم نے"۔

"اب تو سولہ آنے کہیں نہیں رہے فیاض، اب تو یا تو سو پیسے یا ایک روپیہ کہو"۔

"بڑی اچھی بات ہے کہ تم اس وقت بھی ہم سے مذاق کر رہے ہو، مگر ہم جو کہہ رہے ہیں اس پر سوچو، دیکھو انسان مٹی کا پتلا ہے اپنے بدن کو جتنا ڈھیلا چھوڑ دے"۔

"یار فیاض تمہارے گھر میں موت ہو گئی ہے اور وہ بھی ایسی موت کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو، کاش میں بھی اکرم میاں کی بیوی کو دیکھ سکتا، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، تم نے دیکھی ہے اپنی آنکھوں سے اس کی لاش"۔

"نہیں ہم نے تو نہیں دیکھی، پر سارے کے سارے ایک ہی بات کہہ رہے ہیں، جو دنیا کہہ رہی ہے وہ ہم نے تمہیں بتا دیا۔

"یار فیاض کسی طرح میں اس لاش کو دیکھ سکتا ہوں"۔

"بڑا شوق ہے لاشوں کو دیکھنے کا...... بھلا لاشیں بھی کوئی دیکھنے کی چیز ہیں، ویسے ایک دفعہ ہم نے اکرم میاں کی بیوی کو دیکھا تھا، بڑی خوبصورت تھیں...... خدا کی قسم تمہیں کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بتائیں، بندہ ایک بار دیکھ لے تو بار بار دیکھنے کو دل چاہے، بیچاری کو پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی، فیاض کہنے لگا اور میں ہنس پڑا۔

"کیوں کیا ہوا" اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔

"فیاض تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے وہ بیچاری زندہ ہو، کہ ایک بار دیکھ لے تو بار بار دیکھے کو دل چاہے۔

"نہیں ہم پرانی بات بتا رہے ہیں"۔

"خیر فیاض چھوڑو ان باتوں کو، بڑے افسوس میں ہوں گے سب گھر والے"۔

"ہاں بالکل...... ایسا ویسا افسوس ہے، پہلی بات تو یہ کہ ابھی تو دلہن بیگم کے گھر والے بھی آئیں گے۔ آسانی سے تو نہیں چھوڑیں گے، مالک نے آدمی دوڑا دیئے ہیں ان طرف، پاس کی ایک چھوٹی سی بستی میں رہتے ہیں...... زمیندار لوگ ہیں وہ بھی، آسانی سے نہیں مانیں گے"۔

"نوکروں کی شامت بھی آئے گی"۔

"ارے واہ...... نوکروں نے بھلا کیا کیا ہے"۔

"نہیں پولیس آئے گی، پوچھ گچھ تو کرے گی نا"۔

"ہم سے بھی پوچھے گی کیا"۔

"کیوں تم میں کیا سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں"۔

"کہیں پکڑ کر تو نہیں لے جائے گی" فیاض خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"کوئی الٹی سیدھی بات مت کرنا، اچھا میں جو تم سے پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ مجھے"۔

"تم نے تو ہمارا کلیجہ ہی ہلا کر رکھ دیا ہے، کیا بتائیں اور کیا نہ بتائیں"۔

"فیاض جو میں پوچھ رہا ہوں مجھے بتاؤ" میں نے کہا۔

"بابا پوچھو گے تو بتائیں گے، کچھ پوچھ بھی نہیں رہے اور یہ تو وہی والی مثال ہوئی"

"رات کو کوئی مہمان تو نہیں آیا گھر میں"۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے رات کی ٹرین سے کوئی مہمان تو نہیں آیا"۔

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو، اگر خود تمہاری سمجھ میں آ رہا ہو تو ہمیں بھی بتا دو کہ رات کی ٹرین سے کوئی مہمان نہیں آیا، ہم تمہیں کچھ بتا رہے ہیں اور تم کچھ کہہ رہے ہو۔

"اف او...... بے وقوف آدمی اصل میں یہ معلوم کر رہا ہوں کہ آخر دلہن بیگم کا قاتل کون ہو سکتا تھا"۔

"بس جو کوئی بھی تھا یہ سمجھ لو خون چوس گیا ان کا"۔

"آہ کاش ایک نظر دیکھ سکتا میں انہیں"۔

"تمہیں آخر اتنی بے چینی کیوں ہو رہی ہے"۔

"یار بات ہی ایسی ہے، جو کچھ تم بتا رہے ہو، ایسا کبھی ہوتا ہے، بھلا کیسے ممکن ہے یہ کہ قتل کر کے کوئی کسی کو الٹا لٹکا دے، اس وقت سارے لوگ کہاں گئے تھے"۔

"اچھا چھوڑو ہٹیں یہ بتاؤ ہم سے کوئی کام ہے"۔

"نہیں بس یہی معلومات حاصل کرنے آیا تھا کیوں"۔

"ہم جا رہے ہیں بھیا...... پتہ نہیں کب کسی کو ہماری ضرورت پیش آ جائے...... تم نے تو کلیجہ ہی ہلا کر رکھ دیا ہے ہمارا...... ارے واہ پولیس بھلا ہم سے کیوں پوچھ گچھ کرے گی......

میں خاموش ہو گیا، فیاض واقعی ڈرا ہوا نظر آ رہا تھا، اب میں اس سے کیا پوچھتا اور پھر بہر حال وہ گھر کا نوکر تھا، کیسے بتا سکتا تھا مجھے کہ کوئی مہمان آیا ہے یا نہیں، دوسری بات یہ کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے بھی تو ایسے معاملے میں زیادہ ٹانگ اڑانا خطرناک ہو سکتا ہے۔ ہم تو ویسے ہی بے سہارا آدمی تھے، کوئی گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔ اگر زیادہ چھان بین کی فیاض کو تو پولیس کی بات کہہ دی تھی لیکن اپنی ٹانگ پھنسانا بھی تو خطرناک ہو سکتا ہے، چنانچہ بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کر لی جائے۔ بس کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... ویسے افسوس ہو رہا تھا حالانکہ میں نے اس عورت کو دیکھا بھی نہیں تھا جس کے ساتھ یہ سلوک ہوا تھا...... اور پھر اچانک ہی مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاچا امام دین یاد آئے اور میں وہاں سے واپس چل پڑا...... چاچا امام دین کو تلاش کرنے میں بھلا کیا دقت ہو سکتی تھی، زیادہ سے زیادہ کوئی سواری چھوڑنے چلے گئے اور اس کے بعد واپس آ کر پھر ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے، میں ان کے پاس پہنچا تو وہ معمول کے مطابق تانگے میں بیٹھے ہوئے اونگ رہے تھے، مجھے دیکھ کر چونکے اور میں ان کے پاس پہنچ گیا"۔

"چاچا امام دین دن میں کتنے گھنٹے سوتے ہو تم؟"

"دن میں کون سوتا ہے بھیا"۔

"تم"۔

"مطلب کیا ہے؟"

"نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ رات میں بھی سوتے ہو اور دن میں بھی" چاچا امام دین مسکرانے لگے، پھر بولے۔

"مذاق اڑا رہے ہو بیٹا، پڑھے لکھے ہو کر مذاق اڑا رہے ہو"۔

"لیجئے اس میں مذاق کی کیا بات ہے"۔

"اصل میں یہ عمر جو ہوتی ہے نا کمبخت، بڑی ظالم چیز ہوتی ہے، پہلے تو انسان یہ ماننے پر ہی تیار نہیں ہوتا کہ وہ بوڑھا ہو گیا ہے...... مان لیا تو سمجھ لو گیا، پھر بدن کہتا ہے کہ آرام کرو، اگر آرام کرانے والا کوئی ہو تو بندہ آرام بھی کرے، محنت نہ کرے تو روٹی ملنا بھی بند ہو جائے...... اس کے بعد پورا بدن ہی اونگتا ہے، ہم کیا اونگتے ہیں۔

"ہوں...... خیر چاچا امام دین ایک بات کہوں آپ سے بڑی عجیب بات ہے اور آپ ہی اس کی صحیح خبر دے سکیں گے...... مجھے"۔

"کیوں کیا ہوا"۔

"چاچا امام دین آپ نے مجھ سے رات کی بات کا تذکرہ کیا تھا"۔

"کون سی بات کا؟"۔

"وہی جو آپ کا گھوڑا اڑ رہا تھا"۔

"ہماری معلومات تم سے بہت زیادہ ہیں...... حویلی طاہر علی گئے تھے کیا؟"۔

"وہیں سے تو آ رہا ہوں"۔

"کوئی بات تو نہیں پتہ چلی، کون بی بی تھی وہ، ویسے غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے ہمیں، پر ایسے ہی بس گھوڑا اڑ رہا تھا سسرا...... اس لئے ہم ذرا سوچ رہے تھے"۔

"چاچا امام دین حویلی میں ایک عجیب واقعہ ہو گیا ہے"۔

"ہیں امام دین چونک کر بولا"۔

"ہاں"۔

"کیا ہوا؟"۔

"چاچا وہ، اکرم میاں کو جانتے ہیں آپ؟"۔

"طاہر علی کے سب سے چھوٹے بیٹے نا"۔

"ہاں"

"کیوں نہیں جانتے، ویسے طاہر علی کے سارے بچے اچھے ہیں...... خود طاہر علی کون سے برے ہیں، اتنی بڑی حیثیت، اتنے بڑے زمیندار پر غرور نام کو نہیں، انسان کو انسان سمجھنے والے، سب سے اچھی طرح ملنے والے، تو پھر اکرم کو کیا ہوا؟"۔

"یہ آپ کو معلوم ہے کہ اکرم میاں کی تھوڑے دنوں پہلے شادی ہوئی تھی"۔

"ہاں زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں"۔

"چاچا امام دین، اکرم میاں کی بیوی کو کسی نے قتل کر دیا"۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے...... ابھی تو شادی ہوئی ہے"۔

"ہاں اُسی کی بات کر رہا ہوں"۔

"ارے بیٹا کیا کہہ دیا تم نے...... وہ تو بالکل ہی چھوٹی سی عمر کی لڑکی تھی"۔

"اور چاچا امام دین سب سے خوفناک بات یہ ہے کہ اُسے قتل کر کے الٹا لٹکا دیا گیا تھا، چھت کے کنڈے میں باندھ دیا گیا تھا اور اس کی گردن کاٹ دی گئی تھی اور مگر جس کمرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں اس کی لاش لٹکی ہوئی ملی ہے اس کے پاس نہ تو زمین پر خون کا ایک دھبہ ہے اور نہ اس لڑکی کی لاش میں...... مطلب یہ کہ اس کے بدن میں خون کا کوئی قطرہ نہیں ہے، ایسا لگتا ہے جیسے کہ پہلے اس کا خون پیا اور پھر گردن کاٹ دی یا گردن کاٹ کر سارا خون کسی برتن میں جمع کر لیا اور اس کے بعد غائب ہو گیا۔

چاچا امام دین کے چہرے پر دہشت کے نقوش منجمد ہو گئے تھے...... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری صورت دیکھتے رہے، پھر بولے۔

"بیٹا اگر مذاق کر رہے ہو تو اللہ کے واسطے ایسا مذاق اس کے بعد کسی اور سے نہ کرنا، کیا سمجھے، پہلی بات تو یہ کہ وہ لڑکی اسے ہم نے دیکھا ہے...... ارے کوئی غریب ہو یا امیر کون کسی سے کچھ مانگنے جاتا ہے۔ دل تو سب کا ہی ہوتا ہے...... ایک ماں کی لال ہے اور ایسا مذاق تو کسی طرح بھی اچھا نہیں ہوتا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا چاچا امام دین، مجھے تو فیاض نے بتایا ہے"۔

"مذاق تو نہیں کر رہا فیاض"۔

"اس میں بھی کوئی مذاق کی بات ہے" وہ بے چارہ خود پریشان تھا۔

"پہلی بات تو یہ حویلی میں قتل ہو گیا...... دوسری بات یہ کہ جو کچھ تم بتا رہے ہو، ایک کام نہ کریں، چاچا امام دین نے کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ایسا کریں تانگے میں بیٹھ کر چلتے ہیں...... تم بھی ساتھ چلو...... اب حویلی میں تو جائیں گے نہیں ہم، کون بھیا الجھن مول لے، پر دور دور سے ذرا دیکھیں گے...... ایسا کریں گے گھوڑے کے آگے چارہ ڈال دیں گے، پانی رکھ دیں گے، کسی نے اگر پوچھا بھی تو کہہ دیں گے کہ گھوڑا پیاسا تھا ذرا پانی وغیرہ پلا رہے تھے، مگر ذرا دور سے دیکھیں گے۔ قصہ کیا ہے، ہو سکتا ہے کسی سے معلومات حاصل ہو جائیں"۔

"ہوں، مگر چاچا چاچا امام دین آپ کا نقصان ہو گا"۔

"ہمارا نفع نقصان چھوڑو...... یہ بتاؤ کہ چل رہے ہو تم؟"۔

"لو میرا کیا ہے میں تو چلا جاؤں گا...... مجھے کون سی نوکری کرنی ہے"۔

"ارے تو بس ہمیں بھی اللہ کو جو کچھ دینا ہو گا وہ دے دے گا، اپنی تقدیر کا جو کچھ ہے وہ ل ہی جائے گا...... کسی نہ کسی طرح، آؤ چلیں ذرا دیکھیں تو سہی ویسے بیٹا دل دہل گیا، بات سی کی بھی ہو، دیکھنے والی بات یہ ہوتی ہے کہ ہوا کیا ہے؟"۔

بہر حال دلچسپی تو مجھے بھی تھی اور میں آ تو گیا تھا، وہاں سے لیکن دل چاہتا تھا کہ صورت حال معلوم کروں...... آپ کو ایک بات بالکل سچ سچ بتاؤں...... وہ بات یہ تھی کہ وہ سین آنکھیں اس وقت بھی میرے ذہن میں تھیں اور کچھ اور نہیں تو میں اپنا تجسس ہی رفع کر سکتا تھا، ان حسین آنکھوں کو دیکھنا چاہتا تھا ایک بار اور پھر چاچا امام دین کی بات کہ ان کا ھوڑا ڈر رہا تھا اور وہ عورت پرانی حویلی میں اتری تھی، میں چاچا امام دین کے ساتھ تانگے میں بیٹھ کر چل پڑا، چاچا امام دین اس دوران نا جانے کیا کیا باتیں کرتے رہے مگر میرے ذہن میں وہی منظر گھوم رہا تھا، چار بجے والی ٹرین سے اترنے والی برقعہ پوش خاتون اس کی حسین آواز، اس کے بارے میں چاچا امام دین کا بیان کیا تھا...... یہ سب کچھ کیا تھا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... حویلی سے کافی فاصلے پر ہم لوگ جا کھڑے ہوئے...... چاچا امام دین نے وہی کیا کہ ایک درخت کے نیچے پانی کی بالٹی رکھی، تھوڑی سی گھانس ڈالی اور اس کے بعد گھوڑے کی لگامیں چھوڑ دیں، پھر چاچا امام دین اور میں حویلی کی طرف دیکھنے لگے...... حویلی میں اچھا خاصا رش نظر آ رہا تھا، کچھ دیر کے بعد پولیس کی دو گاڑیاں بھی حویلی میں داخل ہوئیں اور چاچا امام دین ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔

آہ بات واقعی سچ ہی نظر آتی ہے...... کاش حویلی کے اندر کے معاملات کا پتہ چل سکتا، میں نے کوئی جواب نہیں دیا...... یہ تجسس میرے ذہن میں بھی تھا، تھوڑی دیر کے بعد میں نے چاچا امام دین سے کہا۔

"ایک بات کہوں چاچا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں بولو"۔

"آؤ ذرا پیدل حویلی کے پچھلے حصے کی طرف چلتے ہیں...... چاچا امام دین نے چونک کر

مجھے دیکھا اور بولے"۔

"مت ماری گئی ہے کیا"۔

"کیوں؟"۔

"پولیس آئی ہوئی ہے اور پھر حویلی کا وہ حصہ کھنڈر ہی سہی، لیکن ہے تو حویلی کا حصہ

کسی نے دیکھ لیا تو پوچھے گا کہ ہم وہاں کیا کر رہے ہیں، کیا جواب دو گے"۔

"چاچا اگر اصل صورت حال بتادیں تو"۔

"تم بتادو...... ہمیں تو معاف کردو بھیا...... ہم تو جارہے ہیں تانگہ کس کر...... تم اگر شوقین ہو تو ضرور بتادو...... ہم تو اپنی جان مصیبت میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہیں"۔

"نہیں نہیں چاچا جی وہ تو میں کہہ رہا تھا آپ سے، اصل میں آپ نے بھی میرے د میں عجیب سا وہم ڈال دیا ہے...... چلیں ٹھیک ہے، مگر دیکھیں تو سہی ہوتا کیا ہے"۔

"ارے اب کیا ہوگا...... پولیس چھان بین کرے گی، دوچار کو پکڑ کر لے جائے گی"۔

"چاچا جی ایک بات بتائیے "کیا یہ ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم رات کو چار بجے کی ر سے آنے والی کے بارے میں طاہر علی صاحب کو بتادیں"۔

"دیکھو ہم بتادیں گے، مگر پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ ہم کہیں گے اس پر کوئی یقی نہیں کرے گا، پھر لوگ یہ سوچیں گے کہ ہم آخر ایسی کہانی کیوں سنارہے ہیں کیا سمجھے ا اس کے بعد بات اگر پولیس کے کانوں تک پہنچ گئی تب پھر، پولیس ہمیں بلالے گی تھانے... تھانے دار صاحب کو تو کوئی نہ کوئی ملزم چاہئے ہوگا، ایسا کریں گے وہ کہ پہلے ہم دونوں م سے ایک کو الٹا لٹکائیں گے، چھت کے کنڈے سے پھر کاٹیں گے ہماری گردن، دوسرے۔ کہیں گے کہ پی اس کا خون اور ہم میں سے کسی ایک کا بدن خون سے خالی ہو جائے گا تو کہ گے دیکھا کیسا قاتل کو پکڑا یہی قاتل ہے...... چاچا امام دین نے ایسے انداز میں یہ ساری با

ہیں تھیں کہ میں بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ تو پورے مصنف ہیں چاچا امام دین"۔

"وہ کیا ہوتا ہے امام دین نے حیرت سے پوچھا؟"۔

"پوری کہانی لکھ ڈالی آپ نے"۔

"بھیا تجربے کی بات کہہ رہے ہیں، جو کہہ رہیں نا وہ غلط ثابت ہو جائے تو امام دین کی ردن کاٹ دینا تم ایسے ہی"۔

"چلئے چھوڑیئے...... اللہ مالک ہے، دیکھا جائے گا ویسے افسوس ضرور ہوا مجھے"۔

بہر حال ہم کافی دیر تک وہاں رکے رہے اور اس کے بعد چاچا امام دین نے کہا۔

"اب چلو دو ریلیں تو نکل گئی ہوں گی، ایک ریل تھوڑی دیر کے بعد آئے گی، ممکن ہے کوئی سواری مل جائے، میں نے گردن ہلادی اور چاچا امام دین کے ساتھ ریلوے اسٹیشن کی انب چل پڑا، لیکن ذہن میں شدید تجسّس تھا اور اس تجسّس کو رفع نہیں کیا جاسکتا تھا...... ہر حال تین چار دن تک کوئی بات نہیں ہوئی، بات طاہر علی کی حویلی کی تھی اور اس اچھی اصی بڑی بستی میں صرف طاہر علی کی حویلی ہی سب کچھ نہیں تھی اور بھی بہت کچھ تھا، جانے کہاں کہاں کیا کیا واقعات پیش آچکے ہوں گے...... اب یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ ہر گھر کے بارے میں معلومات حاصل کرتا پھروں...... ویسے بہت سی باتیں سوچنے کے لئے تھیں ر ریلوے کی بنچ پر جب تنہا ہوتا تھا اور دُور دُور تک سناٹا چھا جاتا تھا تو یہ تمام باتیں میرے ہن میں آتی تھیں...... فیاض نے بھی مجھ سے کچھ کہا تھا، وہ یہ کہ جسم ناکارہ ہو جاتا ہے اور تھ پاؤں کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اگر انسان کچھ نہ کرے تو واقعی اپنی زندگی ایک طرح سے باد ہی کر رہا تھا میں، لیکن اب کیا کروں، یہ بستی، یہ شہر چھوڑ کر کہیں جاؤں، نوکری کی اش میں کہیں نکلوں تو کیا اس شہر، اس بستی، اس آبادی کو بھول سکوں گا، جن لوگوں سے ابطے قائم ہوگئے ہیں، ان سے دامن چھڑا سکوں گا، ایک ہی بات ہو سکتی تھی، صرف ایک ہی ت...... وہ یہ کہ اپنا رجسٹریشن کرالوں اور قلی بن جاؤں، کیا حرج ہے رابطے تو ہوتے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہتے ہیں اور پھر اس سے بہتر بات اور کون سی ہو سکتی تھی، میں تو رہتا ہی ریلوے اسٹیشن پر اور بھی کئی قلی یہاں ہوا کرتے تھے، ان کے پاس کوئی نہ کوئی گھر تھا...... ایک دو ہی ایسے تھے بے گھر ہوں گے...... میں نے آخر کار ایک دن یہ اعلان کر دیا کہ میں قلی بننے کے لئے ہوں، رجسٹریشن کرنے والا ٹھیکیدار ایک ایسا آدمی تھا جس سے میری بھی شناسائی تھی، وہ سرکاری ہی ہوتا تھا اور بلا اسی سے لینا ہوتا تھا لیکن بہر حال کام ہو جایا کرتا تھا...... مجھے قل بلا ملا تو ان سب معصوم اور سادہ لوح لوگوں نے بڑی خوشی منائی...... ناچ رنگ، ڈھول ڈ ریلوے اسٹیشن پر خوب ہنگامہ کیا، چونکہ اسٹیشن ماسٹر اور دوسرے آفیسر بھی ا لوگ تھے۔ اسٹیشن ماسٹر یہ بات جانتا تھا کہ میں پڑھا لکھا آدمی ہوں، لیکن بہر حال وہ بھی بے بس آدمی تھا...... ایک دو بار اس نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ میں کسی نہ کسی طرح کو کر کے ریلوے میں ہی ملازمت حاصل کر لوں لیکن اس کوشش کے بارے میں وہ بھی کچھ بتا سکا تھا جس کے تحت مجھے ریلوے میں ملازمت مل سکتی، چنانچہ بے چارہ خاموش ہو کر تھا لیکن اب میرے قلی بن جانے سے وہ خاصا افسردہ نظر آ رہا تھا...... شام کو مجھ سے ملا کر کے بولا۔

"جلیس...... تم نے اچھا ہی کیا، جسمانی مشقت بھی بری چیز نہیں ہے۔ دکھ صرف سا ہے کہ تم مجھ سے زیادہ تعلیم یافتہ ہو"۔

"میں تو پھر مضبوط بدن کا مالک ہوں...... اسٹیشن ماسٹر صاحب بدن حرام خوری کا ہو جاتا تو آپ سمجھ لیجئے کہ آپ لوگ ہی مجھ پر تھوکتے، آخر کب تک ان کا کھاؤں"۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر یہاں بھی زیادہ آمدنی نہیں ہوگی تمہاری"۔

"جس شخص کی آمدنی ایک پیسہ بھی نہ ہو، جس کے دوست اسے کھلاتے پلاتے اسے جو بھی مل جائے گا کم از کم اپنا گزارا تو کر لے گا"۔

"ہاں رزق دینے والی تو اللہ کی ذات ہوتی ہے...... چلو ٹھیک ہے تم نے اچھا ہی کیا ختم ہو گئی، معمول کے مطابق زندگی گزرنے لگی، لوگوں کا سامان کندھے، بغل اور سر

کر لے جاتا تھا تو شروع شروع میں تو مزا ہی آ گیا تھا، گردن کی رگیں ٹیڑھی ہو گئی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قد چھوٹا ہوتا جا رہا ہو، لیکن آہستہ آہستہ عادت پڑ جاتی ہے اور بڑے سے بڑا وقت ٹل جاتا ہے...... بڑے سے بڑا وقت ٹل گیا، لیکن پھر ایک دن فیاض ریلوے اسٹیشن آیا تھا کسی کو لینے...... پھر اس نے مجھے دیکھا، میرے بدن پر قلی کی وردی دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا پھر وہ مسکرا کر بولا۔

"تو نوکری کر لی تم نے؟"۔

"کیوں کیا ہوا، میں مسکرا کر بولا؟"۔

"میں تو تمہیں پہچان ہی نہیں سکا تھا"۔

"اس میں تو میرا قصور نہیں ہے، ہو سکتا ہے تمہاری آنکھیں خراب ہوں، چشمہ لگوا لو"۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے مگر! مل جاتا ہے کچھ قلی کی نوکری میں"۔

"اس دن تم نے مجھے ذلیل کیا تھا اور کہا تھا کہ میرا بدن حرام خور ہو جائے گا، بس سمجھ لو اس دن سے دل کو لگ گئی، میں نے سوچا کچھ نہ کچھ تو کر ہی لوں"۔

"بڑا اچھا کیا بھیا"۔

"کہو ریلوے اسٹیشن کیسے آئے ہو؟"۔

"حفیظ خاں کے ساتھ آیا ہوں"۔

"کون حفیظ خاں"۔

"ڈرائیور ہے"۔

"کوئی کام تھا"۔

"ہاں...... مالک کے کچھ مہمان آ رہے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد وہ ٹرین آنے والی ہے نا، اس سے آئیں گے وہ، بس انہیں لینے کے لئے مالک نے ڈرائیور کے ساتھ بھیجا ہے"۔

"اچھا اچھا"۔

"تم تو اس دن کے بعد سے آئے ہی نہیں"۔

"لو...... کیا آتا یار تم نے خبر ہی ایسی دردناک سنا دی تھی"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آج تک پتہ نہیں چل سکا بھیا..... پولیس سر مار مار کر مر گئی، خیر طاہر علی صاحب نے ہم سب کی ضمانت لے لی تھی۔ انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ ان کا کوئی بھی ملازم ایسا نہیں ہے جس پر کسی طرح کا شبہ کیا جا سکے..... لڑکی کے گھر والے بھی شریف آدمی تھے، مگر بات نہ ان کی سمجھ میں آئی ہے اور نہ کسی اور کی..... اللہ ہی بہتر جانتا ہے کیا ہوا تھا، مگر ایسی موت کبھی دیکھی نہ سنی، کچھ پتہ نہیں چل سکا کہ بیچاری کو کس نے مارا اور کس نے اس کا خون چوسا"۔

"فیاض میں تم سے پھر وہی سوال کروں گا، جو شاید اس دن کیا تھا"۔

"کون سا سوال؟"۔

"اس رات حویلی میں کوئی نیا مہمان آیا تھا..... ایسا نیا مہمان جو پرانی حویلی میں اترا ہو"۔

"پرانی حویلی میں اترا ہو؟"۔

"ہاں"۔

"پرانی حویلی بھی کوئی اترنے کی جگہ ہے اور اگر کوئی مہمان آئے گا بھی تو پرانی حویلی میں اترے گا کیوں..... ویسے میرا خیال ہے، کوئی مہمان نہیں آیا، یہ بات تو مجھے اچھی طرح معلوم ہے، مگر تم نے یہ سوال کیوں کیا؟"۔

"بس یونہی دل چاہا تو پوچھ لیا..... میں نے جواب دیا اور فیاض عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا، پھر بولا"۔

"خیر یہ اتنی معمولی بات تو نہیں ہے یقیناً اس کے پیچھے کوئی اہم بات ضرور ہے"۔

"نہیں فیاض ایسی کوئی بات نہیں ہے، وہ دیکھو، شاید ریل آ رہی ہے..... میں نے کہا اور فیاض سب کچھ چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہو گیا، دور سے کالے رنگ کا انجن چلا آ رہا تھا اور قلی آہستہ آہستہ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ رہے تھے..... ہمارے درمیان ڈبے طے تھے اور مجھے بوگی نمبر گیارہ پر پہنچنا تھا، بہر حال ہم آہستہ آہستہ اپنی منزل کی جانب بڑھنے لگے اور ٹرین اپنی منزل کی جانب۔

☆.....☆

فیاض حویلی کا ملازم تھا، اُسے وہی کرنا تھا جو اس سے کہا گیا تھا اور اسی کام سے وہ یہاں تک آیا تھا..... میں تو صرف ایک بیکار سی چیز تھا جو میں نے اس سے اتنی فضول باتیں کی تھیں..... طاہر علی صاحب کے مہمان آگئے..... فیاض نے اپنا کام کر لیا اور اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے چلے بھی گئے..... بہت عجیب سی کیفیت تھی لیکن وہی بات ہے کہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا اور پھر حویلی طاہر علی سے میرا کوئی تعلق بھی نہیں تھا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ریلوے اسٹیشن پر موجود تمام قلی ایک طرح سے میرا خاندان بن گئے تھے، ان میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو بال بچوں والے اور گھر بار والے تھے، میں تو ایک تنہا آدمی تھا..... خاص طور سے بابا جمیل سے میری بڑی دوستی ہو گئی تھی اور میں ان سے بہت بے تکلف ہو گیا تھا..... ایک دوبار انہوں نے کہا بھی۔

"جلیس بیٹا یہاں ریلوے اسٹیشن پر زندگی گزارے جا رہے ہو..... اپنا گھر بار بناؤ، شادی کر لو، بال بچوں کے ساتھ رہو، اکیلی زندگی بھی کوئی زندگی ہے میں ہنسنے لگا، میں نے کہا۔

"بابا جمیل ایک بات بتائیے مجھے" آپ نے شادی کر لی ہے؟"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"بچے ہیں آپ کے؟"۔

"ہاں ہیں"۔

"کتنے بچے ہیں؟"۔

"تین..... دو بیٹے ہیں ایک بیٹی ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"چاچی بھی ہوں گی؟"۔

"ہاں وہ بھی ہے"۔

"یہاں آپ جو کچھ کماتے ہیں لے جا کر انہیں دے دیتے ہوں گے...... بابا جمیل ہنسنے لگا پھر بولا"۔

"تو پھر کماتا کس لئے ہوں بیٹا"۔

"نہیں وہ تو ٹھیک ہے...... مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی مسافر یہاں بہت کم آتے ہیں اور کسی کی کمائی نہیں ہوتی"۔

"رزق تو اللہ جتنا لکھتا ہے اتنا ہی ملتا ہے، زیادہ کیسے مل سکے گا بیٹا؟"۔

"باباجی شاید میں اپنی بات صحیح طور پر نہیں کہہ پارہا"۔

"نہیں میں سمجھ رہا ہوں جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو"۔

"کیا سمجھ رہے ہیں آپ، اچھا بتائیے؟"۔

"تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ آزاد زندگی سب سے اچھی ہوتی ہے...... "جورو نہ جاتا اللہ میاں سے ناطہ"۔

"بالکل بالکل یہی میں کہنا چاہتا تھا"۔

"دیکھو بیٹا عمر کے مختلف حصے ہوتے ہیں، جوانی میں انسان نا جانے کیا کیا سرکشی کرتا ہے، مگر جب بڑھاپا آتا ہے تو پھر سہاروں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور انسان بہر حال جینا چاہتا ہے چاہے کسی طرح جئے...... میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا تم" میں بھی جینا چاہتا ہوں اور جی رہا ہوں، مطلب یہ ہے میرا کہ ایک گھر بار تو ضرور ہونا چاہئے انسان کا، بوڑھے ہو جاؤ گے کس در پڑو گے، کس کے ساتھ ہنسو بولو گے...... ارے تم نہیں سمجھتے اس دنیا کو، وہ جو کہتے ہیں نا کہ ساری دنیا طاقت کی پجاری ہے...... بدن میں جان ہے تمہارے زیادہ سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتے ہو، بوڑھے ہو جاؤ گے تو ایک سوٹ کیس اٹھانا بھی مشکل ہو گا، بچے ہوں گے اور کچھ نہیں تو کم از کم روٹی تو دے ہی دیں گے"۔

"ہاں آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں، مگر میں آپ کو بتاؤں بابا جمیل کبھی کبھی انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ اور ہے...... کچھ نہیں ملتا اسے اور پھر زندگی موت کا کیا بھروسہ، انسان سے بہت کچھ چھن جاتا ہے، کوئی فائدہ نہیں ہوتا...... بابا جمیل، بس آپ یوں سمجھ لیں کہ دل بہلانے کے لئے سب کچھ ٹھیک ہے ورنہ کچھ بھی نہیں ہے...... انسان کے لئے، میری ماں نے مجھے آخر تک یہ نہیں بتایا کہ وہ کینسر کی مریض ہے"۔

"کینسر کی"۔

"ہاں...... وہ اپنا سب کچھ بیچ کر میرا مستقبل بنانے کی کوششوں میں مصروف رہی، میرا مستقبل جو بنا وہ آپ کے سامنے ہے...... وہ بیچاری اپنی جان سے گئی"۔

"دیکھو بیٹا ایمان اتنے کمزور ہو چکے ہیں انسان کے کہ اللہ کو تو وہ بھول ہی گیا ہے۔ لکھ دیا گیا ہے کہ کسے دنیا میں کتنے وقت کے لئے بھیجا گیا ہے اور کیسے کب واپس جانا ہے...... ماں کو جانا تھا اسی طرح جانا تھا، مجال ہے اس کائنات میں رہنے والے کسی اور کی کہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو زندگی سے محروم کر دے یا کسی کی زندگی بچا لے...... ٹھیک ہے تمہارے دل پر ماں کا داغ لگا ہے، مگر ہونا یہی تھا بیٹا...... فرض کرو تمہاری ماں نے تمہیں کتنی محنت کر کے پڑھایا...... تم کامیاب ہو گئے...... بہت سی دولت کما لیتے، تم لکھ پتی کروڑ پتی بن جاتے، تم اور پھر تمہاری ماں کو کینسر ہو جاتا تو؟" بچا سکتے تھے تم اسے...... ارے بابا یہ تو تم کینسر کی بات کر رہے ہو، اچھے خاصے جوان ریل میں سفر کر رہے ہوتے ہیں، کوئی کھمبے سے ٹکرایا گرا اور مر گیا، کسی کو کچھ اور ہو گیا، کیوں...... ان لوگوں کو تو کینسر نہیں ہوتا نا۔

نجانے کیوں بابا جمیل کی اس بات کا میں کوئی جواب نہیں دے سکا تھا، بات تو بالکل درست تھی واقعی موت سے تو کوئی فرار ممکن ہے ہی نہیں...... میں خاموش ہو گیا تھا بابا جمیل نے کہا۔

"دیکھو بیٹا ویسے تو تمہاری مرضی ہے، جب کوئی بڑا کسی چھوٹے کے پاس ہوتا ہے تو اپنے تجربوں کی روشنی میں اس سے کچھ کہتا ہی ہے...... میں تم سے بس یہ بات کہہ رہا تھا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی اچھا سا گھر دیکھو اور شادی کرلو۔

"نہیں بابا اس اسٹیشن پر بہت کم لوگ اترتے ہیں...... مجھے روٹی کے لئے پیسے چاہئے ہوتے ہیں...... شادی کرلوں گا تو بیوی روئے گی بچے بھی روئیں گے، کیا فائدہ مجھے کچھ لوگوں کو رلانے سے وہ جو میرے حصے میں آئے گی اچھا ہے کسی اور ایسے شخص کے حصے میں جائے جو اسے ڈھنگ سے کپڑا پہنا سکے، گھر دے سکے...... روٹی کھلا سکے، بابا دنیا بہت بری جگہ ہے، میں جس محلے میں رہتا تھا نا وہاں سارے لوگ بڑے ہمدرد، بڑے اچھے، بڑی محبت کرنے والے تھے پر...... ! میری ماں نے جو ان سے میرے اوپر قرض لیا تھا نا اس کے نتیجے میں میرا مکان ان لوگوں نے لے لیا اور ٹھیک کیا، جو کچھ ان کا تھا واپس تو ہونا ہی تھا نا، بابا جمیل آپ لوگوں کے درمیان بہت اچھی زندگی گزر رہی ہے، ہاں اگر کبھی اس زندگی سے دل اکتایا تو سوچ لوں گا کچھ......"

بات آئی گئی ہوگئی...... زندگی کا سفر جاری رہا، کافی دن گزر گئے...... کبھی کبھی بس طاہر علی کے مہمان آتے جاتے رہتے تھے تو فیاض وغیرہ سے بھی ملاقات ہو جاتی تھی، کوئی چار پانچ مہینے گزر گئے...... ایک دن فیاض مجھے ملا، کسی کام سے آیا تھا، میں نے کہا۔

"کیوں کوئی مہمان آرہا ہے طاہر علی صاحب کا؟"۔

"نہیں جی...... آج بس ذرا کچھ سامان آرہا تھا...... ریلوے سے بک کرایا تھا صاحب نے، بس وہ مجھے لے کر جانا ہے"۔

"ہوں...... ٹھیک...... اور سناؤ حویلی میں کیسی گزر رہی ہے"۔

"ٹھیک ہے کوئی خاص بات نہیں ہے ویسے اکرم میاں نے کام کر دکھایا"۔

"کیا...... میں چونک کر بولا"۔

"دوسری شادی کرلی انہوں نے"۔

"اوہو اچھا، تو اس میں کیا کام کر دکھایا؟"۔

"ماں باپ کی مرضی کے بغیر کرلی، حویلی میں اچھا خاصا ہنگامہ رہا ہے"۔

"ہوں...... تو یہ کام دکھایا ہے انہوں نے"۔

"ہاں"۔

"اچھا وہ جو پہلی بیوی کا انتقال ہوا تھا، اس کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟"۔

"بالکل پتہ نہیں چلا"۔

"پولیس تو آئی تھی؟"۔

"ہاں آئی تھی"۔

"تو پولیس نے کیا کہا؟"۔

"پولیس بیچاری کیا کہتی، تفتیش ہوئی، لاش لڑکی کے گھر والے لے گئے، طاہر علی صاحب تو خیر بہت اچھے آدمی ہیں، مگر جب رابطہ ہی ٹوٹ گیا تو پھر وہ بیچارے کیا کرتے، بہر حال پھر تو بعد میں پولیس بھی نہیں آئی...... اکرم میاں نے جو شادی کی ہے وہ اپنی پسند سے کی ہے، کوئی ایسی لڑکی تھی جس سے پہلے کبھی ان کے تعلقات تھے اور بس اکرم میاں کسی کام سے گئے نکاح کرلیا...... بیوی کو لے آئے...... پہلے نوکروں کے کوارٹروں میں رکھا پھر ماں باپ سے کہا کہ انہوں نے شادی کرلی ہے، آخر کار قبول کرلیا گیا اس کو، اب حویلی میں ہی رہتی ہے۔

"ہوں...... بڑے لوگوں کے بڑے کھیل ہوتے ہیں، بھائی اور پھر کیا کرتے اکرم میاں، بغیر بیوی کے تو رہ نہیں سکتے تھے نا، شادی تو کرنی ہی تھی انہیں"۔

"ہاں...... مگر نسیم بیگم تھیں اچھی"۔

"نسیم بیگم؟"۔

وہی اکرم میاں کی بیگم، اچھی عادت کی تھیں بیچاری، بڑی پیاری شکل و صورت کی مالک تھیں، میں نے تو کئی بار انہیں دیکھا تھا، ہر ایک سے نرمی، محبت اور اخلاق سے پیش آتی تھیں۔

"اچھے لوگ ہی اس دنیا سے اتنی آسانی سے چلے جاتے ہیں...... اچھا یار ویسے ایک بات بتاؤ؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں پوچھو؟"۔

"وہ پرانی حویلی میں جو مہمان اترا تھا...... اس کے بارے میں آج تک کچھ نہیں پتہ چل سکا"۔

فیاض ہنسنے لگا پھر بولا۔

"تم پر بھی کبھی کبھی سنک سوار ہو جاتی ہے، پرانی حویلی، پتہ نہیں کیوں تمہارے دماغ پر چڑھ گئی ہے...... پہلی بات تو یہ کہ وہاں کسی مہمان کے اترنے کی گنجائش ہی نہیں ہے اور پھر وہاں ایک بھی تو کمرہ نہیں ہے جو سلامت ہو، وہاں کوئی کیوں اترے گا اور پھر بات اتنی پرانی ہو گئی کہ آج تک بھائی ہم نے پرانی حویلی میں تو کسی کو دیکھا تک نہیں"۔

"ہوں...... ویسے پیچھے سے پرانی حویلی نئی حویلی سے ملی ہوئی ہے نا؟"۔

"ہاں ملی ہوئی ہے، مگر جو دروازے پرانی حویلی میں کھلتے ہیں نا، طاہر علی صاحب نے ان کی مرمت کرادی ہے۔ پرانی حویلی جانے کا راستہ پیچھے سے ضرور ہے لیکن بڑے دروازے میں یہ بڑا سا تالا پڑا رہتا ہے، کوئی ادھر کا رخ بھی نہیں کرتا، بلکہ پچھلے دنوں تو اکرم میاں کہہ رہے تھے کہ پرانی حویلی کا ملبہ صاف کرادیا جائے...... کسی کمپنی کو ٹھیکہ دے دیا جائے...... اینٹیں اٹھا کر لے جائے، ویسے ایک بات کہوں...... "پرانی حویلی میں اگر کوئی غور سے تلاش کرے تو اس میں بہت ساری ایسی قیمتی چیزیں مل جائیں گی جو بڑے مہنگے داموں بک سکتی ہیں...... کوئی پوچھنے والا نہیں ہے...... اللہ جب کسی کو کچھ دے دیتا ہے نا تو اس کا دل بھی سیر ہو جاتا ہے...... یہی کیفیت ان لوگوں کی بھی ہے...... زمینوں کی کمائی آ رہی ہے، کسی کو کسی چیز کی نہ پرواہ ہے اور نہ ضرورت"۔

"ہاں یہ بھی تم ٹھیک کہہ رہے ہو، چلو خیر میں نے کہا اور بات ٹل گئی، لیکن ایک دن بابا جمیل سے باتیں کرتے ہوئے میں نے فیاض کی باتیں انہیں بتائیں تو بابا جمیل گہری سوچ میں ڈوب گئے پھر انہوں نے کہا۔

"جلیس ایک بات کہوں بیٹا...... برا تو نہیں مانو گے"۔

"نہیں بابا جمیل...... آپ میرے بڑے ہیں، کیا بات ہے کہئے"۔

"وہ حویلی کی بات کہی تھی نا تم نے؟"۔

"ہاں"۔

کیوں نہ ہم اس حویلی میں ایسی چیزیں تلاش کریں جو قیمتی ہوں اور اگر اچھے داموں بک ئیں تو بڑا کام بن جائے گا، میں تمہیں بتاؤں بڑی ضرورت ہے مجھے پیسوں کی، جیسے زندگی ۔رتی ہے تم نہیں جانتے...... بڑا قرضہ ہو گیا ہے مجھ پر سسرال والوں کا، طنز کرتے ں۔ بڑی حویلی، میرا مطلب ہے پرانی حویلی میں جو سامان پڑا ہوا ہے اسے کوئی ہاتھ نہیں نا اگر ہمیں وہاں سے کچھ مل جائے، اصل میں تو تمہیں کچھ پتہ نہیں ہوگا، طاہر علی صاحب را خاندان بڑی حیثیت کا مالک تھا۔ بہت کچھ چھوڑا تھا انہوں نے اور یہ جو بڑے لوگ تے ہیں نا انہیں کس چیز کی پرواہ ہوتی ہے...... اللہ کا دیا سب کچھ ہی ہوتا ہے ان کے پاس، ہم...... ہماری زندگی جیسی ہوتی ہے تمہیں پتہ ہے۔

"تو بابا جمیل کیا ہمیں وہاں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی؟"۔

"تم نے دیکھی نہیں ہے پرانی حویلی، ارے بھائی ادھر تو پرندہ بھی پر نہیں مارتا خالی پڑی ہوئی ہے...... پیچھے سے اگر ہزار آدمی بھی وہاں جا کر رہنے لگیں تو نہ طاہر علی صاحب ئی اعتراض ہوگا نہ کوئی غلط کام ہے"۔

"تو پھر کیا خیال ہے...... میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا، لیکن اگر کبھی موقع ملا تو دیکھیں گے"۔

"ٹھیک ہے بنالیں گے کبھی پروگرام، میں نے کہا اور بات آئی گئی ہو گئی...... غالباً چار یا ن گزر گئے تھے، ان باتوں کو ایک رات جب میں بنچ پر لیٹا، سب جا چکے تھے بس کچھ ایسے تھے جو رات کی ٹرینوں پر بھی کام کر لیا کرتے تھے، جبکہ رات کو تین ٹرینیں یہاں رکا کرتی ...... ایک چار بجے اور اس سے پہلے گیارہ اور بارہ بجے، چار بجے والی ٹرین کے لئے بہت کم رہا کرتے، کون اپنی رات کالی کرے...... ہاں میری طرح کے جو لوگ تھے وہ کبھی کبھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاگ جایا کرتے تھے...... میں خود بھی کبھی چار بجے جاگ کر ایک آدھ سواری کا سامان اٹھا کرتا تھا...... اس دن نیند نہیں آ رہی تھی...... نا جانے کیوں سوچتے سوچتے دل میں پرانی حو کا خیال آیا...... میں نے سوچا کہ کیوں نہ پرانی حویلی کو ایک بار دیکھا جائے...... دولت میں کبھی تلاش نہیں کی تھی، لیکن بابا جمیل جس قدر ضرورت مند انسان تھا، اگر حویلی سے وا کوئی ایسی چیز حاصل ہو جائے تو کیوں نہ بابا جمیل کے لئے کوشش کی جائے...... یہ خیال میں جڑ پکڑ گیا...... آج تو خیر نہیں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ کل خاموشی سے رات کے ابتد حصے میں حویلی کا جائزہ لوں گا، لیکن اس کے لئے کچھ سامان ضروری تھا...... پیسے اچھے خا بچ جایا کرتے تھے...... بابا جمیل جیسی شخصیت جیسے دوسرے لوگوں کی تھوڑی بہت مدد کر دیا کرتا تھا...... میرا کیا تھا کپڑے تھے، روٹی بھی تھی...... اللہ کا فضل تھا، بس دل میں خیال جڑ پکڑ گیا اور میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ کل حویلی میں جاؤں گا۔

دوسرے دن صبح میں نے ریلوے اسٹیشن چھوڑ دیا...... کپڑے تبدیل کئے اور اس بعد بازار میں نکل آیا...... تیز روشنی والی ایک ٹارچ خریدی، کچھ اور ایسی چیزیں لیں؛ آسکتی تھیں اور اس کے بعد واپس آ گیا...... ساڑھے گیارہ بجے والی ٹرین نپٹا کر میر خاموشی سے کپڑے بدلے اور پرانی حویلی کی جانب چل پڑا...... ڈر، دہشت کا تو خیر کوئی دل میں تھا نہیں...... پہلے کبھی کسی ایسے واقعے سے کوئی واسطہ ہی نہیں پڑا تھا، چنانچہ میں کی جانب چل پڑا۔

فطری تجسس کی بات تھی اور پھر ایک ایسا مقصد بھی جس میں تھوڑے سے ا جذبوں کا دخل تھا...... ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ مجھے کیا پڑی تھی کہ کسی خوفناک جگہ گھسا اور اپنی زندگی خطرے میں ڈالتا...... بس یہ سمجھ لیا جائے کہ طبیعت میں ایک جولانی آ ہو گئی تھی...... فاصلہ کافی تھا، بہت دیر میں طاہر علی کی حویلی پہنچا...... سامنے کے حصے روشنیاں بھی تھیں اور پہریدار اپنی جگہ مستعد نظر آ رہے تھے...... طاہر علی بہت دولت آدمی تھے اور میں نے بس ان کے قصے ہی سن رکھے تھے...... میں سامنے کے حصے سے

عقبی حصے کی طرف پہنچ گیا...... پتہ نہیں کیا قصہ تھا...... اکرم میاں نے دوسری شادی کر لی تھی اور وہ بیچاری پہلی بیوی، اس کی موت حرام موت ہی ہو گئی تھی، چاچا امام دین نے کم از کم مجھ سے یہ بات غلط نہیں کہی ہو گی کہ اس رات کو اترنے والی وہ پراسرار عورت پرانی حویلی میں اتری تھی۔ نجانے کیوں اس دن سے آج تک میرے دل میں پرانی حویلی کو جاننے کا خیال باقی رہا تھا...... آخر پرانی حویلی کا راز کیا تھا...... پھر میں اس حویلی کے پاس پہنچ گیا...... کہیں کہیں چھتیں ستونوں پر سائبان بنائے ہوئے تھیں، لیکن ان میں بھی سوراخ تھے۔ اینٹوں کے ڈھیر بہت وسیع علاقے میں پڑے ہوئے تھے۔ حویلی کی اینٹوں پر سے گزر کر میں اندر داخل ہوا چونکہ آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا اور ستارے کھلے ہوئے تھے...... اس لئے ٹارچ روشن کرنے کی ضرورت بھی نہیں پیش آئی تھی۔ ماحول صاف نظر آ رہا تھا اور پہلی بار دل میں ایک ہلکی سی کپکپاہٹ کا احساس ہوا تو میں نے خود ہی مسکراتے ہوئے سوچا کہ انسان دنیا سے کتنی بھی قطع تعلقی کا اظہار کرے لیکن اگر اس کے دل میں خوف کا بسیرا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ جینے کی آرزو سینے میں پل رہی ہے...... حادثے ذہنی طور پر نجانے کیسے کیسے احساسات میں مبتلا کر دیتے ہیں، لیکن آخر کار زندہ رہنے کی آرزو دل میں پیدا ہو ہی جاتی ہے...... بابا جمیل ایک طرح سے ٹھیک ہی کہتا تھا...... تنہا زندگی میں انسان اپنے آپ کو کتنا ہی مطمئن سمجھ لے لیکن ایک محرومی کا احساس ہمیشہ رہتا ہے...... جگہ جگہ حویلی کی اینٹیں میرے پیروں کے وزن سے نیچے ہو جاتی تھیں اور اپنا بیلنس سنبھالنا پڑتا تھا۔

چھتوں کے سائبان بڑے مخدوش تھے، ذرا سی آہٹ سے اوپر سے مٹی جھڑنے لگتی تھی، لیکن بعض جگہیں مضبوط بھی تھیں...... کہیں برجیاں بنی ہوئی تھیں، ایک بار اینٹوں پر سے میرا پاؤں پھسلا تو انتہائی بھیانک آوازیں ابھری تھیں اور ایک لمحے کے لئے دل اچھل کر حلق میں آ گیا...... چاروں طرف سے یوں محسوس ہوا تھا جیسے لاتعداد پراسرار روحیں مجھ پر لپک پڑی ہوں، میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھا اور پھر مجھے افسوس ہونے لگا۔

ے کبوتر تھے جنہوں نے وہاں بسیرا کیا ہوا تھا اور اس وقت میری مداخلت سے چونک کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھاگ نکلے تھے، تعداد اچھی خاصی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں ان سے معذرت ک... ٹارچ کی روشنی ڈال کر اوپر دیکھا۔ اینٹوں میں کچھ ایسے خلاء بنے ہوئے تھے جن میں کبوترو نے اپنے گھونسلے بنا رکھے تھے...... بیچارے میری وجہ سے پریشانی کا شکار ہوئے تھے، میں وہا سے نکل آیا اور اس کے بعد دوسرے حصوں کی جانب قدم بڑھا دیئے...... فضول بکواس کر تھا فیاض اور بلاوجہ حماقت کا شکار ہو گئے تھے بابا جمیل، بے وقوفی کی بات تھی جس پر میں۔ بھی بھروسہ کر ڈالا تھا...... ارے بھائی اس نازک زمانے میں کوئی اپنی کیل تک پھینکنا پسند نہی کرتا...... طاہر علی صاحب کتنے ہی دولت مند ہوں، کچھ بھی ہو، بھلا کون اپنی قیمتی چیز کہ رہنے دیتا ہے۔ بس یار لوگ قصے کہانیاں سنانے بیٹھ جاتے ہیں۔

کوئی بیس منٹ تک میں حویلی کے مختلف حصوں میں چکراتا رہا، مجھے تو کہیں ٹوٹی ہ کرسی کا کوئی ٹکڑا بھی نہیں ملا تھا، لیکن پھر اچانک ہی ایک احساس نے مجھے اپنی جانب متو کر لیا۔ یہ احساس غلط نہیں تھا۔ اب تک میں حویلی کے ماحول اور اپنے خیالات میں کھویا ہ تھا...... اس لئے میں نے غور نہیں کیا تھا، لیکن اب جو غور کیا تو مجھے فوراً ہی یہ احساس ہوا ا حویلی میں کوئی پراسرار بات ضرور ہے، کبوتر یہاں تھے، لیکن کبوتروں کے اڑنے سے اینٹی نہیں کھسکتیں، میرے اپنے قدموں کی آواز کے علاوہ ایک آواز مجھے بہت دیر سے مسلس آ رہی تھی، بالکل ایسی ہی آواز جیسی میرے قدموں سے پیدا ہو رہی تھی، میں نے تو اب ت یہی سمجھا تھا کہ چونکہ میرے پیروں تلے اینٹیں آ کر کھسک رہی ہیں...... یہ میرے قدموں کی آواز ہے، لیکن نہیں جناب اب یہ احساس ہوا تھا کہ کوئی اور آواز بھی ہے جو تعاقب کر رہی ہے اور یہ کوئی جانور وغیرہ نہیں ہو سکتا...... جانور ہوتا تو اس طرح خام سے میرا تعاقب کیوں کرتا، تو پھر کون ہو سکتا ہے۔

اچانک ہی میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئی تھیں، خوف کا ایک احساس سارے پر مسلط ہو گیا تھا، کون ہے، کیا ہے، ارے باپ رے، کہیں کسی مصیبت میں نہ گ ہو جاؤں...... دل نے خوف کا احساس دلایا، لیکن پھر اچانک ہی اندر سے ایک لہر سی ابھر

ہو گا زیادہ سے زیادہ، کوئی حملہ کر دے گا، نقصان پہنچا دے گا، زخمی ہو جاؤں گا...... پھر کس پر اثر پڑے گا، کون پریشان ہو گا، بیکار باتیں ہیں سب، جو ہو گا دیکھا جائے گا، جب یہاں تک آیا ہوں تو ہمت سے کام لینا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ تعاقب کرنے والا کون ہے...... کوئی ہے بھی یا نہیں، صرف وہم ہی تو نہیں ہے...... اس احساس نے دل کو تقویت بخشی اور میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

پھر پوری ذہانت کے ساتھ میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا، ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے چھپ کر باہر کا جائزہ لے سکوں، ذہن اب پوری طرح جاگ رہا تھا اور خوف کافی حد تک کم ہو گیا تھا...... کوئی وجہ نہیں ہے خوف کی، زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا، جو ہو گا اس کے لئے تیار تھا...... چنانچہ ایک دیوار کی آڑ میں اس طرح پوشیدہ ہوا کہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے اور اس کے بعد اس طرح اپنے آپ کو ساکت کر لیا کہ سانسوں کی آواز تک نہ پیدا ہونے دی۔ اگر کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے تو تجسس کا شکار ہو کر سامنے آئے گا...... یہ سوچے گا کہ میں کہاں چلا گیا اور اس وقت میں اسے دیکھ سکوں گا، حالانکہ دیوانگی تھی، خوفزدہ ہونا چاہئے تھا مجھے...... لیکن یا تو فطرت میں دلیری تھی یا اس وقت ذہن پر یہ بات سوار ہو گئی تھی کہ حویلی کا راز جانے بغیر نہیں رہوں گا، جہاں تک کسی چیز کا مسئلہ تھا تو یہ سب اب تک حماقت ہی ثابت ہوئی تھی، کچھ نہیں تھا یہاں کچھ بھی نہیں تھا، بکواس تھا سب کچھ، صرف لوگوں کی قیاس آرائیاں، دنیا بڑی چالاک ہے بھائی۔

میں انتظار کرنے لگا، دو منٹ، پانچ منٹ، دس منٹ اور اس کے بعد طبیعت میں پھر تبدیلی پیدا ہوئی، انسان بڑی بے وقوف چیز ہے اپنے خیالات کے نجانے کیسے کیسے بت تراش لیتا ہے اور نجانے کیا کیا سوچنے لگتا ہے، بلاوجہ میں نے وہم میں آ کر یہاں اتنا وقت گزار دیا...... حویلی میں نہ تو کوئی قیمتی ساز و سامان پڑا ہوا ہے اور نہ اس وقت جو احساس میرے دل میں جاگا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے...... جھک مارنے سے کوئی فائدہ نہیں، اب خاموشی سے یہاں سے نکل چلا جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی جگہ سے ہلنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک ہی اس راستے پر قدموں کی چاپ دی جس سے گزر کر میں خود یہاں تک آیا تھا اور میرے کان اس آہٹ کا جائزہ لینے لگے آہ تھا کوئی، کوئی یقیناً تھا...... پھر میں نے ایک سایہ دیکھا...... ایک انسانی جسم جو اس حصے نمودار ہوا تھا جس حصے سے گزر کر میں یہاں تک آیا تھا...... میرے بدن پر کپکپی سی ہو گئی تھی۔

☆......☆

مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے بدن کی قوتیں اچانک ہی ختم ہو گئی ہوں...... پاؤں جس جگہ تھے وہاں سے آگے نہ بڑھ سکے، پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا...... بس ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے میں اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکوں گا...... میری وحشت زدہ نگاہیں سامنے کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں اب اس سائے کو گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا...... سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں ملبوس کوئی میری ہی طرف چلا آ رہا تھا...... کالا لباس بدن پر لہرا رہا تھا اور اس کی بناوٹ کچھ عجیب سی تھی، اس بناوٹ سے نسوانی نقوش اس طرح نمایاں تھے کہ دل کی دھڑکنوں میں خود بخود اضافہ ہو جائے...... لباس بھی غالباً ساٹن کا تھا اور ساٹن کا چمکدار لباس ویسے بھی اگر چست ہو تو بدن کے حصوں کو نمایاں کرتا ہے۔ یہ لباس بے شک چست تو نہیں تھا لیکن آنے والی شخصیت کا اٹھتا ہوا ہر قدم ان نقوش کو نمایاں کر رہا تھا جو نوجوان دلوں میں دھڑکنوں کا شدید اضافہ کر دیتے ہیں۔ میں ان احساسات سے دور نہیں تھا، وہ جو کوئی بھی تھا میرے قریب آ گیا اور میں کوشش کے باوجود اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکا...... پورے سیاہ لباس میں صرف ایک سفید پٹی نظر آ رہی تھی اور یہ سفید پٹی اس نقاب کا ایک کھلا ہوا حصہ تھی جو آنے والی شخصیت کے چہرے پر پڑا ہوا تھا، یعنی پیشانی بھی نقاب سے ڈھکی ہوئی تھی اور چہرہ بھی، صرف آنکھوں کی جگہ کھلی ہوئی تھی...... اچانک ہی میرا دل ایک بار پھر بڑی شدت سے دھڑکا...... ریلوے اسٹیشن پر اترنے والی وہ شخصیت مجھے یاد آ گئی...... یہ آنکھیں تو شاید میں زندگی کے کسی حصے میں نہیں بھول سکتا تھا، ان آنکھوں کا سحر تو انسان سے اس کے حواس چھین لیتا تھا۔ آہ یہ وہی آنکھیں تھیں جنہیں میں نے اس دن ریلوے اسٹیشن پر دیکھا تھا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے بعد سے وہ میرے ذہن پر بری طرح چپکی ہوئی تھیں...... شاید یہ انہی آنکھوں کا سحر تھا جو مجھے پرانی حویلی پر اترنے والی کسی حسینہ کی یاد دلاتا رہتا تھا...... وہ یہیں موجود تھی، بابا امام دین نے غلط نہیں کہا تھا، اب وہ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی تھی اور میں سحر زدہ سا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا...... پھر وہی ترنم بھری آواز ابھری۔

"کیا کر رہے ہو یہاں؟"۔

"ایک لمحے تک میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی، لیکن پھر اچانک ہی مجھے اپنی بزدلی کا احساس ہوا...... یہ مردوں کی شان تو نہیں ہے کہ دہشت زدہ ہو کر اپنے ہوش و حواس ہی کھو بیٹھیں، میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا"۔

"کچھ نہیں"۔

"کیوں آئے ہو؟"۔

"یہاں آنا منع تو نہیں ہے؟"۔

"بے شک منع نہیں ہے لیکن پھر بھی کسی جگہ آنے کی کوئی وجہ تو ضرور ہوتی ہے"۔

"کیا آپ اس بات پر اعتراض کرنا چاہتی ہیں؟ میں نے سوال کیا اور مجھے ہنسی سنائی دی پھر آنے والی شخصیت نے کہا۔

"لڑ رہے ہو مجھ سے؟"۔

"بالکل نہیں"۔

"تمہارے انداز میں سختی ہے؟"۔

"اس کی وجہ ہے"۔

"کیا وجہ ہے؟"۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم مجھ سے سختی کے ساتھ یہ سوالات کر رہی ہو؟"۔

"ارے...... کیا میں نے تلخ لہجہ اختیار کیا ہے؟"۔

"تلخ لہجہ تو اختیار نہیں کیا لیکن تم پوچھ رہی ہو کہ کیا کر رہے ہو یہاں؟"۔

"یہ پوچھنا گناہ ہے؟"۔

"نہیں...... میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ٹوٹی حویلی ہے، کوئی بھی یہاں آسکتا ہے، کیونکہ اس کے تمام حصے کھلے ہوئے ہیں"۔

"ڈر نہیں لگتا تمہیں؟"۔

"کس بات سے؟"۔

"اتنی رات ہو چکی ہے اور تم اس ویران اور ٹوٹی حویلی میں کسی آوارہ روح کی مانند بھٹکتے پھر رہے ہو؟"۔

"انسان کے اپنے اپنے شوق ہوتے ہیں"۔

"تو یہ آپ کا شوق ہے جناب، اس بار اس کے لہجے میں کچھ شوخی سی تھی"۔

"آپ سمجھ سکتی ہیں، میں نے بھی شرافت سے جواب دیا"۔

"اچھا بابا اچھا چلو نہیں پوچھتی...... برا مانے جا رہے ہو، ویسے آدمی بہادر ہو کوئی دوسرا ہوتا تو ڈر جاتا"۔

"بس انسان زیادہ سے زیادہ اپنی موت سے ڈرتا ہے نا اور مجھے موت سے کوئی ڈر نہیں لگتا"۔

"کیوں؟"۔

"پھر وہی سوال؟ کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ بھئی ہر شخص کی ایک فطرت ہوتی ہے"۔

"اچھے لگے ہو تم مجھے"۔

"کیا واقعی؟"۔

"ہاں...... اگر کوئی تمہاری جگہ دوسرا ہوتا نا تو خوف، دہشت سے کانپ رہا ہوتا...... اس کے منہ سے آواز نہ نکل رہی ہوتی، لیکن تم بڑے سکون کے ساتھ مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔

"مجھے واقعی آپ سے کوئی ڈر نہیں لگ رہا"۔

"اچھا آؤ ادھر آؤ، ادھر بیٹھنے کی جگہ ہے وہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے"۔

اس نے مجھے پیشکش کی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کو ایک حقیقت بتاؤں...... وہ یہ کہ میرے دل کی کیفیت تو بے حد خراب تھی اندر سے تو یہ احساس تھا کہ باپ رے باپ کہیں کوئی لمبا جھگڑا نہ کھڑا ہو جائے...... کون شخصیت ہے یہ، بابا امام دین نے یہ کہہ کر ڈرا دیا تھا کہ اس رات جب وہ ریلوے اسٹیشن پر اتری تھی اور بابا امام دین اسے اپنے تانگے میں بیٹھا کر لے گئے تھے تو گھوڑے نے عجیب و غریب طریقہ کار اختیار کیا تھا...... بابا امام دین کا کہنا تھا کہ وہ کوئی بری روح تھی لیکن اگر وہ بری روح تھی تو اس وقت یہاں کیا کر رہی ہے...... میرے ذہن میں اس کے بارے میں بہت سے سوالات تھے اسی دن سے اس الجھن میں پڑ گیا تھا جس دن سے اسے دیکھا تھا...... آج میں ان سوالات کے جواب چاہتا تھا، اس لئے میں نے اپنے اندر کی تمام قوتوں کو جمع کر لیا تھا، لیکن پھر بھی آپ کے سامنے یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر آواز پر قابو پانے کی مشق نہ ہوتی تو میری آواز بھی کپکپا رہی ہوتی اور جب میں اس کے ساتھ اینٹوں کے ڈھیر پر سے گزرتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں وہ مجھے لے جانا چاہتی تھی تو آپ یقین کیجئے کہ مجھے اپنے آپ کو سنبھالنے میں بڑی دقت پیش آئی تھی، جبکہ میں محسوس کر رہا تھا جیسے اینٹوں پر اس کے قدم ہی نہ پڑ رہے ہوں اور وہ اتنی آرام اور سبک روی سے یہ راستے طے کر رہی تھی...... جیسے اینٹوں پر اس کے بدن کا بوجھ پڑ ہی نہ رہا ہو، آخر کار ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ایک ٹوٹی ہوئی دیوار تھی...... یہ دیوار زیادہ سے زیادہ تین فٹ اونچی تھی اور اتفاق کی بات یہ کہ بالکل صاف ستھری تھی وہ گھوم کر ایک دائرے کی شکل اختیار کر گئی تھی، پتہ نہیں کیا ہو گی...... پہلے یہ، وہ دیوار کے قریب پہنچ گئی اور بولی۔

"کیسی صاف ستھری جگہ ہے اور پھر دیکھو یہاں سے ہمیں دیکھے جانے کا خطرہ نہیں ہے...... حویلی کی جانب سے کوئی اگر اس طرف دیکھے تو یہ سامنے والی دیوار نظر آئے اور اس کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آئے گا"۔

"ہاں یہ تو ہے"۔

"اچھا تو اب بیٹھو یہاں"۔

"ٹھیک ہے میں بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیٹھ گیا اور وہ مجھ سے تقریباً پانچ فٹ کے فاصلے پر دیوار کے دوسرے سرے پر بیٹھ گئی، اس کے بدن سے انتہائی تیز خوشبو اٹھ رہی تھی اور اس کی حسین آنکھوں کی چمک نے ماحول پر ایک عجیب سی وجدانی کیفیت طاری کر رکھی تھی، میں ان تمام احساسات کا شکار تھا لیکن اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا، اس نے بیٹھ کر کہا۔

"جی جناب اب ذرا آپ فرمایئے آپ ہیں کون؟"۔

"انسان ہوں"۔

"وہ تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے، لیکن انسانوں کے نام ہوتے ہیں، پتے ٹھکانے ہوتے ہیں"۔

"پہلے آپ یہ بتایئے کہ آپ نے مجھے پہچانا کہ نہیں"۔

"ہاں...... پہچان لیا"۔

"کیا واقعی؟"۔

"ہاں"۔

"بتایئے میں کون ہوں؟"۔

"آپ بھی میری طرح انسان ہی ہوں گی"۔

"جی نہیں...... بے وقوف نہیں بنا سکتے آپ مجھے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"پہلے یہ بتایئے کہ آپ یہاں کیا کر رہے تھے اور اگر سچ بتائیں گے تو پھر میں بھی آپ کو اپنے بارے میں بتا دوں گی؟"۔

"اچھا ایک بات بتایئے؟" اپنے بارے میں بتانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے...... آپ نے بھی مجھے پہچان لیا ہے اور میں نے بھی آپ کو، اس رات آپ ٹرین سے اتری تھیں اور آپ نے مجھے سوتے سے جگایا تھا"۔

"ٹھیک...... اس نے کہا اور ہنس پڑی"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گویا میں نے ٹھیک کہا ہے"۔

"بالکل"۔

"اور اس کے بعد آپ تانگے میں بیٹھ کر یہاں آئی تھیں"۔

"ہاں آئی تھی"۔

"مگر بابا امام دین کہتا تھا کہ آپ اسی ٹوٹی حویلی کے سامنے اتری تھیں"۔

"ہاں اتری تھی"۔

"بس اسی بات نے مجھے پریشان کر رکھا ہے"۔

"کیوں؟"۔

"اگر آپ طاہر علی کی مہمان تھیں تو ٹوٹی حویلی کے سامنے اترنے کی کیا ضرورت تھی؟"۔

"اگر میں تمہیں بتاؤں کہ یہ ایک راز ہے تو"۔

"ظاہر ہے راز راز ہوتے ہیں"۔

"اور راز رکھے بھی جاتے ہیں"۔

"مطلب؟"۔

"مطلب یہ کہ تم اس بارے میں نہ پوچھو کہ میں یہاں کیوں اتری تھی" ہاں ایک وعدہ کرتی ہوں۔

"کیا؟"۔

"کبھی جب بھی مناسب موقع ہوا، میں تمہیں اس بارے میں بتا دوں گی"۔

"اچھا...... کیا اس کے لئے مناسب موقع ہونا ضروری ہے؟"۔

"بہت ضروری ہے"۔

"چلو ٹھیک ہے اگر ایسی کوئی بات ہے، تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا، مگر ایک بات تو بتا دو؟"۔

"پوچھو؟"

"کیا تم یہیں رہتی ہو؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"میرا مطلب ہے اس ٹوٹی حویلی میں؟"۔

"نہیں یہ بھی کوئی رہنے کی جگہ ہے؟"۔

"نہیں رہتیں یہاں؟"۔

"بالکل نہیں"۔

"پھر؟"۔

"اب وہی بات آ گئی راز والی...... جسے میں بعد میں بتاؤں گی تمہیں"۔

"اچھا اب اس وقت تم یہاں کیسے آ گئیں؟"۔

"میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا"۔

"کب؟"۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے"۔

"کہاں سے؟"۔

"بہت دور سے"۔

"پھر؟"۔

"تجسس مجھے بھی یہاں لے آیا...... تجسس تو انسان کی فطرت کا ایک حصہ ہوتا ہے نا؟"۔

"ہاں"۔

"تم ریلوے اسٹیشن پر کیا کر رہے تھے؟"۔

"سو رہا تھا...... تم نے دیکھا نہیں"۔

"وہ تو دیکھا تھا لیکن وہاں بینچ پر کیوں سو رہے تھے؟"۔

"اس لئے کہ میرا وہی ٹھکانہ ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا کوئی گھر بار نہیں ہے"۔

"اوہ افسوس ہوا یہ بات سن کر...... تنہا ہو بالکل؟"۔

"ہاں؟"۔

"ماں باپ کہاں گئے؟"۔

"انتقال ہو گیا"۔

"کوئی بہن بھائی؟"۔

"کوئی نہیں ہے"۔

"اوہ بہت ہی افسوس ہوا...... تنہا تو تمہارا دل بالکل ہی نہیں لگتا ہو گا؟"۔

"انسان عادی ہو جاتا ہے ہر طرح کی چیزوں کا"۔

"ہاں یہ بھی ہے اس نے کہا اور عجیب سے انداز سے مجھے دیکھنے لگی...... اس میں کوئی شک نہیں کہ جب میری آنکھیں اس کی آنکھوں سے ٹکراتی تھیں تو مجھ پر ایک نشہ سا طاری ہونے لگتا تھا، وہ کہنے لگی"۔

"اب اس وقت اگر کوئی ہمیں یہاں دیکھ لے تو؟"۔

"ہاں خطرناک ہو سکتا ہے"۔

"میرے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی"۔

"میرے لئے تو خیر نہیں ہو گا، لیکن تمہارے لئے ہو سکتا ہے"۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے کہ تم عورت ہو، لڑکی ہو"۔

"ہاں یہ بات تو ٹھیک کہتے ہو"۔

"اور میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں تم سے بلا وجہ بے تکلف ہو گیا"۔

"بلا وجہ ہو گئے؟"۔

"بلا وجہ ہی کہہ سکتا ہوں"۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے کہ میں، میرا مطلب ہے، میرا اور تمہارا کوئی رشتہ تو نہیں ہے...... میں تو تمہاری صورت بھی نہیں پہچانتا"۔

"پہچاننا چاہتے ہو؟"۔

"دل تو چاہتا ہے"۔

"اس کے لئے وقت کا انتظار کرنا ہو گا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"یہاں آتے رہو گے نا؟"۔

"مم میں...... مگر کیوں؟"۔

"اس لئے کہ میں چاہتی ہوں"۔

"مگر میں تو تمہیں نہیں جانتا؟" میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ تم کہاں رہتی ہو، کیا تمہارا تعلق طاہر علی خاں صاحب کی حویلی سے ہے؟"۔

"یہ انہی کی تو حویلی ہے"۔

"نہیں میرا مقصد نئی حویلی سے ہے؟"۔

"یہ میں ابھی نہیں بتا سکوں گی تمہیں اس نے افسردگی سے کہا"۔

"ارے کیوں؟"۔

"میں نے کہا نا یہ ابھی نہیں بتا سکوں گی تمہیں"۔

"تمہاری مرضی ہے...... میں تمہیں کسی کام کے لئے مجبور نہیں کروں گا"۔

"اچھا دیکھو آج کیا دن ہے؟"۔

"شاید منگل"۔

"اب تم یوں کرنا کہ منگل کی رات کو اس وقت یہاں آنا...... میں تم سے ملوں گی، اصل میں دل تو یہ چاہتا ہے کہ کل پھر تم یہاں آؤ...... لیکن منگل کی رات کو آنا ٹھیک ہے ملو گے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نا"۔

"جی...... میں نے جواب دیا"۔

"تو پھر اب جاؤ...... ویسے بہت اچھے ہو، کیا کرتے ہو"۔

"قلی ہوں"۔

"کیوں؟"

"بس"۔

"پڑھے لکھے بھی معلوم ہوتے ہو؟"۔

"ہاں ہوں"۔

"خیر کوئی بات نہیں ہے لیکن بہت خوبصورت ہو، بہت پیارے، مجھے بہت اچھے لگے"

"بہت شکریہ...... لیکن میں یہ الفاظ نہیں کہہ سکتا"۔

"کہو گے...... ایک دن کہو گے...... جلدی نہ کرو...... وہ جو کہتے ہیں نا...... جلد با خطرناک ہو جاتی ہے"۔

"ہاں"۔

"اب میں یہاں ہوں تم جاؤں یہاں سے"۔

"تم خود کیوں نہیں چلی جاتیں؟"۔

"نہیں...... پہلے میں تمہیں جاتے دیکھنا چاہتی ہوں، تمہارا جانا ضروری ہے" دیکھ اپنا دوست سمجھو"۔

"بلاوجہ دوست سمجھوں...... نام تک تو بتایا نہیں ہے تم نے اپنا؟"۔

"بتادوں گی...... ویسے تمہارا نام میں جانتی ہوں"۔

"کیسے جانتی ہو؟"۔

"بس جانتی ہوں"۔

"کیا نام ہے میرا؟"۔

"جلیس" اس نے کہا اور میں شدت حیرت سے گنگ رہ گیا"۔

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"۔

"بس معلوم ہو گیا...... یہ بھی ابھی نہیں بتاؤں گی، چلو جاؤ...... دیر ہو رہی ہے...... بہت وقت ہو جائے گا، کہیں کوئی دیکھ نہ لے تمہیں نقصان پہنچ جانے کا خطرہ ہے"۔

"اچھا بابا اچھا جاتا ہوں...... میں نے کہا اور وہ ہنسنے لگی...... کمبخت کی ہنسی اتنی ہی حسین تھی جتنی اس کی آنکھیں اور اب چونکہ اس نے مجھ سے سختی کے ساتھ یہ الفاظ کہے تھے، چنانچہ میں وہاں سے اٹھ گیا، لیکن میں نے کئی بار پلٹ پلٹ کر اسے دیکھا تھا...... وہ وہیں اسی جگہ دیوار پر بیٹھی ہوئی تھی...... یہاں تک کہ میرے اور اس کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گیا کہ وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی، اب اس کے بعد وہاں رکنا بے مقصد اور بے سود تھا، چنانچہ میں چل پڑا، جو کیفیت میری تھی وہ میں اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا...... بری طرح تھک گیا تھا...... ریلوے اسٹیشن تک آتے ہوئے اور اس کے بعد اپنی بینچ پر سو گیا، پھر مجھے پتہ نہیں کہ رات کو چار بجے والی ٹرین کس وقت گزری، کسی نے مجھے جگانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی، البتہ جب سورج کی روشنی ابھر آئی تھی تو ریلوے اسٹیشن کے ہنگامے بڑھ جاتے تھے...... صفائی کرنے والا صفائی کرنے آتا تھا اور بحالت مجبوری مجھے اٹھنا پڑتا تھا، چنانچہ اس وقت اسی وجہ سے اٹھا لیکن بدن ٹوٹ رہا تھا...... بخار کی سی کیفیت پورے وجود پر طاری تھی اور میں خاصی تھکن سی محسوس کر رہا تھا...... یہ تو غلط ہو گیا، رات کے واقعات یاد آئے، ذہن پر ایک سرور کی سی کیفیت پیدا ہو گئی...... ریلوے اسٹیشن کے آخری حصے پر برگد کا ایک لمبا چوڑا درخت تھا اور اس کے نیچے بڑا سا ایک چبوترا بنا ہوا تھا، اس درخت کے تنے کے پاس پوجا پاٹ کرنے والے آیا کرتے تھے...... انہوں نے اس برگد کے پچھلے حصے کو بڑا صاف ستھرا رکھا ہوا تھا...... اگر وہاں تک کا سفر طے کر لیا جاتا تو ٹھنڈی ہوا کے نیچے سونے کا بہترین موقع مل سکتا تھا، کسی کو بتانے کی بھی ضرورت نہیں تھی...... پرسان حال تھا ہی کون، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد برگد کے پیڑ کے نیچے آ کر لیٹ گیا، ٹھنڈی چھاؤں اور ٹھنڈی ہوا کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھونکوں نے پلکوں کو پھر سے جوڑنا شروع کر دیا...... بدن پر تھکی تھکی کیفیت طاری تھی جو اس ٹھنڈی ہوا سے بڑی فرحت بخش محسوس ہو رہی تھی، چنانچہ ایک بار پھر میں گہری نیند سو گیا...... برگد کے درخت کے نیچے کھردری زمین پر سونا بہت مشکل کام تھا اور اس سے بھی زیادہ مشکل کام ایسے حالات میں خواب دیکھنا جبکہ چاروں طرف شور و ہنگامہ ہو، ٹرینوں آمدورفت ہو، لیکن میں اپنے حسین خوابوں میں کھو گیا تھا اور ان خوابوں میں وہی حسین آنکھیں میرا تعاقب کر رہی تھیں۔

☆......☆

زندگی جس طرح گزری تھی وہ الگ ہی کہانی تھی اپنے آپ کو مکمل طور پر بے سہارا انسان سمجھتا تھا۔ یہ جتنے لوگ اردگرد پھیل گئے تھے...... بس یہی میرا سب کچھ تھے لیکن کئی بار یہ خیال دل میں آیا تھا کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے ایسے تو جینا نہ ممکن ہے نہ مناسب، تعلیم تو حاصل کر کے بھول ہی گیا تھا کوئی مصرف ہی نہیں رہا تھا...... اس تعلیم کا بس اب تو فطری طور پر بھی ایک قلی ہوتا جا رہا تھا اندازِ فکر بھی قلیوں جیسا ہی ہو گیا تھا اور کرتا بھی کیا زندگی کے یہی تو چند ساتھی تھے، ناجانے کب تک سوتا رہا پھر کسی نے جگا دیا تھا، آنکھیں کھول کر دیکھا تو جمیل بابا تھے، میں اٹھ گیا"۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے بیٹا...... جمیل بابا نے محبت بھرے انداز میں پوچھا"۔

"ہاں جمیل بابا ٹھیک ہوں، بس آج طبیعت پر ایسے ہی بوجھ سا طاری تھا...... یہاں آ کر لیٹ گیا"۔

"بخار تو نہیں ہے؟"۔

"نہیں بالکل نہیں"۔

"بدن ٹوٹ رہا ہے کیا؟"۔

"نہیں جمیل بابا، بالکل ٹھیک ہوں"۔

"میں سوچ رہا تھا، اگر طبیعت خراب ہو تو ڈسپنسری میں ہی دکھا دو۔

"نہیں جمیل بابا کوئی ضرورت نہیں ہے آپ یقین کریں"۔

"کھایا کیا تھا؟"۔

"جو روزانہ کھاتا ہوں"۔

"یہ باہر کا کھانا بھی بس، بیمار ہی ڈال دیتا ہے انسان کو"۔

"نہیں جمیل بابا، میں تو اللہ کے فضل سے آج تک بیمار نہیں ہوا...... اتنے عرصے تو کھانا یہیں کھا رہا ہوں، سب کے سب جاننے والے ہیں۔

"ایک بات کہوں بیٹا؟"۔

"کہیئے جمیل بابا پریشانی کی کیا بات ہے"۔

"دیکھو میں اپنا کھانا گھر سے لاتا ہوں...... دو روٹیاں بھاری نہیں پڑیں گی مجھے جب یہاں اسٹیشن پر سوتے ہو نا تو بھی مجھے اچھا نہیں لگتا بیٹا...... تمہارے لئے گھر سے لے کر آجایا کروں"۔

"ارے نہیں جمیل بابا آپ کہاں تکلیف کریں گے اور پھر ایک بات اور بھی تو ہے"۔

"کیا؟"۔

"یہاں تو بہت سے لوگ ہیں جمیل بابا...... بہت سے بیچارے ایسے ہیں جنہیں کھانے وغیرہ کیلئے کچھ نہیں ملتا، یہاں ریلوے پلیٹ فارم کا کھانا ہی کھاتے ہیں"۔

جمیل بابا نجانے کیوں خاموش ہو گئے میں نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں...... میں بالکل ٹھیک ہوں...... بس ایسے ہی سو گیا تھا"۔

"جیسی تمہاری مرضی"۔

بات ختم ہو گئی، کام جاری ہو گیا لیکن یہ ایک حقیقت تھی کہ گزری رات جو واقعات بیتے تھے...... انہوں نے مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا...... دل پر ایک عجیب سا بوجھ طاری ہو تھا...... کتابوں میں پڑھا تھا لوگوں سے سنا بھی تھا کہ عشق بری بلا ہے، محبت ہونے کے کوئی لمبی عمر درکار نہیں ہوتی...... انسان ایک لمحے کے اندر اس طرح جال میں جکڑ تا ہے پھر نکل نہیں پاتا، اس پر سب کچھ ہو جاتا ہے تو کیا مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے؟ مگر وہ کون؟ کتنے نرم انداز میں مجھ سے پیش آئی تھی...... بات اصل میں یہ بھی ہوتی ہے کہ ا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھوں تجربات کر لے جو تجربہ اس کی زندگی میں پہلی بار ہوتا ہے، وہ اپنی نوعیت کا منفرد ہوتا ہے میں نے کچھ بھی نہیں کیا تھا ماں کی خواہش پر اب تک تعلیم حاصل کرتا رہا تھا...... پڑھنے لکھنے میں دل لگا ہوا تھا اور پھر چونکہ حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ اس کے علاوہ بھی کسی دلچسپی سے دکھ اٹھاؤں، چنانچہ بس ایک سادہ سی زندگی گزاری تھی...... جوانی کے تقاضے کبھی مجھ پر اثر انداز نہیں ہوئے تھے اور اب پہلی بار دو ایسی حسین آنکھوں نے میرے ساتھ اس قدر پیار کا سلوک کیا تھا اور اتنی نرمی سے مجھ سے گفتگو کی تھی تو دل مچل کر رہ گیا تھا حالانکہ میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا، لیکن آنکھیں اور آواز جو کچھ بتاتی تھی وہ اتنا تھا کہ اس کے بعد چہرہ دیکھنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی...... کام تو کرتا رہا میں رات بھی ہو گئی، دل تڑپ اٹھا، بے اختیار جی چاہا کہ پرانی حویلی پہنچ جاؤں اسے دیکھنے کی کوشش کروں، ممکن ہے وہ آجائے لیکن اپنے آپ کو سمجھایا جب اس نے منگل کو آنے کو کہا ہے تو بہتر ہے کہ منگل ہی کو اس کے پاس جاؤں کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے...... بہت سے خیالات دل میں تھے، بہت سی باتیں ذہن میں آرہی تھیں...... رات کو بینچ پر لیٹ کر بھی میں نے یہی سوچا اور بے شمار سوچوں میں ڈوبا رہا، سب کچھ یاد آیا، وہ ٹرین سے اتری تھی...... امام دین نے اسے بھتنی کہا تھا لیکن امام دین کی عقل تو اس کا ساتھ چھوڑ چکی ہے اور پھر یہ پرانے لوگ وہمی بھی زیادہ ہی ہوتے ہیں...... اگر بھوت اتنے خوبصورت ہونے لگیں تو شاید ہر عورت یہ آرزو کرے کہ وہ بھوتنی بن جائے، اپنے اس خیال پر مجھے خود ہنسی آگئی...... بہرحال رات گزر ہی گئی تھی، میں نے وقت ضائع کرنا بیکار ہی سمجھا تھا، جب وہ آئے ہی گی نہیں تو پھر وہاں جانے سے کیا فائدہ اور پھر وہ پرانی حویلی میں تو رہتی ہی نہیں ہو گی، مجھے دیکھ کر آگئی تھی، یہ سوچ کر کہ میں کون ہوں اور یہاں کیا کر رہا ہوں، مگر نئی حویلی سے اس کے بارے میں کیسے معلوم کیا جائے...... اپنی حماقت پر خود ہی ہنسنے لگا بھلا میں کیا اور میری اوقات کیا، نئی حویلی سے مجھے اس کے بارے میں کیسے پتہ چلے گا ہاں ایک فیاض تھا لیکن فیاض کو کچھ معلوم ہوتا تو وہ خود ہی بتاتا، یہ تمام
اتم سوچ کر خاموش ہو گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرے دن البتہ ایک عجیب سی بات ہوئی جس نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا......

امام دین نے مجھے خود ہی بلایا تھا۔

"کیا کر رہے ہو جلیس"۔

"کچھ نہیں چاچا جان کہئے کیا بات ہے؟"۔

"آؤ ذرا باہر آؤ...... ابھی تو کوئی ریل بھی نہیں آنے والی...... موسم بھی بڑ ہو رہا ہے"۔

"جی جی چلئے"۔

"کھانا کھا لیا تم نے؟"۔

"آپ نے کھا لیا...... میں نے سوال کیا؟"۔

"ہاں...... اپنا تو گھر یہی ہے بھیا...... اندر ہاتھ ڈالا دال روٹی آ گئی...... اللہ کا کر کے کھا لی"۔

"میں بھی کھانا کھا چکا ہوں"۔

"وہ ایک بات کرنی تھی تم سے؟"۔

"کہئے کیا بات ہے؟"۔

"آؤ ذرا تانگے میں بیٹھو"۔

"کہیں چلنا ہے؟"۔

"نہیں بس تانگے میں بیٹھ کر بات کریں گے"۔

"آیئے...... چاچا امام دین کے اس انداز پر میں حیران رہ گیا تھا...... نا جانے کیا چاہتے تھے وہ تانگے میں بیٹھ گیا تو انہوں نے کہا"۔

"یہ بتاؤ پڑھے لکھے ہو تم کیا زندگی بھر قلی گیری ہی کرتے رہو گے؟"۔

"کیوں...... آپ نے یہ سوال کیوں کیا؟" چاچا امام دین۔

"بیٹا بڑوں کا ایک فرض اور چھوٹوں کا بھی ایک فرض ہوتا ہے...... سوال

جواب دیا جاتا ہے...... سوال نہیں کیا جاتا، ہمیں تم سے یہ کہنے کا حق تو نہیں ہے مگر تم تنے اچھے ہو کہ تم سے کوئی سوال کرتے ہوئے ڈر بھی نہیں لگتا، جواب نہیں دو گے یں؟"۔

"آپ سوال کیجئے میں جواب دوں گا چاچا امام دین"۔

"ہم پوچھ رہے تھے کیا زندگی بھر یہی سب کچھ کرنے کا ارادہ ہے"۔

"کیا حرج ہے"۔

"پڑھ لکھ کر بیکار کیا؟"۔

"کوئی ہے ہی نہیں چاچا امام دین جس کے لئے پڑھا تھا وہ اس دنیا سے چلی گئی"۔

"ماں کی بات کر رہے ہو؟"۔

"ہاں...... جو کچھ وہ چاہتی تھی، جب وہی پورا نہ ہوا تو بس ٹھیک ہے، زندگی جیسے گزر ہی ہے ویسے گزارتے رہو"۔

"وہ ایک کہاوت سنی ہے تم نے؟ معلوم نہیں کس نے کس سے کہا تھا لیکن کہا یہ تھا کہ جاؤ یہ کھانا اس گھر میں دے آؤ جس گھر میں کوئی مرا نہ ہو" جس سے یہ بات کہی تھی پورے شہر میں گھوم لیا کوئی گھر ایسا نہیں ملا اسے، اس کا بھی کوئی ایسا ہی قریبی عزیز مرا تھا تو اسے سکون آ گیا، اس نے سوچا کہ یہ تو دنیا کے پھیر ہیں کسی کا چاہنے والا کبھی نہیں رہتا، دنیا کا سارا نظام ایسا ہی چل رہا ہے، اب ہمیں دیکھ لو بڈھے ہو گئے مگر اماں ابھی تک یاد آتی ہے تمہیں بھی تمہاری ماں یاد آتی رہے گی، ارے تھوڑے دن کے بعد ہم نہیں ہوں گے کوئی ہمیں بھی یاد کرے گا، بیٹا کسی کے لئے دنیا نہیں چھوڑی جاتی۔

"ہاں چاچا آپ سب لوگ ہیں، ریلوے اسٹیشن کے پرانے قلی ہیں...... بس ان کے ساتھ زندگی ہنسی خوشی گزر رہی ہے، اگر کبھی زندگی میں کوئی انقلاب آیا تو دیکھ لیں گے...... وقت اگر خود ہی کچھ کہے گا تو مان لیں گے، وقت کی بات، میں نے کہا، واقعی ماں کو یاد کر کے دل اُداس ہو گیا تھا...... چاچا امام دین کچھ دیر خاموش رہے...... پھر بولے۔

"ایک بات کہنا چاہتا ہوں بیٹا؟"۔

"آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں صاف صاف کہیں، چاچا امام دین"۔ بہت عزت کرتا میں آپ کی، بہت اچھے انسان ہیں آپ؟"۔

"وہ اصل میں جمیل کو تو جانتے ہونا؟"۔

"کون جمیل؟"۔

"ارے وہی بابا جمیل"۔

"ہاں انہیں کیوں نہیں جانوں گا"۔

"وہ اصل میں اس کی کئی بچیاں ہیں"۔

"ہاں"۔

"مجھ سے کہہ رہا تھا تم سے بات کروں"۔

"کیا بات کروں؟"۔

"یہی کہ تم ان میں سے کسی ایک بچی سے شادی کر لو...... میرا خیال ہے بات بھ نہیں ہے، گھر بس جائے گا، رہنے کی جگہ ہو جائے گی، جمیل خود اپنے گھر میں جگہ دے پھر اس کے کندھوں کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا...... تمہیں بھی کچھ مل جائے گا، عز زندگی گزارو گے۔

میری آنکھوں میں ایک دم وہ حسین آنکھیں لہرا گئی تھیں...... اگر اس حسین سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو چاچا امام دین کی بات پر غور بھی کیا جا سکتا تھا لیکن اب تو حال ہی بالکل مختلف تھی...... اب تو کیفیت ہی دوسری تھی...... میں نے کہا۔

"اصل میں ابھی تک تو میں نے اس بارے میں نہیں سوچا...... امام دین چاچا"۔

"سوچ لو بیٹا...... زندگی کے یہ کام تو کرنے ہی پڑتے ہیں، اچھا رہے گا جمیل۔ خود پریشان ہے...... اپنی بچیوں کے لئے تم بھلے آدمی ہو اور وہ تمہیں پسند کرتا ہے، ک کہ میں خود بات کروں، اس کے کہنے پر ہی میں نے یہ بات شروع کی ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ مجھے سوچنے کا موقع دیجئے"۔

"ہاں ہاں بالکل بالکل، جو فیصلہ کرو سوچ سمجھ کر کرنا...... پر میں تو چاہتا ہوں ایسا ہو جائے...... اس بیچارے کا بھی تھوڑا بہت بوجھ ہلکا ہو جائے گا...... بوڑھا ہو گیا ہے، مگر محنت بڑی کر رہا ہے بچوں کے لئے"۔

"جی میں سوچوں گا...... میں نے کہا لیکن بات وہی تھی اب تو یہ سوچنا ذرا مشکل کام تھا اور اس رات کچھ ایسی وحشت سوار ہوئی مجھ پر، دل نے کچھ اس طرح بے چین کیا کہ رات ہوتے ہی میں چوروں کی طرح اپنی جگہ سے اٹھا اور کوچہ جاناں کی طرف چل پڑا...... یہ سوچ کر کہ شاید وہ مجھے دیکھ کر وہاں آ جائے...... کون ہے کیا ہے...... یہ تو میں بالکل ہی نہیں جانتا تھا، لیکن آرزو تھی کہ وہ مل جائے مجھے...... حالانکہ آج اس کے ملنے کے امکانات نہیں تھے، میرے قدم تیز رفتاری سے پرانی حویلی کی جانب اٹھنے لگے...... حالانکہ اس نے مجھ سے منگل کو آنے کے لئے کہا تھا، لیکن بس ایک وحشت تھی، ایک خیال تھا جو مجھے وہاں لے جا رہا تھا...... تھوڑی دیر کے بعد میں پرانی حویلی پہنچ گیا۔

تاحد نگاہ ہو کا عالم طاری تھا...... ویران، سنسان ماحول، آدمی نہ آدم زاد، اینٹوں کے ڈھیر، بس...... یہاں آ کر مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا...... یہ کس دیوانگی کا شکار ہو رہا ہوں...... وہ جو کوئی بھی ہے الگ بات ہے، لیکن وعدے کے برعکس وہ یہاں کیوں آئے گی۔

میں اینٹوں کے ایک ڈھیر پر بیٹھ گیا...... یہ پرسکون سناٹا اس وقت مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا...... حالانکہ کوئی بھی ذی ہوش اس وحشت زدہ ماحول میں ہوش و حواس کھو بیٹھتا، لیکن مجھے یہاں ذرا بھی خوف نہیں محسوس ہو رہا تھا...... کہ جانے میرے دل و دماغ کو کیا ہو گیا تھا، میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ناجانے کتنی دیر ہو گئی مجھے یہاں بیٹھے ہوئے، رات آہستہ آہستہ بہہ رہی تھی، کئی بار میری نگاہیں دُور دُور تک بھٹکتی رہی تھیں...... میں نے سوچا تھا کہ شاید وہ آ جائے...... شاید وہ مجھے اس طرح بیٹھا ہوا دیکھ لے، لیکن خود اپنے اس خیال پر ہنسی آتی تھی...... سب میری طرح دیوانے تو نہیں ہوتے، اسے کیا پڑی ہے جو رات کے اس پرسکون

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سحر کو توڑ کر اپنی نیندیں خراب کر کے اس ویرانے میں کسی پاگل کی طلب پر چلی آئے، لیکن پھر اچانک ہی میری سماعت نے مجھے احساس دلایا کہ کوئی آہٹ قرب وجوار میں ہوئی ہے، ٹوٹی اینٹوں کے ڈھیر ایسے تھے کہ اگر کسی انسان کا پاؤں ان پر پڑ جائے تو توازن سنبھالنا بے شک ایک مشکل کام ہو، میں چونک کر کھڑا ہو گیا...... اس کی وجہ کوئی خوف نہیں تھا بلکہ ایک خوشی کا احساس تھا ہو سکتا ہے میرے خیال کے مطابق اس نے کہیں سے مجھے دیکھ لیا ہو اور رحم کھا کر چلی آئی ہو، میں اپنی جگہ کھڑا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا...... تب ہی ایک تیز ٹارچ کی روشنی مجھ پر پڑی اور میری آنکھیں بند ہو گئیں...... اس کے ساتھ ہی ایک گرج دار آواز سنائی دی"۔

"خبردار! اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا...... ہاتھ اوپر اٹھاؤ"۔

ایک لمحے کے لئے میرے ہوش وحواس جواب دے گئے تھے، بے اختیار میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لئے...... یہ مردانہ آواز تھی اور میرے بدن میں ایک سرد لہر دوڑ گئی تھی"۔

"جنبش کرنے کی کوشش کی تو مارے جاؤ گے...... یہ بتائے دے رہا ہوں...... میں نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ کیفیت بدستور قائم تھی، سوچ سمجھ کے دروازے بند ہو گئے تھے...... اینٹوں کے ڈھیر پر قدموں کی چاپ برابر ابھرتی رہی، وہ جو کوئی بھی تھا میرے قریب آر تھا...... میرے دل میں نہ تو خوف تھا نہ وارننگ دینے والے کے لئے کسی خطرناک جذبے احساس، بس ایک بند بند سی کیفیت تھی دماغ کی، سوچنے سمجھنے کی قوتیں ختم ہو گئی تھیں...... ٹارچ کی روشنی بدستور میرا احاطہ کئے ہوئے تھی ...... پھر آنے والا مجھ سے چند گز فاصلے پر رک گیا اور اس نے ٹارچ کو ایک اینٹوں کے ڈھیر پر رکھ دیا...... اس طرح کے وہ مجھ روشن کئے رہے، البتہ روشنی اب میری آنکھوں پر سے ہٹ گئی تھی اور میں آدھے بدن روشنی کی زد میں تھا، میں نے آنکھیں کھولیں کچھ لمحے تک تو کچھ دکھائی نہ دیا لیکن اس کے کم از کم اس کے پستول والے ہاتھ کو دیکھ لیا تھا جس میں دبے ہوئے پستول کا رخ میری جان تھا...... وہ کون تھا، یہ مجھے نہیں معلوم تھا لیکن اب وہ میرے قریب پہنچ گیا تھا"۔

"میں تمہاری تلاشی لے رہا ہوں...... اگر اس دوران تم نے کوئی حرکت کی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا...... اس بات کو ذہن میں رکھنا"۔

میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی، میں خاموش کھڑا رہا، آنے والے نے پستول کی نال میرے سینے پر رکھی اور اس کے بعد میرے لباس کی جیبوں میں جو کچھ تھا وہ نکال لیا...... بس تھوڑے سے پیسے، میرا قلمی کا بیج، شناختی کارڈ اور رجسٹریشن کارڈ جو سرخ قمیض پہنتے وقت میرے سینے پر لگا ہوتا تھا نکال لیا اور اس کے بعد وہ شخص کئی قدم پیچھے ہٹ گیا...... ان تمام چیزوں کو دیکھنے کی بجائے اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا"۔

"کون ہو تم؟"۔

اب میرا بولنا ضروری تھا...... خوف کا کوئی احساس اب بھی میرے دل میں نہیں تھا لیکن بس وہ بند کیفیت ختم ہو گئی تھی...... گرج دار آواز پھر سنائی دی۔

"میں پوچھتا ہوں کون ہو تم؟"۔

"میرا نام جلیس ہے جناب"۔

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"۔

"اسی شہر کا"۔

"یہاں کیا کر رہے ہو؟"۔

"معافی چاہتا ہوں، جناب یہ جگہ مجھے بے حد پسند ہے بس ایسے ہی بیٹھا ہوا تھا"۔

"کسی پاگل خانے سے بھاگے ہو؟"۔

"نہیں"۔

"تو پھر یہ بیٹھنے کی جگہ ہے؟"۔

"عام لوگوں کے لئے بالکل نہیں ہے"۔

"اور تم اپنے آپ کو خاص کہنا چاہتے ہو"۔

"جی نہیں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پھر"۔

"پاگل کہنا چاہتا ہوں اپنے آپ کو...... میں اب پوری طرح سنبھل گیا تھا"۔

"بکواس کر رہے ہو مجھ سے؟"۔

"نہیں جناب...... لیکن ایک سوال کا حق میں بھی رکھتا ہوں"۔

"کیسے سوال کا حق؟"۔

"آپ کون ہیں؟ کیا آپ پولیس والے ہیں؟"۔

"مجھے نہیں جانتے؟"۔

"دیکھ سکتا تو جان سکتا"۔

"جس جگہ تم موجود ہو وہ میری ملکیت ہے"۔

"اوہ...... کیا آپ طاہر علی صاحب ہیں"۔

"جی...... بندہ وہی ناچیز ہے"۔

"آپ مجھے بتایئے اس ٹوٹی حویلی میں جہاں چاروں طرف سے آنے کے راستے موجود ہیں، جہاں کوئی دروازہ نہیں ہے، صرف اینٹوں کے ڈھیر ہیں وہاں اگر کوئی آجائے تو اس جرم کی نوعیت کیا ہوگی، لیکن میں آپ سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا...... آپ حکم دیں تو یہاں سے چلا جاؤں...... اگر اجازت نہ ہو تو اپنے دونوں ہاتھ آپ کو پیش کر دوں، وعدہ کرتا ہوں کہ جنبش بھی نہیں کروں گا...... باندھنے کی کوئی چیز اگر آپ کے پاس نہیں ہے تو صرف حکم دیجئے جہاں فرمائیں گے چلا چلوں گا...... آپ مجھے بند کر دیجئے اور اس کے بعد آپ مجھے پولیس کے حوالے کر دیجئے"۔

چند لمحات کے لئے دوسری طرف خاموشی طاری ہوگئی تھی...... پھر ٹارچ اٹھائی گئی...... میری جیب سے نکلے ہوئے سامان کا جائزہ لیا گیا، لیکن پستول کا رخ میری جانب ہی تھا...... آواز آئی۔

"قلی ہو؟"۔

"جی ہاں"۔

"یہیں ریلوے اسٹیشن پر ہو؟"۔

"جی"۔

"مگر بے وقوف آدمی یہاں کیا کر رہے تھے، بیٹھ جاؤ، حکم دیا گیا اور ٹارچ بجھا دی گئی...... تاروں کی مدھم چھاؤں اتنی ہلکی بھی نہیں تھی کہ مدھم مدھم نقوش نظر آجائیں...... میں طاہر علی صاحب کو پہچانتا تھا...... بہر حال ایک بڑی شخصیت تھی ہمارے شہر کی...... میں نے کہا۔

"جناب یہ بات میرے علم میں ہے کہ یہ آپ کی حویلی ہے لیکن میں ایک بات آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں...... اگر آپ یقین کریں تو؟"۔

"ہوں...... بتاؤ؟"۔

"اصل میں جناب پورے شہر یا پوری بستی میں یہ جگہ اتنی پرسکون ہے کہ میں اکثر یہاں آجاتا ہوں...... مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے میرے دل کے تار اس حویلی کی اینٹوں سے بندھے ہوئے ہیں...... یہاں آنے کے بعد مجھے ایک انوکھے سکون کا احساس ہوتا ہے، ورنہ آپ خود خیال فرمایئے کہ ان اینٹوں میں ایسی کون سی قیمتی شے ہے جسے میں اٹھا کر یہاں سے لے جاؤں گا...... طاہر علی صاحب خود بھی مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے...... انہوں نے پستول بھی واپس رکھ لیا اور کہنے لگے۔

"جلیس ہے تمہارا نام؟"۔

"جی ہاں"۔

"کہاں رہتے ہو؟"۔

"رہتا تھا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"جناب ایک فضول سی کہانی سننے کو ملے گی آپ کو، آپ جتنی بڑی شخصیت کے مالک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں میرے لئے یہی اعزاز کیا کم ہے کہ میں آپ سے گفتگو کر رہا ہوں...... میری کہانی آپ کے لئے ایک بے مقصد سی بات ثابت ہوگی۔

"دیکھو میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں مجھے اس کا جواب دو...... کہاں رہتے ہو؟"۔

"میں نے عرض کیا نا رہتا تھا"۔

"اسی کا مطلب پوچھ رہا ہوں؟"۔

"ایک گھر تھا میرا...... میں نے اپنے محلے اور گھر کا پتہ بتاتے ہوئے کہا"۔

"ہاں پھر؟"۔

"باپ نہیں تھا...... ماں تھی"۔

"بولتے رہو؟"۔

"ماں مجھے تعلیم دلا رہی تھی...... نا جانے کیا کیا ارادے تھے اس کے دل میں میرے لئے...... ہر ماں کی طرح وہ بھی مجھے اس کائنات میں بڑا آدمی بنانا چاہتی تھی، لیکن تقدیر مجھے چھوٹا کرنے پر تلی ہوئی تھی...... میں چھوٹا آدمی رہ گیا اور ماں مر گئی"۔

"کیا مطلب؟"۔

"ہاں اس نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا...... میں نے گریجویشن کیا اور جس دن میرا رزلٹ آیا اسی دن ماں مر گئی...... پڑوسیوں نے بتایا کہ اسے کینسر تھا...... مجھ سے چھپائے رہی تھی وہ کہ کہیں میری تعلیم متاثر نہ ہو، اس تعلیم کی مد میں اس نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا...... وہ گھر بھی جس میں ہم رہتے تھے اور باقی سب کچھ بھی، سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا...... اس نے اور آخر میں زندگی تک ختم کر دی...... اب اس کے بعد میرے لئے اس دنیا میں اور کچھ نہیں رہ گیا تھا اور پھر وہ گھر جو میری تعلیم کے سلسلے میں رہن کر دیا گیا تھا، مجھے خالی کرنا پڑا...... قرب و جوار کے لوگوں نے مجھے پیشکش دی کہ میں ان کے ساتھ رہوں، لیکن میں وہاں نہیں رہنا چاہتا تھا کیونکہ ماں کی یادیں وہاں کے گوشے گوشے سے لپٹی ہوئی تھیں...... بہت سی جگہیں تلاش کیں، ریلوے پلیٹ فارم کی بنچوں نے میری مشکل کا حل بتا دیا...... عرصہ دراز

سے وہی بنچیں میرا گھر ہیں اور زندگی گزارنے کے لئے وہاں کے ہمدرد انسانوں نے مجھے قلیوں کا یہ بیج عطا کر دیا ہے...... زندگی گزارتا ہوں یادیں جب میرا پیچھا کرتی ہیں تو یہاں نکل آتا ہوں...... یونہی آوارہ گردی کرتا ہوں...... ایک دن اس حویلی کی جانب نکل آیا تھا...... اینٹوں اور پتھروں کے ڈھیر پر جو سکون مجھے حاصل ہوا مجھے یوں لگا جناب جیسے کائنات بھر کی تمام روحیں یہاں جمع ہو جاتی ہوں اور آپس میں سرگوشیاں کرتی ہوں...... ہواؤں کے ان جھونکوں میں میں اپنی ماں کی آواز اور اس کی خوشبو کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہوں کہ شاید وہ خوشبو مجھے کبھی محسوس ہو جائے...... بس یہ میرا جرم ہے کہ اکثر یہاں آکر بیٹھ جایا کرتا ہوں...... دوسری جانب مکمل خاموشی طاری تھی...... طاہر علی صاحب کے منہ سے آواز نہیں نکلی تھی، بہت دیر تک میں بھی خاموش رہا، جو الفاظ میں نے کہے تھے ان میں میرے جذبات ضرور موجود تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت یہ ایک بہانہ تھا...... طاہر علی صاحب کچھ سوچتے رہے...... پھر بولے تو ان کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

"ہاں بیٹے تنہا انسان کے لئے زندگی بڑی کٹھن ہو جاتی ہے...... تم نے میرا دل دُکھا دیا ہے...... معاف کرنا، میں بھی حق بجانب تھا...... نیند نہیں آ رہی تھی مجھے، یونہی اپنی کھڑکی میں کھڑا ہوا تھا کہ مجھے یہاں نقل و حرکت محسوس ہوئی...... نا جانے کیوں تجسس اس قدر بڑھ گیا کہ میں تمہیں دیکھنے کے لئے چل پڑا...... لیکن احتیاطاً میں نے ٹارچ اور پستول ساتھ لے لیا تھا...... کوئی غلط شخصیت بھی ہو سکتی تھی...... اگر تمہاری دل آزاری ہوئی ہے تو میں تم سے معافی چاہتا ہوں...... طاہر علی نے کہا"۔

"دیکھئے جناب، بزرگوں نے غلط نہیں کہا بڑائی نسلوں سے نسلوں میں منتقل ہوتی ہے...... آپ اگر کوئی نودولتیے ہوتے تو آپ کا لہجہ اور آپ کی آواز مختلف ہوتی...... میری کسی بات پر یقین نہیں کرتے آپ...... لیکن پشتوں سے آپ بڑے چلے آ رہے ہیں اور خون کے وہ سرخ ذرات جن میں بڑائی پوشیدہ ہوتی ہے، آپ کے وجود میں متحرک ہیں...... اس لئے آپ نے مجھ جیسے حقیر قلی کے سامنے معافی کے یہ الفاظ کہے...... جناب میں شرمندہ ہوں،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بس اتنی سی بات تھی جس کے لئے میں یہاں آجایا کرتا تھا...... آپ کی اجازت ہو تو دوبارہ یہاں آؤں، ورنہ پھر کبھی یہاں کا رخ نہیں کروں گا"۔

"بیٹھے ہوئے تھے نا ابھی تم؟"۔

"جی میں سمجھا نہیں"۔

"میرا مطلب ہے کہ ابھی تو تم یہاں بیٹھے ہو نا؟"۔

"جی یقیناً"۔

"تو بیٹھو تھوڑی سی باتیں کریں گے"۔

"آپ کا دل میری طرف سے صاف ہو گیا ہے؟"۔

"ہاں"۔

"اور آپ نے مجھے یہاں آنے پر معاف کر دیا ہے؟"۔

"شرمندہ نہ کرو وجہ بتا چکا ہوں"۔

"خدا کی قسم ایسی کوئی بات نہیں ہے...... میں تو حیران ہو رہا ہوں طاہر علی صاحب کے آپ اس قدر نرم و شریف انسان ہیں"۔

"چھوڑو ان باتوں کو، گریجویشن کیا ہے تم نے؟"۔

"اب شرم آتی ہے اس پر"۔

"نہیں بیٹے ماں باپ ایسے ہی ہوتے ہیں...... شاید یہی قدرت کا نظام ہے...... والدین اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کرتے ہیں لیکن میرا دعویٰ ہے کہ اولاد والدین سے اتنی محبت نہیں کرتی...... اگر اتفاق سے کہیں ایسی کسی محبت کی جھلک نظر آجائے تو حیرت ہوتی ہے...... بہر حال تم اپنے آپ سے بددل نہ ہو، زندگی تو بہت طویل ہے...... اس طویل زندگی کو ایک زخم کی مانند نہیں گزارنا چاہئے...... ہر احساس مٹ جاتا ہے...... ہر غم دور ہو جاتا ہے، جانے والے واپس نہیں آتے...... ان کے لئے صبر کرنا پڑتا ہے اور صبر کسے کہتے ہیں وہ مجبوری کا دوسرا نام ہے...... ہم جب بے بس ہو جاتے ہیں تو اپنے آپ کو "صابر" کہنے لگتے ہیں'

حالانکہ ہمارے دل کے چھپے ہوئے گوشوں میں وہ محبتیں کبھی نہیں مرتیں...... خیر میں سنجیدہ گفتگو کرنے لگا ہوں...... بیٹے کیا نام بتایا تم نے اپنا"۔

"جلیس"۔

"مجھے تو تم جانتے ہو طاہر علی ہے میرا نام"۔

"جی"۔

"بڑوں کی بات کو بڑوں کی بات سمجھتے ہو یا احسان"۔

"نہیں...... بڑوں کا ایک مقام ہوتا ہے اور آپ کا مقام تو بہت اونچا ہے کیونکہ دنیاوی طور پر بھی آپ بڑے آدمی ہیں لیکن اندر سے بھی آپ بڑے ہی آدمی نکلے"۔

"ان الفاظ کا بے حد شکریہ...... اب میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں"۔

"حکم دیجئے"۔

"یہاں سے کہیں بھی جاؤ...... کل دس بجے نئی حویلی میں آجانا میرے پاس چوکیداروں سے کہہ دوں گا کہ تمہیں میرے پاس پہنچا دیں...... مجھے تم سے کام ہے"۔

"جی بہتر حاضر ہو جاؤں گا...... میں نے جواب دیا"۔

"مجھے اجازت دو" طاہر علی نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئے...... پھر وہ خاموشی سے پلٹ کر واپس چل پڑے تھے اور میں انہیں دیکھتا رہ گیا تھا...... بہت سے خیالات تھے میرے ذہن میں، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا لیکن بہر حال وہ بڑا آدمی میرے دل پر اپنا نقش چھوڑ گیا تھا۔

☆......☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب اس کے بعد یہاں بیٹھے رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا...... میں تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے واپس چل پڑا...... جس کے لئے آیا تھا وہ نہیں آئی تھی اور آنا بھی نہیں چاہئے تھا اسے، یہ تو میری دیوانگی تھی جو مجھے یہاں لے آئی تھی اور اپنی اس دیوانگی کا مجھے پورا پورا احساس تھا...... بہر حال میں تھوڑی دیر کے بعد اسٹیشن پہنچ گیا اور بینچ پر جالیٹا۔ نہ جانے تقدیر اب کون سے گل کھلانا چاہتی تھی...... طاہر علی کا مل جانا...... ان کا مجھ سے متاثر ہو جانا اور مجھے طلب کرنا۔

نہ جانے کس وقت نیند آگئی خواب میں...... میں نے اسی پراسرار وجود کو دیکھا جس کی تلاش میں وہاں گیا تھا۔

"پریشان ہو؟"۔

"ہاں"۔

"مگر کیوں"۔

"کیا انجام ہوگا میرے اس جنون کا"۔

"تم اسے جنون کہتے ہو"۔

"پھر کیا کہوں"۔

"محبت" اس نے جواب دیا۔

"کیا میرے حالات اس کی اجازت دیتے ہیں؟ میرے اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا"۔

دوسرے دن میں نے کسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں...... چاچا امام دین

نے بابا جمیل کے بارے میں جو کچھ کہا تھا...... بات تو وہ تھی...... بابا جمیل سے مجھے بہت ہمدردی تھی...... ان کی اپنی مشکلات کا بھی اندازہ تھا...... لیکن جو کچھ وہ چاہتے تھے میرے تصور میں بھی ممکن نہیں تھا...... میں ان کی ہر طرح سے مدد کر سکتا تھا، وہ بچیاں مجھے اپنی بہنوں کی مانند محسوس ہوتی تھیں اور میں ان کے لئے اپنے دل میں یہ گنجائش نہیں نکال سکتا تھا...... بہر حال! طاہر علی صاحب نے بلایا تھا...... معمولی بات نہیں تھی یہ، صاف ستھرے کپڑے بھی پہنے تھے میں نے...... حلیہ بھی درست کر لیا تھا اور پھر طاہر علی صاحب کے دیئے ہوئے وقت کے مطابق میں نئی حویلی کے گیٹ پر پہنچ گیا...... چوکیدار موجود تھا، میں نے اس سے کہا۔

"طاہر علی صاحب نے مجھے بلایا ہے...... میرا نام جلیس ہے"۔

"ہاں! عقیل ادھر آ بھئی...... صاحب کے مہمان آگئے ہیں...... انہیں صاحب کے پاس لے جا" چوکیدار نے ایک اور ملازم کو بلایا وہ آیا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا...... میں حویلی کی شان و شوکت دیکھ رہا تھا اور میرے دل میں نہ جانے کیا کیا خیالات آرہے تھے...... میں سوچ رہا تھا کہ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انسانی طرز زندگی میں اس نے یہ تضاد کیوں رکھا ہے؟ انسان انسان سے اتنا مختلف کیوں ہے؟ دو ہاتھ، دو پاؤں آنکھیں اور دماغ یکساں ہونے کے باوجود یہ تفریق کیسی ہے؟ اس کا پس منظر کیا ہے...... خیر یہ تو حقیقت تھی کہ بیشتر بار جب کبھی ذہن ان گہرائیوں میں ڈوبا تو اندازہ یہ ہوا کہ ذہن کی گنجائش مختصر ہے اور کائنات وسیع تر، اس وسیع تر کائنات کو بنانے والا جو بات سوچتا ہے وہ اس چھوٹے سے دماغ میں کہاں سے آسکتی ہے...... کون سے تل کی اوٹ پہاڑ چھپا ہوا ہے...... یہ جاننے والا ہی جان سکتا ہے...... ناقص عقل والا کمزور سا وجود آسمانوں کی ان وسعتوں کو کیا جانے؟ اور اگر جاننے کی کوشش بھی کرلے تو اس سے بڑا احمق کائنات میں شاید اور کوئی نہ ہو، یہاں کچھ مالک تھے، کچھ ملازم، کچھ صاحب اختیار تھے اور کچھ بے اختیار، یہ تمام باتیں لمحوں کے ساتھ تو سوچی جاسکتی ہیں...... ذہن پر نقش نہیں کی جاسکتیں...... پھر نئی حویلی کے خوبصورت دروازے سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے اندر لے جایا گیا...... موٹے موٹے خوشنما قالینوں پر چلتا ہوا میں سب سے پہلے دروازے پر رک گیا...... ملازم نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا تو میں نے پوچھا۔

"بغیر اجازت اندر جا سکتا ہوں؟"۔

"صاحب آپ کے لئے اجازت ہے...... بڑے صاحب نے خود آپ کو بلایا ہے" میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا...... کمرہ برف کی طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا...... ایک بڑی سی میز کے پیچھے طاہر علی صاحب کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے...... سامنے ٹیلی فون رکھے ہوئے تھے...... وہ اپنی جائیداد کے کچھ کاغذات وغیرہ دیکھ رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا...... کاغذات سمیٹ کر ایک جانب رکھے...... پھر مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

"خوب! میرا یہی انداز تھا"۔ وہ کس بارے میں یہ الفاظ کہہ رہے تھے...... پوچھنا خلاف آداب تھا۔

"تمہارے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ اگر صحیح حلیۂ اختیار کر لو تو بے حد دلکش شخصیت کے مالک ہو...... تعلیم تمہارے چہرے سے جھلکتی ہے"۔

"میں ان الفاظ پر شکریے کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں"۔

"قلی کی ملازمت کرنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا تم نے؟"۔

"جو واقعات میں نے رات کو آپ سے عرض کئے تھے...... انہوں نے مجھے اس دنیا سے بددل کر دیا ہے...... زندگی صرف گزارنے کی چیز ہے، تو اسے کسی بھی شکل میں گزارا جا سکتا ہے"۔

"زندگی صرف گزارنے کی چیز نہیں ہے جلیس! ہم پر بہت سے حقوق واجب ہوتے ہیں...... ہم باتیں تو بہت بڑی بڑی کرتے ہیں...... پھر حقوق کی اہمیت کو بھی سمجھتے ہیں اور اپنی ذمہ داری کو بھی، لیکن غم سے نگاہیں چرانا ہماری فطرت بن چکی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں بیٹے کہ اللہ کی عطاء کی ہوئی اس نعمت کو جسے زندگی کہتے ہیں اس طرح بے مقصد سمجھ لینا مناسب نہیں ہے...... ٹھیک ہے تم اپنے لئے نہیں جی رہے، لیکن کبھی کبھی کچھ ایسے لوگ تم

سے منسلک ہو جاتے ہیں...... جن کے لئے تم جینے پر مجبور ہو جاتے ہو...... یہ کائنات کی بقاء کا راز ہے...... ہاں یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات انسان حالات سے بددل ہو کر کبھی کبھی ذہنی اور کبھی کبھی جسمانی خودکشی کر لیتا ہے...... تم ذہنی خودکشی کرنے کی کوشش کر رہے ہو...... ایک بڑے کی حیثیت سے میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ذہنی خودکشی نہ کرو تو بہتر ہے...... دنیا کے لئے ایک کارآمد انسان بننے کی کوشش کرو...... پتہ نہیں! کتنوں کے کام تم سے نکل جائیں...... معلوم نہیں کتنوں کو تمہارے ذریعے خوشیاں مل جائیں...... اگر تم اپنے آپ کو اس دنیا میں تنہا محسوس کرتے ہو تو ایسے تنہا انسانوں کو اپنا لو...... تمہاری بھی تنہائی دور ہو جائے گی اور ان کی بھی...... میرا مطلب ہے ایسے انسانوں کو جو تمہاری طرح تنہائی محسوس کرتے ہوں" میں نے نگاہیں اٹھا کر طاہر علی کی طرف دیکھا...... وہ بھی مجھے ہی دیکھ رہے تھے...... میں نے نظریں جھکا لیں...... تو وہ بولے۔

"بات کچھ سمجھ میں آئی ہے؟"۔

"جی جناب!"۔

"خیر! دیکھو میں نے ابھی تم سے کہا تھا کہ تعلیم تمہارے چہرے سے جھلکتی ہے۔ علم ہمیں جو کچھ دیتا ہے تو ہم پر بھی یہ حق واجب ہوتا ہے کہ ہم اپنے علم سے کسی کو کچھ دیں۔ بے شک وہ لوگ جو ریلوے اسٹیشن پر قلی کا کام کر رہے ہیں انسان ہیں اور اب تو تمہارے ساتھی بھی ہوں گے وہ۔ رابطے کسی سے بھی رکھنا چاہو کبھی نہیں ٹوٹتے۔ اپنے آپ کو غرور کی راہوں میں نہ لانا۔ میں تمہیں ایک پیش کش کرنا چاہتا ہوں"۔

"جی! حکم"۔

"آج سے میرے ہاں ملازمت کرو۔ ہمارے جائیداد کے کاموں کی دیکھ بھال کے لئے ہمیں ایک شخص کی ضرورت ہے، جو تعلیم تم نے حاصل کی ہے اسے استعمال کرو۔ یہاں تمہیں رہنے کے لئے کوارٹر دیا جائے گا۔ تمام چیزیں دی جائیں گی۔ دوست احباب ہوں گے تمہارے۔ کیا سمجھے؟ اک معقول تنخواہ دی جائے گی۔ جو لوگ اپنے طور پر کھانا وغیرہ نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پکانا چاہتے، ان کے لئے ہمارے باورچی خانے میں کھانا پکتا ہے اور اس کا باقاعدہ ایک معاوضہ وصول کیا جاتا ہے۔ تم بھی اسی میں شریک ہو جاؤ۔ کیا سمجھے؟ اور اگر تم اس سے انکار کرو گے تو مجھے دکھ ہو گا۔ میں تمہیں مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا" میرے ذہن میں کچھ لمحوں کے لئے کشمکش سی پیدا ہو گئی۔ پیش کش دلچسپ بھی تھی اور دلکش بھی۔ بے شک انسان اپنی ذات کو جب تک بھولے رہے بھولے رہتا ہے، لیکن کوئی ایک عمل کوئی ایک تصور پھر اسے زندگی کی جانب لوٹا دیتا ہے۔ مجھے یہ پیشکش بہت اچھی محسوس ہوئی۔ میں نے صرف ایک سوال کیا۔

"جناب آپ سے صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں؟"۔

"دس سوال پوچھو"۔

"آپ یہ عمل مجھ سے مجھ پر رحم کھا کر کر رہے ہیں؟" میرے اس سوال پر طاہر علی کچھ دیر کے لئے خاموش رہے، پھر بولے۔

"اپنی زندگی کے گناہوں میں ایک جھوٹ کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ میرے سچ سے مجھے نقصان پہنچے۔ بولو کیا کہتے ہو؟ جھوٹ بولوں یا سچ؟"۔

"آپ کی ذات سے مجھے سچ کی توقع ہے"۔

"تو دیکھو! انسان کے دل میں سب سے پہلے انسانیت کے لئے گداز ہونا چاہئے اور اس کے بعد انسان کے لئے۔ اللہ کے فضل سے میرے دل میں انسانیت کے لئے گداز ہے اور جب تم سے ملاقات ہوئی تمہاری باتیں سنیں تو ایک انسان کے لئے میرے دل میں گداز پیدا ہوا۔ میں نے اپنے چھوٹے سے وسائل سے تمہاری زندگی کا یہ انداز بدلنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں محبت بھی ہے، تمہارا ماضی بھی اور تمہاری شخصیت بھی۔ میں درحقیقت یہ بات سچ کہہ رہا ہوں کہ مجھے ایک پڑھے لکھے آدمی کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ خود فرحت علی صاحب بھی صرف میٹرک پاس ہیں۔ یہ میرے چیف اکاؤنٹنٹ ہیں۔ انہیں اسسٹ کرنے کے لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے اور ابھی دو لڑکے ہیں جو کام کرتے ہیں۔ کچھ

[illegible] تے ہیں۔ زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے اور کچھ چیزیں وصول کرنے کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں، لیکن میں تمہیں فرحت علی صاحب کی مدد کے لئے لگانا چاہتا ہوں، چونکہ ان میں ایک لڑکا ایف اے پاس ہے دوسرا صرف میٹرک ہے۔ کم از کم تمہاری تعلیم زیادہ ہے۔ کام سیکھ جاؤ گے تو میرے لئے کار آمد ہو گے۔ یوں سمجھو کہ مجھے درحقیقت تمہاری ضرورت ہے۔ اب تم مجھے اس طرح ملے یہ وقت کی کہانی ہے اور بہرحال ہمیں ہر طرح کی کہانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بولو! کوئی اعتراض ہے؟"۔

"جی نہیں" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"ویری گڈ! میں فرحت علی صاحب کو بلاتا ہوں" اس حویلی میں جدید ترین انتظامات تھے۔ ایک انٹر کام پر فرحت صاحب کو طلب کیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اک عمر رسیدہ شخص جس کی شخصیت بہت اچھی تھی اندر آ گیا۔ سلام کیا اور طاہر علی صاحب کے اشارے پر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"فرحت علی صاحب! یہ جلیس ہے۔ اپنے ہی شہر کا بچہ ہے۔ گریجویٹ ہے، آپ کی مشکل دور ہو جائے گی۔ آپ کا کہنا یہ ہے کہ آپ کی انگلش کمزور ہے اور شہر میں جو ڈاکومنٹس بھیجے جاتے ہیں ان کی ترتیب میں آپ کو دقت ہوتی ہے۔ جلیس اس سلسلے میں آپ کی مدد کریں گے۔ انہیں آپ اکاؤنٹس سے متعلق جو بھی تربیت دے سکتے ہیں دیجئے۔ جلیس! یہ فرحت صاحب ہیں۔ بس یوں سمجھ لو ملازمت بے شک کرتے ہیں میرے ہاں لیکن میرے دوست ہیں۔ کیا سمجھے؟"۔

"جی!"۔

"کیوں فرحت صاحب! کیا کہتے ہیں آپ؟"۔

"سر میرے لئے تو یہ انتہائی خوشی کا مقام ہے۔ بہت عرصے سے میں بے چینی کا شکار تھا۔ میرا خیال ہے جلیس میاں میرے دست راست ثابت ہوں گے"۔

"یقیناً! تو پھر جلیس فرحت صاحب کے ساتھ جاؤ...... وہ جو کہتے ہیں نا کہ کل کرے سو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آج کر اور آج کرے سو اب۔ بس سمجھ لو تمہارا کام شروع"۔ فرحت صاحب مجھے اپنے ساتھ اس شاندار آفس میں لے گئے جو کوٹھی میں ہی بنا ہوا تھا۔ بڑے نفیس انسان معلوم ہوتے تھے۔ چہرے پر ایک ازلی مسکراہٹ چپکی رہتی تھی۔ ماتھے پر نماز کا نشان تھا۔ آفس میں انہوں نے ایک میز کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بڑے عرصے سے خالی پڑی ہوئی تھی اور میری دعاء تھی کہ کوئی اس کے لائق شخص مل جائے تو میری مشکل حل ہو جائے۔ آج کا دن تمہیں سمجھانے میں صرف کروں گا۔ ہم دس بجے تک یہاں آتے ہیں۔ کام ہماری مرضی کا ہوتا ہے۔ یہ دونوں لڑکے بھی میرے ساتھ کام کرتے ہیں۔ چلو تم دونوں یہاں آؤ! ان میں ایک کا نام نور علی اور دوسرے کا حیدر تھا۔ حیدر بھی یہیں رہتا تھا اور نور علی اپنی بوڑھی والدہ کے ساتھ تنہا رہتا تھا۔ دونوں نوجوان اور خوش شکل تھے۔ شریف زادے معلوم ہوتے تھے۔ اس ماحول میں مجھے خاصی دلچسپی محسوس ہوئی۔ زندگی میں ایک نئی تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ فرحت صاحب مجھے کام سمجھاتے رہے اور میں ایک خوشی محسوس کرنے لگا۔ تعلیم سے رابطہ ہی ٹوٹ گیا تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر ایک کاہل انسان کی زندگی گزار رہا تھا، حالانکہ وہاں بھی ہنگامہ آرائیاں تھیں۔ ٹرینیں آتی تھیں۔ مسافر اترتے چڑھتے تھے، لوگ نظر آتے تھے، لیکن بہر حال یہ زندگی اس سے بدرجہا بہتر تھی۔ شام تک میں کام کرتا رہا اور پھر شام کو 5 بجے چھٹی ہوئی تو فرحت صاحب نے کہا۔

"حیدر ذرا دیکھو! رفیق سے پوچھو کہ جلیس میاں کے لئے کون سے کوارٹر کا بندوبست کیا گیا ہے؟ آؤ جلیس طاہر صاحب ذرا بااصول آدمی ہیں۔ ان کا حکم ہے کہ پانچ بجے آفس کے دروازے پر تالہ لگ جانا چاہئے۔ آؤ باہر چل کر بیٹھیں گے۔ میں باہر نکل آیا۔ کوٹھی کے خوبصورت لان پر میں فرحت صاحب کے ساتھ جا بیٹھا تو فرحت علی کہنے لگے۔

"میری بیوی ہے، دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹیوں کی شادی کر دی ہے۔ بیٹا شہر میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ بیوی ہے اور میں ہوں۔ اللہ کا شکر ہے اچھی زندگی گزار رہے ہیں ہم...... میں تمہیں تمہاری چچی جان سے ملاؤں گا۔ اگر دل چاہے تو مجھے چچا کہہ لیا کرو۔ نہیں تو

پھر میرا نام فرحت تو ہے ہی"۔

"جی" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہارے اہل خاندان کہاں ہیں؟"۔

"ان کی کہانی پھر کبھی سناؤں گا آپ کو" اتنی دیر میں حیدر واپس آگیا۔ کہنے لگا۔

"تین نمبر کوارٹر صاف کر دیا گیا ہے۔ ضرورت کی تمام چیزیں پہنچا دی گئی ہیں۔ رفیق نے یہ چابی مجھے دی ہے۔ وہ خود بھی وہیں موجود ہے۔ اگر صاحب ابھی جانا چاہیں تو ابھی چلے ائیں بعد میں جانا چاہیں تو جیسے آپ کا حکم"۔

"صاحب"! میں نے حیدر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی جناب" آپ بہر حال ہمارے افسر ہیں...... میں نے ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ دل ں خیال آیا تھا کہ یہ افسر اب سے چند گھنٹے پہلے ایک قلی تھا۔ چند گھنٹوں نے اسے قلی سے ر بنا دیا تھا...... میں نے کہا۔

"حیدر بس اس کے بعد ایسی کوئی بات نہیں کہنا۔ میرا نام جلیس ہے۔ جلیس کہو گے تو ھے اچھا لگے گا"۔

"جی جلیس بھائی" حیدر نے کہا...... یہاں مجھے کمپنی مل گئی تھی، جس طرح یہ کوارٹر بنے ئے تھے وہ بھی ایک خوبصورت انداز تھا۔ ملازمین اپنے خاندانوں کے ہمراہ یہاں رہتے ے...... بچے صاف ستھرے ماحول، دلکش، بچوں کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا تھا۔ صبح کوئی گاڑی ن بچوں کو لے کر سکول جاتی تھی، بعد میں مجھے پتہ چلا کہ تعلیم کا یہ انتظام خود طاہر علی صاحب نے کیا ہے۔ طاہر علی صاحب کی خوبیاں رفتہ رفتہ واضح ہو رہی تھیں۔ آج تو نہیں لیکن رے دن میں شام کو پانچ بجے فراغت حاصل کر کے سیدھا ریلوے اسٹیشن پہنچا اور جونہی ں ریلوے اسٹیشن پہنچا تمام قلی میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ ہو گئی۔

"کہاں چلے گئے تھے؟" بابا جمیل نے پوچھا۔

"وہ بابا صاحب! مجھے طاہر علی صاحب کے ہاں نوکری مل گئی ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نوکری؟"۔
"جی"۔
"کیسی نوکری؟"۔
"وہاں جائیدادوں کا کام سنبھالنے کے لئے مجھے ملازم رکھ لیا گیا ہے"۔
"اچھی تنخواہ ملتی ہے؟"۔
"بہت اچھی"۔
"ہماری طرف سے مبارک باد قبول کرو...... انسان کو بہرحال بلندی کی طرف سفر کرنا چاہئے اور پھر ہم سبھی کو بہت افسوس ہوتا تھا۔ تمہیں قلی کا کام کرتے دیکھ کر، کیونکہ تم پڑھے لکھے آدمی ہو، خوشی ہوئی لیکن ہمیں چھوڑ نہ دینا، بھول نہ جانا...... ملتے رہنا ہم مخلص ساتھی اور سچے دوست ہیں"۔

"یقیناً ایسا ہی کروں گا" تمام لوگوں نے مجھے الوداع کیا اور میں نے ہنس کر کہا۔

"پاگلو! تمہارے بغیر تو میں زندگی ادھوری سمجھتا ہوں...... روزانہ نہیں لیکن تیسرے دن میرے کئی گھنٹے تمہارے ساتھ گزرا کریں گے اور تم لوگ میری بات کا یقین کرلو...... بہرحال! طاہر علی صاحب کی حویلی مجھے بڑی راس آئی تھی۔ کام تو میں نے چٹکیوں میں سیکھ لیا تھا اور پہلے ہی دن میں نے سرکاری ڈاکومنٹس درست کر کے فرحت صاحب کے حوالے کئے تھے تو وہ پرمسرت انداز میں بولے تھے۔

"خدا کی قسم! بڑے کرب کا شکار رہتا تھا میں...... ان کاغذات کی وجہ سے...... میں سمجھتا ہوں، خدا نے میری یہ مشکل حل کی ہے۔ اپنے کوارٹر میں میں البتہ تنہا ہی تھا۔ نور علی کی والدہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ فرحت صاحب نے اپنی بیگم سے ملایا تھا۔ کھانے پینے کی کوئی پریشانی باقی نہیں رہی تھی۔ میں نے وہی طریقہ کار اختیار کیا تھا، حالانکہ فرحت صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ کھانا ان کا پکتا ہے میرا بھی پک جائے گا، لیکن میں نے معذرت کر دی تھی اور کہا تھا کہ نہیں فرحت صاحب! اصول اصول ہوتے ہیں۔ میری ذات سے اگر یہاں کسی بھی شخص کو کوئی تکلیف ہوئی تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گا۔ آخر کار منگل کی رات آگئی اور میں دل میں دھڑکنوں کو سجائے انتظار کرنے لگا کہ رات گہری ہو جائے۔ وہ وقت آجائے جب میں اس سے ملوں تو میں جلدی پہنچوں۔ مطلوبہ وقت پر میں بڑی چالاکی سے حویلی سے نکل کر اک لمبا چکر کاٹ کر پرانی حویلی پہنچ گیا تھا۔ البتہ اس بار میں نے وہ جگہ نہیں اختیار کی تھی جہاں طاہر علی نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ مجھے وہ پراسرار حسینہ وہاں ملی بھی نہیں تھی۔ بس میں ایسے ہی اسے چاروں طرف تلاش کرتا ہوا وہاں بیٹھ گیا تھا۔ البتہ آج میں نے خاص طور سے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ طاہر علی صاحب اتفاق سے بھی مجھے وہاں دیکھنے نہ پائیں۔ ہاں اس بات کا اندازہ مجھے تھا کہ جو کچھ میں نے طاہر علی صاحب سے کہا ہے وہ اس قدر موثر اور جامع ہے کہ آج اگر طاہر علی صاحب نے مجھے دیکھ بھی لیا تو سمجھ لیں گے کہ میرے دل کی ویرانی مجھے لے آئی ہے۔ بہرحال! میں پتھر پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ آسمان پر چاند کھلا ہوا تھا۔ غالباً چودھویں کے آس پاس کی تاریخیں تھیں اور چاند مکمل ہوتا جا رہا تھا، لیکن جب وہ مکمل چاند میرے سامنے پہنچا تو میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ سیاہ لباس تھا، چہرے پر وہی کالی نقاب پڑی ہوئی تھی جسے اس نے میرے سامنے بیٹھنے کے بعد چہرے سے ہٹا دیا اور میں اس حسن کائنات کو دیکھنے لگا۔ بس یہی محسوس ہوتا تھا جیسے چاندنی سمٹ کر ایک انسانی وجود اختیار کرچکی ہے۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور کچھ دیر کے بعد وہ بولی۔

"بس ایسے دیکھتے ہی رہو گے یا کچھ باتیں بھی کرو گے؟"۔
"میری تو زبان ہی بند ہو گئی ہے"۔
"وہ تو میں بھی دیکھ رہی ہوں"۔
"تم باتیں کرونا" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔
"بالکل ایسا لگتا ہے جیسے ابھی ابھی جوان ہوئے ہو" میرے ہونٹوں پر ایک مدہم مسکراہٹ پھیل گئی تو وہ بولی۔
"ویسے آج بہت اچھے لگ رہے ہو"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"معلوم ہے کیا ہوا ہے؟"۔
"مجھے کیا معلوم؟"۔
"میں نے طاہر علی صاحب کی حویلی میں ملازمت کرلی ہے"۔
"کیا......!" وہ چونک کر بولی۔
"ہاں ملازمت"۔
"اوہو کب؟"۔
"پانچ دن ہوگئے...... آج چھٹا دن تھا"۔
"کیسے؟"
"بس تمہاری تلاش میں بھٹک کر ادھر آنکلا تھا۔ میرے بارے میں کچھ جانتی ہو؟"۔
"کیسے جانوں گی؟ جب تک تم بتاؤ گے نہیں"۔
"میرا نام پتہ ہے؟"۔
"ہاں! جلیس ہو نا تم؟"۔
"مگر مجھے تمہارا نام نہیں معلوم"۔
"میرا نام" وہ ہنس کر بولی۔
"ہاں" کیوں؟ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"۔
"خود میرا کوئی نام رکھ لو"۔
"اصل نام نہیں بتاؤ گی؟"۔
"اصل نام کوئی ہے ہی نہیں"۔
"کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ اس سے تو یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ تم اپنا نام نہ بتانا چاہتیں"۔
"لمحوں میں صدیوں کے فاصلے نہیں طے کیے جاتے۔ نام بھی آہستہ آہستہ تمہیں چل ہی جائے گا"۔
"اور میرا نام تو تمہیں پتہ چل چکا ہے"۔
"ضروری تھا"۔
"میرے لئے ضروری نہیں ہے؟"۔
"ہے"۔
"تو پھر؟"
"اچھا تم مجھے سیپ کہہ لیا کرو۔ کیا سمجھے؟"۔
"سیپ"
"ہاں" پسند نہیں آیا یہ نام تمہیں"۔
"بہت خوبصورت نام ہے، لیکن اس تصور کے ساتھ کہ یہ اصلی نام نہیں ہے، اس کی خوبصورتی میں تھوڑا سا فرق آجاتا ہے"۔
"اور میری خوبصورتی میں؟"۔
"تم اس چاند سے زیادہ حسین ہو"۔
"اچھا بول لیتے ہو۔ کیا واقعی؟"۔
"ہاں؟"
"تم مجھے سیپ کہا کرو گے؟"۔
"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"۔
"میری کون سی بات پر اعتراض ہے؟"۔
"روزانہ نہ ملنے پر"۔
"نہیں وہ مناسب نہیں ہوگا"۔
"کیوں؟"
"دنیا کا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے"۔
"دنیا ہمارا کیا بگاڑ لے گی؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ باتیں مت کرو جو نوجوان اور نوخیز ذہن کرتے ہیں۔ پختگی اختیار کرو
اگر قربتیں حاصل کرنا ہیں تو پختگی اختیار کرنا ضروری ہے"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ایک ہفتے کا کرب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا"۔

"اسے کم کر لیتے ہیں"۔

"کتنا؟"۔

"ہفتے میں دو بار"۔

"آج منگل ہے"۔

"ہاں"۔

"بدھ جمعرات جمعہ، ہفتہ کو ملو گی؟"۔

"ہاں"۔

"چلو تو ٹھیک ہے اور اس کے بعد؟"

"اس کے بعد منگل کو"۔

"سیپ تم کون ہو؟"۔

"سیپ ہوں"۔

"اول تو تم سیپ نہیں ہو اور اگر ہو بھی تو کہاں رہتی ہو؟ کیا کرتی ہو...... کہاں سے ہو؟ اپنے بارے میں مجھے نہیں بتاؤ گی؟"۔

"سیپ سمندر میں رہتی ہے اور سمندر کی وسعتیں بے پناہ ہوتی ہیں۔ اسے تم میں تلاش نہیں کر پاؤ گے"۔

"تمہاری باتیں بہت پراسرار اور الجھی ہوئی ہوتی ہیں"۔

"میری شخصیت کی طرح"۔

"کیا مطلب؟"۔

"میری شخصیت میں ایک الجھی ہوئی کہانی پوشیدہ ہے"۔

"وہ کہانی مجھے کب سننے کو ملے گی؟" میں نے کہا۔

"میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ لمحوں میں صدیوں کے فاصلے نہیں طے ہوتے۔ میری ...سننے کے لئے کچھ تو انتظار کرو...... میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گی...... ویسے تم سے ...ے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں جلیس"۔

"اپنے حسین وجود سے فائدہ اٹھا رہی ہو، یعنی مجھے دیوانہ کر کے میری دیوانگی کو اپنی ...میں لینا چاہتی ہو"۔

"اگر کہوں کہ ہاں تو برا تو نہیں مان جاؤ گے؟"۔

"نہیں"۔

"حالانکہ برا ماننے والی بات ہے"۔

"کچھ وجود ایسے ہوتے ہیں جن کے سامنے انسان بے بس ہو جاتا ہے، تم ایسی ہی ...ہو"۔

"ایک بات کہوں...... میں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ تم اتنی اچھی باتیں کر لو... تم تو ایک ملاقات کے بعد ہی اتنے بے تکلف ہو گئے کہ لوگ برسوں میں نہ ہوں"۔

"اس کی وجہ ہے"۔

"کیا؟ بتاؤ گے"۔

"ہاں کیوں نہیں؟"۔

"تو بتاؤ"۔

"وجہ یہ ہے کہ تم نے میرے دل و دماغ پر اس طرح قابو پایا ہے کہ میں تمہیں ایک ...ساتھی سمجھتا ہی نہیں ہوں"۔

"اوہو! چلو ٹھیک ہے...... میں بھی یہی چاہتی تھی کہ یہ فاصلے کم ہوں، قربتیں پیدا ... ویسے یہاں طاہر علی صاحب کے ہاں ملازمت کرنے کی بات کر کے تم نے مجھے ...دیا ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں؟"۔

"نہیں بس ایسے ہی ...... تم نے اس حویلی کا ماحول دیکھا"۔

"ہاں"۔

"کیسا لگا؟"۔

"بہت عجیب"۔

"عجیب کیوں؟"۔

"اس لئے کہ دنیا میں انسانوں کی زندگی کا تضاد نگاہوں کے سامنے آتا ہے"۔

"تم ان کے ہاں ملازم ہو، کیا تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آتا جلیس کہ تم مالک حیثیت اختیار کر جاؤ؟"۔

"اگر یہ خیال میرے ذہن میں آئے بھی تو اس پر ہنسی بھی مجھے ہی آئے گی"۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ خواب سچے نہیں ہوتے"۔

"اور اگر سچے ہو جائیں تو!"۔

"انسان شاید اپنے آپ کو ایڈجسٹ نہیں کر پاتا ہو گا"۔

"خیر! تکلیف تو ہوتی ہے"۔

"مگر تم نے یہ سوال کیوں کیا؟"۔

"فرض کرو اگر میں تم سے یہ کہوں جلیس! کہ میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا ہوں تو کیا سوچو گے تم؟"۔

"یہی کہ میری تقدیر کا ستارہ بہت عرصے کے بعد آسمان کے بیچوں بیچ پہنچا ہے"

لگی پھر بولی۔

"لیکن! میں طاہر علی صاحب کے ملازم کی بیوی کی زندگی تو نہیں گزارنا چاہتی
نے کہا اور میں چونک پڑا...... پھر میرے چہرے پر مایوسی کی ایک لکیر پھیل گئی۔ میں نے

ے کہا۔

"ہاں یہ مجبوری ہے...... میں شاید ان بے شمار محبت کرنے والوں میں سے ہوں جن کے درمیان میں دولت کی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے۔ کیا میرے ساتھ ایسا ہی ہو گا؟"۔

"نہیں"۔

"کیا مطلب؟"۔

"میں اپنی پسند کی زندگی گزاروں گی، لیکن تمہیں ہاتھ کی لکیروں پر کبھی یقین رہا ہے؟"۔

"غور ہی نہیں کیا کبھی"۔

"تو سنو! وہ حسین زندگی تمہارے لئے میں تلاش کروں گی...... میں تمہیں وہ حسین ندگی دوں گی"۔

"تم؟"۔

"ہاں"

"لیکن سیپ! کیا میرا وجود...... میرا دل...... میرا ضمیر یہ چبھن برداشت کر سکے گا؟ کہ ہی زندگی بھی تم نے ہی مجھے دی"۔

"مجھ سے محبت کی بات کی ہے تم نے"۔

"ہاں! ہاں! ہاں! دیوانوں کی طرح چاہتا ہوں میں تمہیں...... سمجھ لو! اب تمہارے ؛ رہنے کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے۔ وہ ہنسی اور بولی۔

"دوسری ہی ملاقات میں"۔

"ہاں!" دوسری ہی ملاقات میں"۔

"چلو ٹھیک ہے...... جب محبت کو مانتے ہو تو اپنے وجود کو اپنی محبت میں سمو دو...... کبھی اسے گریز نہ کرو...... جیسے ابھی تم نے کہا" میں خاموش ہو گیا...... گفتگو کرنے میں وہ بھی مثال تھی...... البتہ جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی۔ چاند دھندلا ہو گیا تو ہم دونوں ہی ک پڑے...... میں نے حیرت سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ وقت کہاں گیا؟"۔

"گزر گیا...... سورج کی پہلی کرن سے پہلے مجھے واپس پہنچ جانا چاہئے، ورنہ میرے لئے مشکل پیدا ہو جائے گی...... چلتی ہوں، اب ہفتہ کو ملاقات ہو گی"۔

"کس وقت؟"۔

"ساڑھے بارہ بجے" اس نے کہا اور اٹھ کر تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ میرا ارادہ چاہا کہ میں اس کا تعاقب کروں...... دیکھوں تو سہی کہاں رہتی ہے؟ لیکن یہ سوچ کر ایسا عمل نہیں کیا کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے...... ابھی اگر اس نے اپنے بارے میں کچھ بتایا نہیں تو نہ سہی، بتا دے گی، لیکن اس کی باتیں مجھ سے نہ جانے کیا کہہ رہی تھیں...... تھکے تھکے قدموں سے واپس حویلی میں آ گیا اور اپنے کمرے میں جا سویا۔ پھر صبح کو فرحت صاحب نے ہی جگایا تھا...... گھڑی دیوار پر لگی ہوئی تھی، دیکھا گیارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے...... فرحت صاحب میری پیشانی اور سینے پر ہاتھ رکھے غالباً یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ میں بیمار تو نہیں ہو گیا میں ایک دم چونک کر اٹھ گیا...... میں نے کہا۔

"بہت وقت ہو گیا نا مجھے؟"۔

"یہ بتاؤ! طبیعت تو ٹھیک ہے"۔

"جی طبیعت ٹھیک ہے...... رات کو بس نیند نہیں آئی"۔

"آج آرام کر لو"۔

"نہیں بس، تھوڑی سی مہلت دید یجئے تیار ہو کر ابھی آتا ہوں"۔

"دیکھو! اگر طبیعت پر کوئی کسلمندی ہے تو آرام کر لو"۔

"فرحت صاحب! جتنی دیر ہو گئی ہے اس کے لئے مجھے معافی دید یجئے...... میں بالکل ٹھیک ہوں، ابھی آتا ہوں" میں نے کہا اور فرحت صاحب باہر نکل گئے...... میں نے غسل خانے کی جانب چھلانگ لگا دی تھی۔

☆......☆

بہر حال! زندگی میں یہ تبدیلی بڑی دلکش محسوس ہو رہی تھی...... اول تو حویلی کا ماحول اور پھر ہفتہ میں دو دفعہ سیپ سے ملاقات۔ میں نے اپنے دن مقرر کر لئے تھے...... اسٹیشن جانا سب لوگوں سے ملاقات کرتا...... پہلی تنخواہ ملی تو اس کی آدھی سے زیادہ رقم اپنے دوستوں پر خرچ کر دی...... سب کے لئے تحفے تحائف خریدے اور وہ لوگ خوشی سے سرشار ہو گئے...... ادھر سیپ مجھ سے پرانی حویلی میں ملتی رہتی تھی۔ بہت پراسرار شخصیت تھی اس کی، بڑی معذرتیں کی تھیں اس نے اور کہا تھا کہ وقت آنے پر ہی اپنے بارے میں بتائے گی۔ وقت سے پہلے کچھ بتانا ممکن نہیں ہے۔ ادھر طاہر علی صاحب کا رویہ میرے ساتھ اتنا محبت بھرا تھا کہ بعض اوقات تو میں شرمندہ ہو جاتا تھا...... فرحت صاحب تھے...... دوسرے اور دوست بھی تھے...... سب کے سب اس طرح کہ اب میں اپنی تنہائی کو بھول گیا تھا...... لیکن میرے ذہن میں ایک تردد رہتا تھا ہمیشہ...... سیپ کی باتیں بڑی پراسرار ہوا کرتی تھیں۔ آج تک نہیں پتہ چل سکا تھا کہ وہ کہاں سے آتی ہے، کہاں واپس چلی جاتی ہے...... اس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں کبھی اس کا پیچھا نہ کروں...... اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وقت آنے پر وہ مجھے سب کچھ بتا دے گی...... مجھے انتظار کرنا ہو گا...... بہر حال زندگی کے دن سفر کی طرح طے ہو رہے تھے...... ایک دن نور علی کی ماں کے پاس بیٹھا ہوا تھا...... بزرگ عورت تھیں بہت اچھی شخصیت کی مالک۔ پانچوں وقت کی نمازی اور پرہیزگار، کہنے لگیں۔

"بیٹے اکیلے رہتے ہوئے تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوتی...... عمر تو ہے تمہاری...... زندگی کا کوئی ساتھی تلاش کر لو، کیا اچھا نہیں ہو گا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں نہیں ماں جی! وقت آجائے گا تو زندگی کا ساتھی بھی مل جائے گا...... ویسے آپ نے نور علی کے بارے میں یہ بات نہیں سوچی"۔

"خدا کی قسم! میرے منہ کی بات چھین لی ہے تم نے...... دیکھو بیٹا اتنے دن سے تم دیکھ رہے ہو...... پہلی بات تو یہ کہ میں صرف گھر میں رہتی ہوں، جوڑوں کے درد کی مریضہ ہوں...... جو کچھ کر لیتی ہوں بس اس لئے کر لیتی ہوں کہ کوئی اور کرنے والا نہیں ہے...... اصل میں ہم لوگ بھی بالکل تنہا ہیں...... میں چاہتی ہوں کہ کوئی ہماری مدد کرے...... اس سلسلے میں......" دفعتاً میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا تھا...... بابا جمیل مجھے یاد آگئے تھے...... میں نے نور علی کی والدہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"ماں جی! نور علی کے لئے کسی رشتے کا کوئی تصور ہے آپ کے ذہن میں؟"۔

"میں سمجھی نہیں بیٹے؟"۔

"آپ نے کوئی معیار تو بنایا ہو گا کہ کس طرح کی لڑکی کے ساتھ نور علی کی شادی کریں گی"۔

"بیٹے بس! شریف ماں باپ کی بیٹی ہو اور کچھ نہیں...... جہاں تک ذات پات او حیثیت کا تعلق ہے تو بیٹا اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم ہے کہ ہر کلمہ گو آپس میں بھائی ہیں او ہر انسان ایک جیسا ہے...... ہم بھلا اپنے خالق کی ان عنایات کا صلہ کیا دے سکتے ہیں؟ جو ا نے ہم پر کی ہیں...... لیکن کم از کم ایک بات تو کر سکتے ہیں کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اسے سمجھیں اور جہاں تک بن پڑے اس کی ہدایات پر عمل کریں...... میں خاندان کو نہیں مانتی...... خاندان صرف شرافت کا نام ہوتا ہے، ورنہ بڑے بڑے خاندان راجاؤں، مہاراجاؤں، رئیسوں اور نوابوں کے ایسے ہیں کہ انہوں نے غلاظت کو انتہا پر پہنچا رکھا ہے...... بیٹا فائدہ؟ ایسے خاندانوں سے "کہ ماضی میں تو ان کے نام کے بہت سے چرچے سننے میں آئے اور حال میں پتہ چلے کہ چور، ڈاکو، بدمعاش ہیں۔ غور کرو"۔

"خدا کی قسم ماں جی! یہ پتہ نہیں تھا کہ آپ کے خیالات اتنے بلند ہیں...... ماں جی! ا

شناسا ہیں میرے...... بہت شریف آدمی ہیں...... تین بیٹیاں ہیں ان کی، بڑی بیٹی کی عمر کوئی بائیس سال ہے...... اچھی لڑکیاں ہیں...... اگر آپ چاہیں تو انہیں دیکھ لیں...... ریلوے اسٹیشن پر قلی کا کام کرتے ہیں، لیکن انتہائی شریف النفس انسان ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں ان کی شرافت کی"۔

"بیٹا! اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ عزت سے روزی کمانے والا ہر حال میں عزت دار ہوتا ہے...... اب یہ ذمہ داری میں تمہیں سونپ رہی ہوں...... اگر اچھا سمجھتے ہو اس گھرانے کو تو بسم اللہ کر کے ہمیں ان سے ملا دو...... کیا سمجھے؟"۔

"میں فوراً ہی یہ انتظام کرتا ہوں ماں جی! آپ لوگ لڑکی کو دیکھ لیجئے...... نور علی کو بھی میں لڑکی دکھا دوں گا...... اس کا وعدہ کرتا ہوں میں" نور علی نے شرمندہ ہو کر گردن جھکا لی تھی اور میں نے قہقہہ لگایا تھا، لیکن اس بات سے میں بہت خوش ہوا تھا...... میرے ذہن میں بابا جمیل ہمیشہ ہی رہا کرتے تھے...... چاچا امام دین نے جو بات مجھ سے کہی تھی وہ بہرحال میرے ذہن کو تو لگی تھی لیکن اول تو میرا سلسلہ ہی ختم ہو گیا تھا...... اب تو میں کسی کا اسیر تھا اور ایک قیدی بھلا کس کو کیا خوش رکھ سکتا ہے؟ لیکن نور علی بہت اچھا لڑکا تھا...... اب تو میرا ذہن حیدر کی طرف بھی جانے لگا تھا...... بابا جمیل کی دوسری دو بیٹیاں اور تھیں...... اپنی ہی طرف سے جو کام بھی ہو جائے...... بہت اچھا ہوتا ہے، چنانچہ اس شام میں بابا جمیل سے خاص طور سے جا کر ملا، گھر جا چکے تھے...... چاچا امام دین کو پکڑا اور کہا۔

"چاچا جی آپ نے ایک بات کہی تھی مجھ سے"۔

"کیا؟"۔

"بابا جمیل کی بیٹیوں کے بارے میں"۔

"خدا تمہیں خوش رکھے بیٹے یاد ہے وہ بات تمہیں"۔

"چاچا جی! آپ لوگوں کے ساتھ زندگی کے اتنے قیمتی لمحات گزارے ہیں۔ کیا بھولا ہوں میں آپ کو ذرا بتایئے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں! بالکل نہیں بیٹا...... اس بات کا ذکر تو سبھی کرتے ہیں...... کہتے ہیں کہ انسان ہو تو ایسا کہ ساتھ بیٹھا، ساتھ اٹھا، کھایا تو نباہیا۔ بیٹے! یہ اچھے خون کی علامت ہوتی ہے تو کیا سوچا تم نے؟ بابا جمیل کے بارے میں اس وقت تم نے تذکرہ کیا ہے۔ اس لئے میں یہ بات پوچھ رہا ہوں...... ورنہ جمیل نے مجھ سے بعد میں سوال کیا تھا...... تو میں نے اسے یہی جواب دیا کہ جلیس خاموش ہو گیا ہے...... بابا جمیل کہنے لگے کہ پڑھا لکھا بچہ ہے ظاہر ہے ذہن میں نہ جانے کیا کیا خیالات ہوں گے۔ بس ٹھنڈی سانس بھر کے خاموش ہو گئے تھے۔"

"وہ اصل میں آپ کو علم ہے کہ طاہر علی کی کوٹھی میں کام کرتا ہوں میں...... بے شمار لوگوں سے میری شناسائی ہو گئی ہے وہاں ایک لڑکا ہے، اس کا نام نور علی ہے...... بس اس کی ماں ہے، اچھی ملازمت ہے اچھی تنخواہ ہے، سب سے بڑی بات یہ کہ بہت شریف لڑکا ہے...... میرے ذہن میں بابا جمیل کی بیٹیاں آ گئیں...... بابا جمیل سے ملنا چاہتا ہوں"۔

"چلو ابھی چلتے ہیں...... بابا جمیل رہتے ہی کتنے فاصلے پر ہیں...... امام دین کے تانگے پر بیٹھ کر بابا جمیل کے گھر پہنچے، مجھے دیکھ کر تو وہ خوشی سے اچھل پڑا تھا"۔

"ارے واہ! تم ہمارے گھر آئے ہو...... آؤ بیٹا آؤ...... یقین نہیں کرو گے تم...... رقیہ! رقیہ ذرا باہر آؤ اور اپنی بچیوں کی قسم کھا کر بتاؤ کہ ابھی کیا باتیں ہو رہی تھیں"۔ رقیہ ایک عمر رسیدہ خاتون تھیں...... بابا جمیل کی بیگم سر پر دوپٹہ ڈال کر سر جھکا کر بولیں۔

"میں سمجھی نہیں؟"۔

"کس کے بارے میں بات ہو رہی تھی تم سے"۔

"ہاں...... وہ آپ کسی جلیس کے بارے میں بات کر رہے تھے اور بڑی تعریفیں کر رہے تھے ان کی"۔

"یہ جلیس میاں ہیں" رقیہ بیگم نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا...... امام دین اور میں ان کے گھر میں داخل ہو گئے اور پھر چاچا امام دین نے ساری تفصیل بابا جمیل کو بتائی۔ بابا جمیل نے ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولے۔

"بیٹے! تمہاری ذات سے امید تو ایسی ہی تھی کہ ہمیں بھول نہیں جاؤ گے تم"۔

"بابا صاحب! ایک بات پورے خلوص سے عرض کر دوں...... برا تو نہیں مانیں گے آپ؟"۔

"کیسی باتیں کرتے ہو بیٹا...... تمہاری بات کا برا مانوں گا"۔

"بابا صاحب! میری زندگی اتنی غیر متوازن ہے کہ آپ شاید یقین نہ کر پائیں...... میرا محور کچھ اور تھا...... بابا صاحب! آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں کوئی اعلیٰ گھرانے کی اعلیٰ لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا...... بابا صاحب! میرے ذہن میں تصور ہی ہمیشہ یہ رہا تھا کہ جس کے لئے میں شادی کرتا، جس کے لئے میں اپنی زندگی میں خوشیاں تلاش کرتا، اس کا اب اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے...... میں بھی بس وقت گزار دوں...... بس یہ خیال تھا میرے دل میں اور اس وجہ سے میں نے چاچا امام دین کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، لیکن نور علی اتنا اچھا لڑکا ہے...... میں نے نور علی کے بارے میں تمام تفصیلات بابا جمیل کو بتائیں...... مختصر یہ کہ ایک سلسلہ جاری ہو گیا اور پھر میں نے ایک دن نور علی اور اس کی ماں کو بابا جمیل کے گھر لے جا کر ان لوگوں سے ملایا...... لڑکی کو دیکھا تو مجھے بھی بڑی حیرت ہوئی۔ گدڑی میں لعل ایسے ہی چھپے ہوتے ہیں اور شاید ایسی لڑکیوں کے لئے مثال دی جاتی ہے...... تینوں بچیاں بہت اچھی تھیں...... بڑی کا نام برجیس تھا اور نور علی کی والدہ نے برجیس کو پسند کر لیا...... بہت جہاں دیدہ خاتون تھیں اپنے ساتھ ہی انگوٹھی وغیرہ لے کر آئی تھیں...... مجھے تک پتہ نہیں تھا...... برجیس کی انگلی میں انگوٹھی ڈال گئیں اور کہہ گئیں کہ پہلے بابا جمیل نور علی کے بارے میں معلوم کر لیں...... اس کے بعد جس طرح سے وہ کہیں گے یہ شادی کر لی جائے گی۔ مجھے تو خوشی ہوئی تھی کہ چلو ایک نیک کام ہوا اور اس نیک کام کی اطلاع اس رات میں نے سیپ کو بھی دی تھی...... سیپ یہ سن کر ہنس پڑی...... پھر بولی۔

"تو آج تم زندگی کی طرف لوٹ آئے ہو؟"۔

"زندگی کو زندگی مل جائے سیپ! تو انسان کو اور کیا درکار ہوتا ہے...... تم زبردستی مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندگی کی جانب گھسیٹ لائی ہو...... میں نے اپنے بارے میں جو حقیقتیں تمہیں بتادی ہیں بس یہ سمجھ لو کہ وہ بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ کیا سمجھیں؟

"ہاں! بہر حال یہ اچھا کام ہے جو تم کر رہے ہو...... میری مدد کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ؟"

"تم! تم میری مدد کرو گی! سیپ؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"تم اس شادی میں شرکت کرو گی؟" میں نے کہا اور ہنس پڑی، پھر بولی۔

"نہیں! یہ میری مجبوری ہے...... یہ میری بہت بڑی مجبوری ہے" اس نے کہا۔

"تو پھر اور کیا مدد کر سکو گی تم؟"۔

"شادی کے لئے اگر کچھ درکار ہو...... دولت، رقم، زیورات، لباس تو مجھے بتاؤ میں مہیا کر دوں گی"۔

"نہیں سیپ یہ چیزیں ہمیں درکار نہیں ہیں، چونکہ سب کچھ سادگی سے ہو رہا ہے"

"اپنے بارے میں کیا سوچا تم نے؟"۔

"میرے زخموں پر نمک چھڑک رہی ہو"۔

"ارے کیوں؟" کیسے زخم کیسا نمک؟"۔

"تم سمجھتی ہو کیا میرا دل یہ نہیں چاہتا کہ تم ہوا کے جھونکے کی طرح ایک مخصوص وقت پر میرے پاس آ کر مجھ سے ملو اور گزر جاؤ...... کیا تمہاری قربت حاصل کرنے کی خواہش میرے دل میں پیدا نہیں ہوتی سیپ؟ میں صرف اس دن کے انتظار میں ہوں جب تم کہو کہ اب تم میرے لئے آزاد ہو...... ایسا صبر کرنے والا بھی تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا...... معاف کرنا، میرا تم پر کوئی حق نہیں ہے، لیکن یہ تھوڑی بہت زبان جو مجھے میری محبت نے دے دی ہے۔ اسے شاید میں شکایت کے لئے استعمال کرنے سے گریز نہ کرسکوں"۔

"نہیں! ایسی بات مت کرو...... بہت مختصر وقت رہ گیا ہے...... بہت مختصر وقت ایک خاص دن جس کا مجھے انتظار ہے...... البتہ ایک بات میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں

آج جب تم نے یہاں تک یہ بات کہہ دی ہے تو میں بھی تم سے ایک سوال کر ڈالوں"۔

"ہزار سوال کرو...... مجھے تمہارے ہر سوال کی خوشی ہوگی" میں نے کہا۔

"میں نے تمہیں آج تک اپنے بارے میں نہیں بتایا...... اگر میری شخصیت میں کوئی داغ نکلا تو تمہارا رویہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟"۔

"داغ"۔

"ہاں! اگر میری شخصیت میں کوئی ایسا داغ ہوا جو کوئی مرد کسی عورت کی شخصیت میں نہیں چاہتا تو کیا تم مجھے قبول کر لو گے"۔

"سیپ! اگر تم سر سے پاؤں تک بھی داغدار ہوئیں نا تو تمہاری محبت کا مقام میرے دل میں وہی رہے گا جو ہے...... چھوٹی بات مت سوچو...... میں بہت ٹھوس مزاج کا انسان ہوں"۔

"ہونہہ! اچھا...... چلو پھر ٹھیک ہے...... دیکھ لیں گے...... وقت آنے پر دیکھ لیں گے...... کوئی ایسی بات نہیں ہے...... ایک بات اور کہوں تم سے...... یہاں تمہارا ایک ماحول ہے...... تم نے اپنے لئے ایک جگہ بنالی ہے...... میں تمہیں اگر کبھی کہیں اور لے جانا چاہوں تو"۔

"تو میں تمہارے ساتھ چلوں گا...... میری زندگی میں اب تمہارے علاوہ اور کچھ نہیں ہے"۔ وہ مسکرادی...... ایک بات اس کے کردار کی جو میرے دل و دماغ کو بھائی تھی وہ یہ تھی کہ اتنی قربت ہونے کے باوجود ہمیشہ تنہائی ملنے کے باوجود اس نے کبھی کسی ایسے عمل کا اظہار کیا تھا اور نہ عمل کیا تھا جو کسی بھی شکل میں اس کے کردار کا داغ بن سکتا...... آج تک ہم دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ بھی نہیں چھوا تھا...... ہم دنیا جہاں کی باتیں کرتے تھے، لیکن ہمارا ایک کردار ہمارے ساتھ رہتا تھا...... وقت ہو گیا اور سیپ چلی گئی، جو باتیں وہ کہہ جاتی تھی وہ مجھے سونے نہیں دیتی تھیں...... اپنے بستر پر لیٹ کر بھی میں ان ہی کے بارے میں سوچتا رہتا تھا اور اس طرح صبح ہو جاتی تھی، لیکن اب میں ایسی صبح ہونے کا عادی ہو گیا تھا اور اب فرحت صاحب کو مجھے آ کر جگانا نہیں پڑتا تھا...... دوسرے میرا کام تھا جو فرحت صاحب کے لئے نہایت اطمینان بخش تھا......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی تعریف فرحت علی ہی نہیں طاہر علی صاحب بھی کر چکے تھے اور انہوں نے میرے کام سے بڑی اطمینان بخش کیفیت کا اظہار کیا تھا...... یہ بات میرے لئے ایک بڑا اعز تھی...... دو ہفتے اور گزر گئے...... تیسرے ہفتے حویلی میں خوشیوں کا دور دورہ ہوا...... نور علی جمیل کی بیٹی کو دلہن بنا کر اپنے گھر لے آیا تھا...... طاہر علی صاحب نے بڑائی کا ثبوت دیا، خ اس شادی میں شریک ہوئے...... بابا جمیل کے گھر گئے اور لڑکی رخصت کر کے لائے... سارے اخراجات انہوں نے اپنے ذمے لے لئے تھے، البتہ ان کے خاندان کی خواتین ا شادی میں شریک نہیں ہوئی تھیں...... مالک اور ملازم میں بہر حال کچھ فاصلے ہوتے ہیں... یہ فاصلے برقرار رکھے گئے تھے، ظاہر ہے اس پر اعتراض کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کیا کم تھا کہ طاہر علی صاحب نے اس معاملے میں براہ راست دلچسپی لی تھی، لیکن مجھے دلی خو ہوئی تھی۔ اسٹیشن سے میری زندگی کا گہرا تعلق رہ چکا تھا، میں اسٹیشن جاتا رہتا تھا...... بل زندگی کا ایک راستہ بن گیا تھا...... طاہر علی صاحب کی کوٹھی میں بڑے سکون سے وقت گز رہا تھا اور ایک طرف دل کے داغ دُھل گئے تھے، حالانکہ یہ میری بستی تھی وہ گھر بھی ت جہاں میں نے بچپن گزارا تھا لیکن اب ادھر جانے کے خیال سے وحشت ہوتی تھی ماں کا تص ایسا ہی تھا کہ میں ادھر کا رخ بھی نہیں کرتا تھا، پھر وہ لوگ جو پتہ نہیں میرے دوست تھے دوست نما دشمن، کتنے آرام سے انہوں نے میرا گھر مجھ سے چھین لیا تھا لیکن بات وہی آجا ہے...... ماں کے نام کے ساتھ جو کچھ کہا گیا، بھلا اس میں کسی اور بات کی کیا گنجائش تھی... میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی...... اس دن بھی اسٹیشن پہنچا تھا اور سارے قلی میرے گر جمع ہو گئے تھے...... بابا جمیل دور سے مجھے دیکھ کر دوڑتا ہوا آیا تھا، بڑے پیار سے مجھے سینے۔ لگایا تھا اور اس کے بعد میرے سامنے بیٹھ گیا تھا اس نے کہا۔

"بیٹا...... حویلی آنے کی ہمت نہ کر سکا، اپنی اوقات نہیں بھولا ہوں میں...... اس گھ سمدھی نہیں ہوں، جانتا ہوں کہ میری اوقات کیا ہے پر کبھی کبھی تم ہی ادھر آجایا کرو"۔

"ارے بابا جمیل کیا بات کرتے ہیں آپ...... آپ نے دیکھا نہیں کہ طاہر علی صاحب

س طرح ہم لوگوں سے پیش آتے ہیں...... بڑی عزت بڑا مقام دیا۔ انہوں نے اصل میں بات وہی ہے جس کے پاس عزت ہوتی ہے، وہی دوسرے کو عزت دے سکتا ہے جس کی اپنی کوئی عزت نہ ہو...... وہ کسی دوسرے کو کیا عزت دے گا۔

بابا جمیل بہت زیادہ ممنون نظر آرہے تھے کہنے لگے۔

"بیٹا تم نے غیر ہو کر ہمارے لئے جو کچھ کیا ہے ہم اس کا احسان کیسے اتار سکیں گے؟"۔

"اس کا ایک طریقہ ہے بابا جمیل"۔

"بتاؤ بیٹا؟"۔

"یہ جوتا اتار کر میرے سر پر اور ماردیں...... میں نے کہا اور بابا جمیل چونک پڑے"۔

"کوئی غلطی ہو گئی ہم سے؟"۔

"غور کریں"۔

"بھیا اتنی عقل ہوتی تو غور کرتے عقل ہی نہیں ہے تو کیا کریں"۔

"آپ نے ابھی کہا ہے کہ میں نے غیر ہو کر آپ پر یہ احسان کیا ہے"۔

"ہاں کہا ہے"۔

"سنا تم لوگوں نے، بابا جمیل نے کہہ دیا ہے کہ میں غیر ہوں، میں نے دوسرے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا اور بابا جمیل چونک پڑے، چند منٹ سوچتے رہے، پھر اپنے پاؤں سے جوتا اتارا اور اپنے ہی ہاتھ سے اپنے ہی سر پر جوتے لگانے لگے...... میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"کئے جایئے مجھے ذلیل...... کئے جایئے"۔

"ارے ذلیل تو ہم ہیں سوچے سمجھے بغیر بات منہ سے نکال دیتے ہیں، تمہارا کہنا ٹھیک ہے غلطی ہم سے ہوئی ہے، اپنے سر پر جوتے لگا رہے ہیں تم غیر کہاں ہو بھیا اپنے وہ نہیں کرتے جو تم نے کر دیا۔

"چلئے اللہ نے آپ کو عقل دے دی بات ختم ہو گئی...... آئندہ کبھی یہ الفاظ ادا نہ کریں کہ میں غیر ہوں...... میں نے آپ سے پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ بابا صاحب آپ کی بیٹیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے لئے بہنوں کا مقدس مقام رکھتی ہیں اور بہنوں سے شادی کا تصور کبھی نہیں کیا جا ہاں آپ کے بیٹے کی حیثیت سے میں اپنی بہنوں کے لئے اچھے رشتے ضرور تلاش کر سکتا ہ تو دیکھئے اگر دل میں خلوص ہو تو اللہ تعالیٰ عزت رکھتا ہے۔ میرے دل میں خلوص ہے آ کے لئے تو کیسے بات بن گئی"۔

"ٹھیک کہتے ہو، سچ سچ تم ٹھیک کہتے ہو...... بابا جمیل نے اعتراف کیا، قلی مستعد ہو تھے کوئی ٹرین آنے والی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ کیا وقت تھا تھوڑے ہی دن پہلے کی بات تھی، میں بھی اسی طرح آنے والی ٹرین کے لئے مستعد ہو جاتا تھا...... میرے دوستوں مجھے دیکھا اور ہنس دیئے، وہ سمجھ رہے تھے کہ میری تقدیر بدل گئی ہے اور اب میں ان میں نہیں ہوں...... بہرحال میں قلیوں کی کارروائی دیکھتا رہا...... سامان کے ڈھیر اپنے پورے د پر سجا کر وہ جس طرح ڈولتے لرزتے باہر نکلتے تھے اور اس کے بعد اپنی مزدوری وصول کر پسینہ پونچھتے ہوئے باہر آجاتے تھے...... اگر صاحب دل ہوتے تو ان کی عظمت کو سا کرتے، یہ تھے وہ اصل لوگ جن کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ "رزق حلال" کماتے ہیں ا عبادت کرتے ہیں، لیکن پھر ایک شخص کو دیکھ کر میں ایک دم چونک پڑا...... اتفاق کی بات کہ اپنے معاملات میں گھِر کر فیاض کو بھول ہی گیا تھا۔ حویلی میں میرا ایک ہی شناسا ایک دوست تھا۔ فیاض حویلی میں مجھے نظر نہیں آیا تھا اور پے در پے کچھ ایسے واقعات ہوئے جس کی بناء پر حویلی میں میں ذہنی طور پر الجھ گیا تھا۔ خاص طور سے سیپ جس نے اپنی مح میں اس طرح گرفتار کیا تھا کہ اب میرے دل میں صرف ایک ہی آرزو تھی، وہ یہ کہ طرح سیپ میری زندگی میں شامل ہو جائے، حالانکہ اس کے لئے میرے پاس کوئی را نہیں تھا، بے شک میں حویلی میں ایک اچھی حیثیت سے نوکری کر رہا تھا۔ طاہر علی صاحب نگاہوں میں چڑھ گیا تھا، فرحت صاحب اور بیگم صاحبہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے...... ا حویلی کے مالکان سے مل کر مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ہمارے ہر اچھے برے میں کام آ ہیں۔ خاص طور سے طاہر علی صاحب نے جس طرح میری پذیرائی کی تھی اس سے مجھے

تعین ہو گیا تھا کہ آخرکار میری منزل میرے لئے دشوار گزار نہیں ہو گی، کوئی نہ کوئی کام کی بات ہو ہی جائے گی، اس لئے میں ذہنی طور پر بھی کچھ الجھ سا گیا تھا۔

فیاض ریل سے اُترا تھا، شاید کہیں باہر گیا ہوا تھا، بس اس کے بارے میں اتنا ہی جانتا تھا میں کہ حویلی میں نا جانے کب سے ملازمت کرتا ہے...... اس سے زیادہ میں نے جاننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ فیاض نے بھی مجھے دیکھ لیا اور میرے قریب آگیا، میں نے اس سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا تھا۔

"کہو کیسے ہو جلیس بھیا اس نے کہا؟"۔

"بالکل ٹھیک ہوں، تم سناؤ کہاں غائب ہو گئے تھے، کہاں سے آرہے ہو؟"۔

"بس بھیا زندگی میں نا جانے کیسے کیسے کام انسان کو دیئے جاتے ہیں، کچھ کام کرنے والے ہوتے ہیں، کچھ کام کرانے والے ہوتے ہیں، حکم ماننا پڑتا ہے مالکوں کا...... دل چاہے یا نہ چاہے"۔

"ارے کیا بات ہے بڑے فلاسفر بن کر آرہے ہو؟"۔

"نہیں وہ تو نہیں بن رہے ہیں جو تم کہہ رہے ہوں، پر گئے ہوئے تھے مہینہ ڈیڑھ م ہو گیا...... اسی لئے تم سے ملاقات بھی نہیں ہوئی"۔

"ہاں اسی لئے مجھ سے ملاقات بھی نہیں ہوئی، میں نے مسکرا کر کہا"۔

"کہو کام کیسا چل رہا ہے آج، وردی نہیں پہنی ہوئی؟" فیاض نے کہا۔

"ہاں وردی اتر گئی ہے"۔

"اتر گئی ہے؟"۔

"ہاں"۔

"کیوں؟"

"بس"۔

"کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟"۔

"بہت بڑی گڑبڑ" میں نے جواب دیا۔

"ارے بھیا کیا ہو گیا خیریت تو ہے؟" آؤ کہیں چھاؤں میں بیٹھتے ہیں...... فیاض نے ہمدردی سے کہا...... مجھے ہنسی آ رہی تھی جو گڑبڑ ہوئی تھی وہ اسے بتاتا تو وہ حیران رہ جاتا...... بہر حال ہم ایک جگہ جا کر بیٹھ گئے...... میں نے فیاض کے لئے چائے منگوائی اور کہا۔

"تم سناؤ اتنے عرصے کے لئے کہاں چلے گئے تھے؟"۔

"میں تو بعد میں سناؤں گا پہلے یہ بتاؤ کہ گڑبڑ کیا ہوئی تھی؟"۔

"میں نے کہا نا بس قلی گیری چھوڑ دی"۔

"تم نے خود چھوڑی یا کوئی واقعہ ہو گیا؟"۔

"ہوا تو واقعہ ہی تھا مگر اس واقعہ کے نتیجہ میں ہی مجھے قلی گیری چھوڑنی پڑی"۔

"بھیا کافی دنوں پہلے کی بات ہے کہ ایک قلی سے کوئی سامان گڑبڑ ہو گیا تھا، کسی بڑے آدمی کا سامان تھا، اس نے قلی کو گرفتار کرا دیا، اس کا بلا چھن گیا اور نوکری بھی گئی، مطلب یہ کہ رجسٹریشن ختم ہو گیا۔ تمہارے ساتھ بھی کوئی ایسا ہی واقعہ تو نہیں ہوا؟"۔

"نہیں فیاض میں نے دوسری جگہ نوکری کر لی ہے"۔

"اچھا اچھا تم نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا تھا"۔

"تم سناؤ حویلی کے حالات کیسے ہیں...... میں نے سوال کیا؟"۔

"کیا بات کر رہے ہو بھیا میں نے کہا نا ڈیڑھ مہینے سے تو ہم حویلی میں ہیں ہی نہیں"۔

"ارے ہاں تم نے کہا تھا اسی ٹرین سے آئے ہو تم؟"۔

"ہاں"۔

"کہاں سے؟"۔

"بس گئے ہوئے تھے ذرا ایک دور دراز کے شہر میں آس پاس کی بستیوں میں مارے مارے پھر رہے تھے، کیا بتائیں تمہیں کس چکر میں پھنس گئے ہیں ہم"۔

"ارے تم بھی کسی چکر میں پھنس گئے ہو کیا فیاض؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہیں یاد نہیں حویلی میں اکرم میاں کی دلہن قتل ہو گئی تھی؟"۔

"یاد ہے"۔

"اور پھر یہ بھی یاد ہے کہ اکرم میاں نے دوسری شادی کر لی تھی؟"۔

"وہ بھی یاد ہے"۔

"یہ شادی مالکوں کی مرضی سے تھوڑی ہوئی تھی"۔

"ہاں تم نے بتایا تھا"۔

"ایک لمبی کہانی ہے بھیا ہم بھی پیٹ کے درد کو کتنے عرصے چھپائیں اور پھر تم تو اپنے ہی آدمی ہو...... تم سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت بھی تو نہیں پیش آتی"۔

"پیٹ کا درد؟"۔

"تو اور کیا بڑا مشکل ہوتا ہے کسی راز کو راز رکھنا"۔

"اچھا تو کوئی راز ہے تمہارے دل میں؟"۔

"پیٹ پھول رہا ہے اور سوچ رہے ہیں کہ کہیں کمبخت پھٹ نہ جائے، فیاض نے کہا اور میں ہنس پڑا"۔

"تو پھر آج اپنے پیٹ کا درد میرے سامنے کھول دو"۔

"ہاں بھیا تم سے اچھا اور کون ملے گا ہمیں بڑے اعتبار کے آدمی ہو اصل میں ایک عجیب و غریب قسم کا قصہ سنا تھا ہم نے، بڑا عجیب و غریب"۔

"کیا؟"۔

"وہ قصہ ہم نے اس وقت سنا تھا جب اکرم میاں کی شادی کو بھی کئی ہفتے گزر گئے تھے، مطلب یہ کہ دوسری شادی کو"۔

"ٹھیک"۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ اکرم میاں نے ہمیں اپنے پاس بلایا اور ہم ان کے پاس پہنچ گئے...... یے بھی اکرم میاں ہم سے بڑی دوستی رکھتے تھے...... سارے کام ہم سے ہی کہتے تھے بلکہ یوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمجھ لو کہ ایک طرح سے ہم اکرم میاں ہی کے نوکر تھے، انہی کے کام کیا کرتے تھے۔

"ہاں یہ بات تو مجھے معلوم ہے تم پہلے بتا چکے ہو فیاض"۔

"اکرم میاں بڑے آدمی نہیں ہیں، اچھے آدمی ہیں، وہ انہوں نے ہمیں بلا کر کہا"۔

"فیاض میاں تم سے ایک بہت ضروری کام ہے مجھے؟"۔

"جی چھوٹے سرکار" بتایئے کیا بات ہے ہم نے کہا۔

"فیاض تم ایک بات بتاؤ کیا تمہیں میری ذات سے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہے؟"۔

"ارے نہیں چھوٹے سرکار آپ نے تو ہم سے اتنی محبت کی ہے کہ ہم بتا سکتے...... بڑا مان کرتے ہیں ہم آپ پر"۔

"اگر دل کی کوئی بات تم سے کہوں تو کیا تم اسے راز رکھ سکو گے"۔

"چھوٹے سرکار جان دے دیں گے پر آپ کی کہی ہوئی بات کسی کے سامنے دہرائیں گے، اگر اطمینان نہ ہو تو کر کے دیکھ لیجئے"۔

"نہیں فیاض میں ایک ایسی بات تم سے کہنا چاہتا ہوں جو تم اپنے آپ تک ضرور گے ورنہ میری ہی نہیں تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی"۔

"ہم نے کہا نا مالک ہمیں ہزار بار اپنی زندگی آپ پر قربان کرنے میں کوئی اعتـ نہیں ہوگا آپ بس کہیں"۔

"دیکھو تم ایک کام کرنا احسان پور ہے ایک چھوٹے سے قصبے کا نام اور یہ قصبہ ایک بڑے شہر کے قریب ہے...... ریل سے تم اس شہر جاؤ گے اور پھر وہاں سے احسان پو بارے میں معلومات کر کے احسان پور چلے جاؤ گے، احسان پور میں ایک مسجد "ہری کے نام سے مشہور ہے...... اس مسجد کے موذن صاحب جو ہیں ان کا نام عبدالرحمان ہے عبدالرحمان صاحب کو یہ میرا ایک پرچہ لے جا کر دے دینا، میں نے لکھ کر رکھ لیا ہے بس یہ کام کرنا ہے تمہیں اس کے بعد اگر عبدالرحمان صاحب تمہارے ساتھ آنا چاہیں نہیں لے کر آجانا، میں دلچسپی سے فیاض کی بات سننے لگا اور فیاض گہری سوچ میں

لیا...... پھر اس نے کہا...... اس کے بعد بھیا اکرم میاں نے ہم سے کہا۔

"فیاض پوری بات تمہیں بتانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ تم ذاتی طور پر عبدالرحمان کو ں بارے میں بتادو"۔

"جی سرکار بتایئے؟"۔

"اصل میں، میں احسان پور ایک شادی کے سلسلے میں گیا تھا"۔

"ٹھیک" پھر......

"وہاں جس گھر میں شادی تھی بہت بڑا گھر تھا اور اس میں بڑا سا باغ لگا ہوا تھا، لیکن میں نا اتنا ویران اور اتنا اجڑا ہوا باغ کبھی نہیں دیکھا...... گھر کے مالک جو تھے ان سے میں نے اس غ کے بارے میں پوچھا کہ اتنی خوبصورت جگہ کو آپ نے اس طرح برباد کر کے کیوں رکھا اہے تو وہ کہنے لگے کہ میاں اس چکر میں نہ پڑو، میں نے کہا کیسا چکر...... تو وہ بولے کہ بس موش رہو، میں خاموش ہو گیا...... فیاض، لیکن میرے دل میں ایک تجسس جاگ اٹھا، بڑی رت ہوئی تھی مجھے اس بات کو سن کے، میں نے ایک دفعہ اس باغ کی طرف جانا چاہا تو ان احب نے کہا۔

"کیوں زندگی گنوانے کو تلے ہوئے ہو بے وقوف آدمی" میں نے حیرت سے انہیں کھا نا جانے کیوں وہ ناراض ہو گئے تھے میں نے کہا"۔

"محترم بزرگ میری سمجھ میں بات آئی نہیں؟"۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اس باغ کی طرف مت جانا"۔

"پر کیوں؟"۔

"معلوم کئے بغیر باز نہیں رہو گے؟"۔

"دیکھئے انسان کے دل میں کوئی نہ کوئی تجسس تو ابھر آتا ہے اور خاص طور سے ایسی دل کے بارے میں جس کے لئے اسے روکا جائے۔

"تو پھر جاؤ مرو جا کر اگر تجسس جاگ اٹھا ہے، میں اپنی زبان سے وہ نہیں کہہ سکتا جو کہنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہتا ہوں...... انہوں نے کہا اور ناراض ہو کر چلے گئے...... میری حیرت اور تجسس عروج پر پہنچ گیا تھا اور پھر اپنی ضدی فطرت سے متاثر ہو کر میں آخر کار اس باغ میں داخل ہو گیا بڑے بڑے گھنے اور خوبصورت درخت تھے، گھاس پانی نہ ملنے کی وجہ سے سوکھ گئی تھی قدیم درختوں میں پرندے تک موجود نہیں تھے...... ایک عجیب سی ویرانی اور عجیب خاموشی وہاں طاری تھی، حالانکہ علاقہ اتنا خوبصورت تھا کہ وہ تو پرندوں کی جنت بن سکتا میں ایک درخت کے قریب پہنچ کر اسے دیکھنے لگا، پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا اس کے آخری حصے تک پہنچ گیا...... یہاں بھی ایک بڑا سا درخت پھیلا ہوا تھا، لمبی لمبی شاخوں عجیب و غریب سا درخت اور میں نے دیکھا کہ اس درخت کے نیچے تنے سے پشت لگائے بیٹھا ہوا ہے...... ایک لمحے کے لئے تو میرے دل میں خوف پیدا ہوا تھا لیکن پھر میں سنبھل اور میں نے ادھر جا کر دیکھا لیکن جو کچھ میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میں سخت حیران رہ گیا تھ

فیاض مجھے یہ کہانی سنا رہا تھا اور میں دلچسپی سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا...... کبھی بعض کہانیاں اس طرح اپنی دلچسپی میں سمو لیتی ہیں کہ دوسری چیزوں کا خیال ہی نہیں ر دفعتاً فیاض ہی نے گھڑی دیکھی اور بولا۔

"ارے باپ رے بڑی دیر ہو گئی ہمیں تو"۔

"کیا مطلب؟"۔

"وہ اصل میں اکرم میاں کو یہ تو پتہ ہے کہ ٹرین کب آ جائے گی، ہمارا انتظار کر ر ہوں گے وہ...... بس جانے دو ہمیں فیاض نے کہا اور میں ہنسنے لگا میں نے کہا"۔

"ٹھیک ہے چلو"۔

فیاض کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ سکی تھی کہ چلو کا لفظ میں نے کیوں استعمال کیا لیکن جب وہ تانگے میں بیٹھا اور میں بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا تو وہ بولا۔

"بھیا تم کہاں جا رہے ہو؟"۔

"حویلی" میں نے جواب دیا۔

"ہمارے ساتھ؟"۔

"ہاں" میں نے پر سکون لہجے میں کہا...... فیاض کے چہرے کی پریشانی بڑا لطف دے رہی تھی اور مجھے مزہ آ رہا تھا۔

"وہ اصل میں بھیا"۔

"کوئی بات نہیں ہے فیاض...... میں تمہارے ساتھ ہی چل رہا ہوں...... اس میں حرج ہی کیا ہے...... میں نے ہنسی روک رکھی تھی"۔

☆......☆

"فیاض حیرانی سے میری صورت دیکھنے لگا پھر بولا"۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ابھی تو ہمیں اکرم میاں کے ساتھ بہت سے کام کرنے ہوں گے......ہم وقت نہیں نکال سکیں گے، مگر دوبارہ تم سے ملیں گے"۔

"یار فیاض تم نے کہانی ہی ایسی شروع کر دی ہے کہ میں صبر نہیں کر سکتا"۔

"بات تو سچ کہہ رہے ہو مگر؟"۔

"ہاں مگر کیا؟"

"نہیں میرا مطلب ہے ہمارے ساتھ حویلی؟"۔

"ہاں تمہارے ساتھ حویلی" میں نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ کہہ رہے ہو ہماری سمجھ میں آ نہیں رہا فیاض بولا"۔

"کیوں فیاض......اس میں سمجھ میں نہ آنے والی کون سی بات ہے، مجھے بتاؤ خود تمہاری پریشانی میری سمجھ میں نہیں آ رہی"۔

"ہم......ہم تو پریشان نہیں ہیں"۔

"نہیں ہو"۔

"بالکل نہیں"۔

"ٹھیک ہے پھر میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں"۔

"پھر کسی وقت مل لیتے تو زیادہ اچھا تھا"۔

"نہیں فیاض......اسی وقت چلوں گا......میں نے ضدی لہجے میں کہا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"فیاض کی حالت قابل دید تھی۔ وہ مجھے منع بھی نہیں کر پا رہا تھا...... حیران بھی تھا اور پریشان بھی...... خیال ہو گا اس کے دل میں کہ حویلی میں داخلہ ہی ممکن نہیں ہو گا میرا...... ظاہر ہے ملازموں کے ساتھ کوئی بھی ہو بہر حال! اندر داخل ہونے کے لئے اجازت تو ضروری ہوتی ہے، لیکن تانگے والے کو پیسے دے کر جب وہ حویلی کے دروازے کی طرف بڑھا تو میں بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی اندر داخل ہو گیا تھا...... مجھے کسی نے نہ روکا...... فیاض کو کسی قدر اطمینان ہوا اور اس نے کہا۔

"پہلی بار ہمارے گھر آئے ہو آؤ کوارٹر میں بیٹھو...... ذرا اکرم میاں کے پاس ہو آئیں پھر آ کر باتیں کریں گے"۔

"ٹھیک ہے" میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے اپنے کوارٹر میں آ گیا...... اکیلا ہی رہتا تھا...... یہ کوارٹر عقبی حصے میں تھا...... ہماری رہائش گاہ الگ تھی...... ملازموں کو درجہ بدرجہ رہائش گاہیں دی گئی تھیں...... میں خاموشی سے فیاض کے کوارٹر میں جا کر بیٹھ گیا اور فیاض مجھ سے اجازت لے کر باہر نکل گیا...... میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا...... فیاض کو جب یہ بات معلوم ہو گی کہ میں بھی اب یہیں رہتا ہوں تو خوش بھی ہو گا اور ہنسے گا بھی...... شرمندہ بھی ہو گا کہ نہ جانے کیا کیا سوچتا ہوا مجھے لے کر یہاں تک آیا ہے، لیکن! بہر حال فیاض نے اب تک جو کچھ سنایا تھا وہ میرے لئے باعث حیرت اور دلچسپ تھا۔ عجیب و غریب سی کہانی تھی، نہ جانے کیوں ذہن کو لگتی لگتی سی تھی، لیکن فیاض نے واپسی میں دیر نہیں لگائی......اندر آ کر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا۔

"اکرم میاں کہیں گئے ہوئے ہیں...... چلو اچھا ہوا تھوڑی دیر آرام کرنے کا موقع مل جائے گا...... ہم کہہ آئے ہیں کہ اکرم میاں آ جائیں تو ہمیں فوراً بلوا لیا جائے......اب ان کے کہنے کی کوئی بات نہیں رہے گی"۔

"ہاں"۔

"اب یہ بتاؤ؟ پہلی بار آئے ہو کیا خدمت کریں تمہاری؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یارا بھی تو چائے پی کر آئے ہیں...... کیا خدمت کرو گے؟"

"نہیں! چائے ہمارے ہاتھ کی پیئو"۔

"تمہاری مرضی ہے...... چائے ایسی چیز ہے جس کے لئے انکار کرنا بھی گناہ ہے۔

میں نے تھوڑا سا انتظار کیا، فیاض چائے کی دو پیالیاں لے کر اندر آگیا اور بولا"۔

"چلو اب ہوں گی باتیں مزے سے...... مگر تعجب کی بات ہے یہ پھاٹک والے بڑے شریف ہوگئے ہیں...... کسی نے تمہیں ہمارے ساتھ آنے سے منع نہیں کیا، حالانکہ پوچھ گ ہوتی ہے کہ کیوں آئے ہو بھائی؟ یا اگر کوئی آتا ہے تو کون ہے؟"۔

"اچھے لوگ ہیں" میں نے جواب دیا...... پھر کہا۔

"تم کہانی شروع کردو...... تمہاری کہانی ہی مجھے پیچھے لگائے لگائے یہاں تک لائی ہے"۔

"کہانی ہے بھی ایسی بھیا...... تو اکرم میاں نے ہمیں جو بتایا وہ یوں تھا کہ وہ اس درخ کے پاس پہنچے اور انہوں نے وہاں بیٹھے ہوئے وجود کو دیکھا...... لیکن جب اس تک پہنچ انہوں نے اسے پورے کا پورا دیکھا تو حیران رہ گئے...... اک معصوم سی بھولی بھالی سی لڑ گردن جھکائے غم میں ڈوبی ہوئی بیٹھی تھی...... وہ اتنی خوبصورت تھی کہ اکرم میاں اسے د کر پتھر کے ہو کر رہ گئے...... دیر تک اسے دیکھتے رہے...... پھر اپنے آپ کو سنبھال کر انہو نے کہا۔

"کیا بات ہے...... کون ہو تم...... کیا کر رہی ہو یہاں؟" لڑکی نے نگاہیں اٹھا کر اک میاں کو دیکھا تو اکرم میاں کا کہنا یہ ہے کہ بس جیسے ان کا سارا خون سوکھ گیا...... وہ تھوڑی د انہیں دیکھتی رہی پھر بولی۔

"مجھ سے میرے دل کا حال مت پوچھو"۔

"مگر تم ہو کون؟"۔

"جو کوئی بھی ہوں کیوں مجھے پریشان کرنے آگئے ہو؟"۔

"دیکھو! مجھے تم سے ہمدردی ہے...... تم جو کوئی بھی ہو...... مجھے اپنے بارے میں بتاؤ؟"

"اگر میں تمہیں اپنے بارے میں بتادوں تو مجھے اپنے ساتھ لے چلو گے؟"۔

"کہاں؟"۔

"اپنے گھر"۔

"م...... م...... مگر تم...... تم میرا مطلب ہے تمہارا کوئی نہیں ہے"۔

"ہاں میرا کوئی نہیں ہے اس سنسار میں"۔

"اکیلی ہو؟"۔

"ہاں"۔

"مگر یہاں رہتی ہو کیا؟"۔

"ہاں"۔

"اس ویران باغ میں ڈر نہیں لگتا تمہیں؟"۔

"نہیں"۔

"پھر بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟" وہ اکرم میاں کو دیکھنے لگی، پھر اس کے بعد بولی۔

"تم بڑے سندر ہو...... ایک وچن دو مجھے"۔

"وچن؟"۔

"ہاں"

"کیسا وچن؟"

"مجھے اپنا بنا کر رکھ سکو گے؟"

"تو تمہیں م...... م...... میں میرا مطلب ہے"۔

"دیکھو! تم خود میرے پاس آئے ہو...... میں تمہارے پاس نہیں گئی...... تم نے اگر اپنا وچن توڑا تو اچھا نہیں ہوگا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مگر میں نے تمہیں وچن دیا ہی کہاں ہے؟"۔

"نہ دو...... پر میں نے تمہیں پسند کر لیا ہے" اکرم میاں پریشان ہو گئے...... کتنی خوبصورت تھی وہ لڑکی کہ وہ خود بھی اس سے متاثر ہو گئے تھے، مگر وہ جس طرح کی عجیب عجیب سی تھی۔ اکرم میاں حیران رہ گئے کہ پھر دو تین دن اکرم میاں وہاں رہے اور روزانہ اس لڑکی سے ملتے رہے۔ وہ ایک ہی وعدہ لیتی تھی کہ اکرم میاں اسے ساتھ لے چلیں گے...... ایک دن ان ہی صاحب نے جو اس گھر کے مالک تھے اور باغ کے بھی مالک تھے...... اکرم میاں کو باغ سے آتے ہوئے دیکھ لیا...... کہنے لگے۔

"سنو صاحبزادے کہاں سے آرہے ہو؟"۔

"اس طرف اس ویران باغ سے"۔

"کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑ گئے ہو؟"۔

"میں تو کئی روز سے وہاں جا رہا ہوں...... میں نے تو اپنی جان کو کوئی خطرہ نہیں دیکھا"۔

"ادھر ایک بدروح رہتی ہے"۔

"بدروح؟"۔

"ہاں"

"تم اسے چڑیل کہہ سکتے ہو...... چھل پیری کہہ سکتے ہو...... وہ ایک درخت کے اوپر رہتی ہے...... کئی بار ہم نے اسے دیکھا ہے اور اسی وجہ سے ادھر کوئی نہیں جاتا...... تم ہمارے مہمان ہو...... تمہیں سمجھانا ہمارا فرض تھا...... اپنی زندگی کھونے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟" اکرم میاں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر ان صاحب کو دیکھنے لگے پھر انہوں نے کہا۔

"لیکن جناب! آپ نے پہلے مجھے اس بارے میں نہیں بتایا؟"۔

"ارے بھائی! بتانے والے کی بھی شامت آسکتی ہے...... تم کیا سمجھتے ہو؟"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن؟"۔

"لیکن ویکن نہیں...... تمہاری مرضی ہے اب ایسا کرنا پڑے گا میں طاہر صاحب کو اس

ے میں بتاؤں گا"۔

"نہیں محترم! آپ ایسا نہ کیجئے...... آپ کو خدا کا واسطہ...... میں اب ادھر نہیں جاؤں ...اکرم میاں کا کہنا ہے کہ اس کے بعد واقعی وہ ڈر گئے اور ادھر نہیں گئے، لیکن ایک دن وہ ے کمرے میں سو رہے تھے کہ کسی نے ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا...... رات کا وقت تھا، روں طرف ہو کا عالم تھا...... اکرم میاں نے دروازہ کھولا تو انہوں نے دیکھا کہ وہی لڑکی ری ہوئی ہے، حالانکہ اکرم میاں اس سے بہت متاثر ہوئے تھے...... اس کی صورت انہیں ت پسند تھی، لیکن اس وقت وہ خوفزدہ ہو گئے...... لڑکی اندر داخل ہو گئی اور اس نے کہا۔

"کہاں غائب ہو گئے تھے تم؟" اکرم میاں بہ مشکل اپنے آپ کو سنبھال کر بولے۔

"میں تو" میں تو مہمان ہوں یہاں...... اجنبی ہوں...... بس تھوڑے دن کے بعد چلا اؤں گا"۔

"اور مجھے ساتھ نہیں لے جاؤ گے؟"۔

"تمہیں؟"۔

"ہاں! تم نے وعدہ کیا تھا مجھ سے"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن"۔

"دیکھو! وعدہ توڑنا بہت بری بات ہے...... اب تمہارے سوا میرا اس سنسار میں اور کوئی ہیں ہے...... میں تمہارے ساتھ چلوں گی اور تم مجھے اپنا جیون ساتھی بناؤ گے" یہ کہہ کر وہ اہر نکل گئی...... اکرم میاں پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی تھی کہ وہ کچھ بول بھی نہیں سکے اور وسرے دن وہ وہاں سے چپ چاپ بھاگ آئے...... بہت دن حویلی میں گزر گئے...... اکرم یاں کی شادی ہو گئی تھی اور انہیں اپنی بیوی سے بہت پیار تھا...... کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوئی تھی...... پھر اکرم میاں کا کہنا ہے کہ تھوڑے دن پہلے مقصد یہ کہ کافی دن ہو گئے...... چانک ہی ایک رات انہیں اس وقت جب وہ رات کو کسی کام سے جاگے تھے، پرانی حویلی میں ایک سایہ سا نظر آیا...... وہ سمجھے کہ کوئی ہے، چنانچہ وہ پستول لے کر وہاں پہنچ گئے اور جب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے اس سائے کو قریب سے دیکھا تو یہ وہی لڑکی تھی...... جو کھڑی انہیں گھور رہی تھی...... اکرم میاں پر ایک بار پھر سکتہ طاری ہو گیا...... وہ کہنے لگی۔

"وعدہ تم نے کیا تھا...... آئے تم تھے میرے پاس...... میں نہیں گئی تھی تمہارے پاس وعدہ توڑنے والوں کو اس سنسار میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے...... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی"۔

اگر تم نے اپنا وچن پورا نہیں کیا......" اکرم میاں کا کہنا ہے کہ ان کی تو حالت ہی خراب ہو گئی تھی...... کیا کہتے، کیا نہ کہتے...... لڑکھڑاتے وہاں سے چلے آئے...... خوب بخار آگیا اور پھر وہ بخار کے عالم میں ہی تھے کہ وہ حادثہ پیش آگیا جس کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا تھا، یعنی یہ کہ نسیم بی بی کی لٹکی ہوئی لاش پائی گئی اور ان کے بدن کا سارا خون غائب ہو گیا...... بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی کہ ایسا کیسے ہوا تھا؟ خود اکرم میاں بھی حیران تھے...... پھر یہاں سے تھوڑے سے واقعات تمہیں بھی معلوم ہیں...... جلیس بھیا! لیکن اس کے بعد اکرم میاں خاموشی سے کہیں چلے گئے...... واپس آئے تو دلہن بیگم ان کے ساتھ تھیں اور گھر والے اکرم میاں کے اس چوری چھپے شادی سے خوش نہیں تھے...... یہ معاملہ چلتا رہا...... پھر اکرم میاں نے مجھ سے کہا۔

"فیاض! یہ ساری کہانی ہے اور اب میں تم سے ایک کام لینا چاہتا ہوں...... احسان پور میں بابا عبدالرحمان رہتے ہیں...... تم انہیں جا کر بلا لاؤ...... میں نے بڑی مشکل سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ بابا عبدالرحمان بڑے بڑے بھوتوں اور چڑیلوں کو بھگا دیتے ہیں...... میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بیگم صاحبہ سے میں نے خوشی سے شادی نہیں کی ہے، بلکہ مجھے زبردستی یہاں سے لے جایا گیا تھا اور اس کے بعد مجھ سے شادی کر لی گئی تھی۔ اب بیگم صاحبہ اس گھر کی بہو ہیں، لیکن میں خوف اور دہشت سے مرا جا رہا ہوں کہ ایک چڑیل کے ساتھ زندگی بسر کرنی پڑ رہی ہے مجھے، چنانچہ جلیس بھیا! ہم گئے احسان پور مگر کیا کریں بدقسمتی ہے اکرم میاں کی کہ بابا عبدالرحمان کا انتقال ہو چکا ہے اور اب وہ اس دنیا میں

نہیں ہیں...... یہی خبر لے کر آئے تھے ہم...... بڑی مشکل سے تو انہیں تلاش کیا ہے لیکن پتہ چلا...... اب تو ہم بھی ڈر گئے ہیں...... میں حیرت اور دلچسپی سے یہ کہانی سن رہا تھا...... میں نے کہا۔

"فیاض! واقعی یہ تو دنیا کی حیرت ناک کہانی ہے...... ویسے ایک بات بتاؤ فیاض؟ تم نے کبھی اپنی آنکھوں سے چڑیل دیکھی ہے"۔

"ارے توبہ کرو بھیا توبہ کرو...... سچ مانو ہم تو اب یہاں آتے ہوئے بھی ڈر رہے تھے...... سوچا تھا کہیں بھاگ جائیں...... گھر میں چڑیل ہو اور ہم اس گھر میں رہیں...... یہ تو کھلم کھلا اپنی جان کی بازی لگا دینے والی بات ہے، پر بعد میں یہ سوچا کہ بیچارے اکرم میاں نے بھی تو ہم پر بھروسہ کیا ہے...... اکرم میاں کو ایسے نہیں چھوڑ دینا چاہئے...... پتہ نہیں کہاں گئے ہوئے ہیں"۔

"ہونہہ! ٹھیک...... اب ایسا کریں گے فیاض کہ ہم دونوں مل کر اس چڑیل کو یہاں سے بھگائیں گے"۔

"مذاق میں بھی ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں جلیس بھیا! ان سسریوں کے کان بھی بہت لمبے ہوتے ہیں۔ ویسے پتہ ہے ان کی پہچان کیا ہوتی ہے؟"۔

"کیا ہوتی ہے؟"۔

"ان کے پاؤں جو ہوتے ہیں نا وہ پیچھے کی طرف مڑے ہوئے ہوتے ہیں...... ایڑیاں آگے اور پنجے پیچھے...... بس یہی ان پچھل پیریوں کی پہچان ہے، ورنہ بڑی بڑی خوبصورت ہوتی ہیں، ایسی کہ انسان دیکھے تو پاگل ہو جائے"۔

"ہونہہ! دیکھیں گے...... ہو سکتا ہے مگر ایک بات بتاؤ؟ تم نے کبھی اپنی اس نئی مالکن کے پاؤں دیکھے؟ جسے اکرم چڑیل کہتے ہیں؟"۔

"بھیا! کوئی دماغ تو نہیں خراب تھا ہمارا...... اوّل تو پہلے ہمیں یہ ہی نہیں معلوم تھا کہ قصہ کیا ہے؟ اس کے بعد چلے گئے ہم...... اور اب اللہ نہ دکھائے" فیاض نے کانوں پر ہاتھ

رکھے......میں نے کہا۔

"لیکن! میں دیکھنے کی کوشش کروں گا"۔

"یہاں دوبارہ کیسے آؤ گے؟ آج تو پتہ نہیں کیسے چوکیداروں نے تمہیں منع نہیں کیا، مگر آگے آنا مشکل ہو جائے گا"۔

"نہیں ہو گا فیاض، کیونکہ میں بھی اب یہیں نوکری کرتا ہوں" فیاض تھوڑی دیر تک تو میرے الفاظ سمجھ ہی نہیں سکا تھا...... سمجھا تو شدت حیرت سے اچھل پڑا اور بولا۔

"کب؟ کیا؟"۔

"ہاں"۔

"یہاں نوکری کرتے ہو؟"۔

"ہاں!"

"کیا نوکری کرتے ہو؟"

"فرحت صاحب کے ساتھ دفتر میں کام کرتا ہوں"۔

"ارے ہاں! تم تو پڑھے لکھے تھے نا؟"۔

"ہاں!"

"تو اب تم یہاں ہوتے ہو؟"۔

"یہیں رہتا بھی ہوں"۔

"ارے کیوں میرا دماغ خراب کر رہے ہو؟"۔

"سچ کہہ رہا ہوں فیاض"۔

"کہاں رہتے ہو"۔

"وہ کوارٹر نمبر تین میرا ہے"۔

"سامنے والا؟"

"ہاں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے واہ! جلیس بھیا! خدا قسم جی خوش ہو گیا...... اب تو ہم بھی یہیں رہیں گے...... ک بات سوچی تھی ہم نے اکرم میاں کو یہ ساری باتیں بتا کر...... چپ چاپ یہاں سے وٹ لیں گے، مگر اب ہمت پڑ گئی ہے...... پر ایک بات کہیں...... ایسی کوئی کوشش نہ کرنا نہ نقصان بھی پہنچ سکتا ہے"۔

"اللہ مالک ہے یار! جو ہو گا دیکھا جائے گا...... اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟"۔ ں نے کہا۔

"نہیں بھیا! کم از کم مجھے اپنے ساتھ شریک مت کرنا، مگر یہ تم نے عجیب سنائی...... اچھا اس لئے کہہ رہے تھے اسٹیشن پر، مگر تم وہاں کیا کرنے گئے تھے؟"۔

"میرے سب پرانے ساتھی ہیں وہاں...... ان سے کبھی کبھی ملنے چلا جاتا ہوں" میں نے اب دیا اور فیاض خاموش ہو گیا...... بہر حال! فیاض کے ساتھ کافی وقت گزارا...... پھر اسے تھ لے کر میں نے اسے اپنا کوارٹر دکھایا تھا...... فیاض بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا...... رٹر میں واپس آنے کے بعد میں اپنی آرام گاہ میں چلا گیا...... بستر پر لیٹ کر میں نے اکرم کی ئی ہوئی کہانی پر غور کیا...... پھر...... پھر اچانک ہی میں اچھل پڑا...... ایک لمحے کے لئے میرا ن جھنجھنا کر رہ گیا تھا، جو داستان اکرم نے سنائی تھی اس میں میرا بھی تھوڑا بہت حصہ تھا...... عورت مجھے یاد تھی جو اس رات چار بجے ریلوے اسٹیشن پر اتری تھی اور اس کی اف میرے ! میرے خدا...... پرانی حویلی اور...... اور...... اف...... اچانک ہی میرے پورے بدن میں رجھری سی دوڑ گئی۔ پرانی حویلی میں تو مجھے سیپ بھی ملی ہے...... کیا سیپ؟ مگر کیسے؟ دماغ ا کر رہ گیا...... ایک بات جو سمجھ میں آ رہی ہو؟ میں ایک عجیب و غریب کشمکش کا شکار ہو گیا۔

☆......☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ رات انوکھے خوابوں میں گزری۔ یہ خواب بڑے بھیانک تھے...... زندگی میں دل سے خوف کا گزر نہیں ہوا تھا، لیکن آج کی رات کئی بار آنکھ کھلی...... خوابوں میں نہ جا کیا کیا دیکھتا رہا...... کبھی بے شمار پتلیاں نظر آئیں...... جن کے پنجے پیچھے کی جانب مڑ ہوئے اور وہ آگے کی طرف دوڑ رہی ہوتیں...... کبھی ایک درخت نظر آتا جس کی شا پھیلی ہوتیں اور ان میں سے ہر شاخ پر پھلوں کی طرح ایک بھتنی الٹی لٹکی ہوئی نظر آتی ان کے چہرے خوبصورت ہوتے...... کبھی بہت بھیانک ہوتے...... آنکھیں سرخ بلب طرح چمک رہی ہوتیں...... دانت باہر نکلے ہوتے...... زبان اتنی لمبی کہ لٹک کر زمین آ جائے...... ایسے خوفناک خواب دیکھ کر میں وحشت زدہ ہوتا رہا اور پہلی بار مجھے یہ احسا کہ تنہائی کی زندگی بھی کیا چیز ہوتی ہے...... انسان ہر عمر میں بچہ رہتا ہے اور اس بچے کو کبھی بڑے کی ضرورت پیش آتی ہے، جو خوف کے عالم میں اس کا سر سینے سے لگائے ا گہری نیند سو جائے...... آج ماں بہت یاد آئی تھی...... صبح بھی بہت جلدی جاگ گیا تھا اور کے بعد اپنے کوارٹر میں بیٹھا ان تمام باتوں کے بارے میں سوچتا رہا تھا...... فرحت صاحب بہت اچھے انسان تھے...... مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے...... میرا دل چاہا کہ ا کے گھر پہنچ جاؤں، لیکن پھر میں نے سوچا کہ شاید سو ہی رہے ہوں...... میں تو ضرورت زیادہ جلدی جاگ گیا تھا اور اس وقت غالباً صبح کے ساڑھے چھ بجے تھے...... جب اچانک حویلی میں شور شرابے کی آوازیں ابھرنے لگیں...... حویلی کے اندر رہنے والے ملاز رہے تھے...... پھر عورتوں کی چیخیں بھی سنائی دیں اور نہ جانے کیوں میں بھی بے اختیار

دوڑ پڑا...... دوسرے کوارٹروں کے دروازے بھی کھل گئے تھے...... مالی وغیرہ اپنا کام شروع کر چکے تھے، وہ بھی کیاریوں سے اٹھ کر اندر کی طرف بھاگے...... ہر شخص بے اختیار ہو گیا تھا...... میں بھی اندر داخل ہو گیا...... پتہ نہیں اندر کیا مصیبت پیش آئی ہے...... طاہر علی صاحب ایک طرف دوڑتے ہوئے نظر آئے...... بیگم طاہر علی بھی دوڑ رہی تھیں...... ایک عجیب افراتفری کا عالم تھا...... سب اکرم میاں کے کمرے کی طرف چل پڑے تھے اور پھر میں نے جو دیکھا وہ میرے لئے بھی انتہائی سنسنی خیز اور خوفناک تھا...... اکرم میاں کی لاش پنکھے سے لٹکی ہوئی تھی اور لازمی بات تھی کہ وہ مر چکے ہیں...... سارے کے سارے ان کے قریب پہنچ گئے...... طاہر علی صاحب چیخیں مار مار کر رونے لگے...... ملازموں نے جلدی سے رسیاں اور اسٹول رکھ کر اکرم میاں کی لاش کو پنکھے سے اتارا...... میں نے بھی اسے قریب سے دیکھا اور ایک چیز جو میں نے محسوس کی وہ یہ کہ اکرم میاں کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا...... ان کا بدن اس طرح سفید ہو گیا تھا کہ زندگی میں میں نے ایسا سفید بدن کبھی نہیں دیکھا تھا...... وہ پورا جسم خون کے بغیر تھا...... لیکن خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں پایا تھا...... میری رگوں میں جو سنسنی پھیلی، میں اسے نہ سنبھال سکا...... اگر دیوار کا سہارا نہ لیتا تو چکرا کر گر ہی پڑتا...... آہ بالکل وہی منظر تھا جیسا اکرم میاں کی بیوی کے ساتھ پیش آیا تھا، لیکن کیسے! آخر کیوں؟ پھر کسی نے آواز لگائی"۔

"بہو بیگم کہاں ہیں؟ بہو بیگم کہاں گئیں"۔

"ارے دیکھو! ذرا غسل خانے میں دیکھو...... کہیں انہیں بھی تو کچھ نہیں ہو گیا؟" لوگ چیخنے لگے...... غسل خانے میں جھانکا گیا اور پھر ملازم پوری حویلی میں پھیل گئے...... لیکن بہو بیگم کا کہیں پتہ نہیں تھا...... یہ صرف میں اور فیاض جانتے تھے کہ بہو بیگم کیا چیز ہیں؟ فیاض مجھے بتا چکا تھا...... پھر گیٹ بند کر دیا گیا...... طاہر علی صاحب تو بستر پر پڑ گئے تھے...... جوان بیٹے کی موت ان کے لئے جس قدر صدمے کا باعث ہو گی دنیا جانتی تھی، لیکن باقی لوگ متحرک رہے۔ پولیس آ گئی سارے بیانات لئے گئے...... میرا بیان بھی اس میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شامل تھا، مگر معمولی سا بیان...... کوئی خاص توجہ کسی پر بھی نہیں دی گئی تھی...... حویلی
ایک ہی طرح کا یہ دوسرا حادثہ تھا...... پولیس آفیسر صاحب اس سلسلے میں تبادلہ خیا
کر رہے تھے...... کہنے لگے۔

"مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے یہ کوئی بہت بڑی سازش ہو...... بہت سوچی سمجھی سازش

"مگر سازش کیسے ہو سکتی ہے جناب؟" کسی نے پولیس آفیسر صاحب سے سوال کیا

"ہو سکتی ہے...... آپ لوگ مجرموں کے بارے میں کیا جانیں؟ مجرم جب منصوبے کی پلاننگ کرتا ہے تو عام انداز میں نہیں کرتا...... پہلے ایک خاتون کو بہار طرح قتل کیا گیا اور قتل کر کے یہ تاثر دیا گیا کہ یہ قتل بہت عجیب ہے اور کوئی غیرا شخصیت یہ قتل کر رہی ہے، لیکن ڈریکولا ہمارے ہاں نہیں ہوتا...... یہ مغرب کی چیز ہے مغرب کا خوف ہے...... یہ ڈریکولا کا سا انداز اپنانے کی کوشش کی گئی ہے...... قاتل ذہین اور چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے...... پہلے وہ کسی خاص ذریعے سے بدن کا خون کھینچ اور اس کے بعد اس طرح کا تاثر دیتا ہے جیسے یہ خون پی لیا گیا ہو...... یقیناً ایسی ہی بات ہے

"مگر اس کا پس منظر کیا ہو سکتا ہے؟"۔

"میں صرف ایک بات جانتا ہوں"۔

"کیا؟"۔

"ہو سکتا ہے کسی دن طاہر علی صاحب بھی اسی حادثے کا شکار ہو جائیں"۔

"کیا؟" بے شمار آوازیں ابھریں۔

"ہاں...... قاتل ایک گراؤنڈ بنا رہا ہے...... ایک طریقہ ایجاد کر رہا ہے تاکہ کوئی شبہ نہ کر سکے، بلکہ یہی سمجھا جائے کہ کسی بری روح کا یہ کارنامہ ہے" کیا سمجھے آپ لو اب آپ میں سے ہر ایک کا فرض یہ ہے کہ قاتل کا پتہ چلانے میں پولیس کی مدد کرے"

"لیکن ہم لوگ کیا کر سکتے ہیں؟"۔

"یہ بہت جلد بتاؤں گا میں آپ لوگوں کو...... ذرا لاش کا پوسٹ مارٹم ہو جا

ساری باتیں اپنی جگہ...... ہر شخص کی زبان پر اپنی اپنی الگ الگ کہانی تھی، لیکن میں اور فیاض ایک گوشے میں کھڑے یہ تمام کارروائی دیکھ رہے تھے اور ہم لوگوں کے جسموں میں بڑی سنسنی پیدا ہو رہی تھی...... خاص طور سے میں تو بہت ہی پریشان تھا...... میرے ذہن میں رہ رہ کر ایک خیال آ رہا تھا...... پرانی حویلی میں تو مجھے سیپ بھی ملی تھی...... سیپ، وہ حسین لڑکی وہ پراسرار آنکھوں والی...... ارے باپ رے...... کیا؟ وہی بیگم اکرم تھی؟ کیا وہی بیگم اکرم تھی؟ میرا دن ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوڑ رہا تھا اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ سارا دن اسی تباہی میں گزر گیا...... حویلی والوں کا برا حال تھا...... اندر سے مسلسل رونے پیٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں...... لوگ آ جا رہے تھے۔ تدفین کی تیاری ہو رہی تھی، نہ جانے کیا کیا ہو رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ بہو بیگم کا کہیں پتہ نہیں تھا...... انہیں تلاش کیا جا رہا تھا...... ان کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں؟" آخر بہو بیگم کہاں گئیں؟ اس کا مطلب ہے کہ اس قتل سے ان کا کوئی تعلق ہے" بہت زیادہ عقلمند لوگ کہہ رہے تھے...... "ویسے بھی بڑی عجیب و غریب شخصیت کی حامل تھیں...... اگر انہوں نے یہ سب کچھ نہیں کیا تو آخر وہ کہاں روپوش ہو گئیں"۔

"ارے بھائی یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ قتل کرنے والوں نے انہیں بھی اغواء کر لیا ہو"۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اغواء کے سلسلے میں ہی اکرم میاں کو قتل کر دیا گیا ہو"۔

"لیکن نسیم بی بی کو کس کے اغوا کے سلسلے میں قتل کیا گیا تھا؟" کسی نے چبھتا ہوا سوال کیا"۔

"ابے میں کوئی شرلاک ہومز ہوں جو یہیں بیٹھے بیٹھے سارے کیس حل کر دوں گا"۔

"تو پھر بول کیوں رہے ہو؟"۔

"کیوں تو میری زبان بند کرنے کی کوشش کر رہا ہے"۔

"میرے جوتے کو غرض پڑی ہے کہ تمہاری زبان بند کروں"۔

"دیکھو! بدتمیزی مت کرو دانت توڑ دوں گا گھونسہ مار کر"۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم لوگ...... یہاں اتنا بڑا حادثہ ہو گیا ہے اور تم جاہلوں کی طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑنے بیٹھ گئے" بہر حال! طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں، لیکن میں ان باتوں سے لطف نہیں لے سکتا تھا، کیونکہ میرے اپنے ہوش و حواس خراب تھے...... رات کو اپنے بستر پر لیٹ کر میں نے ان تمام باتوں کے بارے میں سوچا...... دوسرے دن منگل تھا...... پرانی حویلی میں سیپ سے ملنا تھا، لیکن اب اس وقت میرے ہوش و حواس خاصے مضمحل ہو چکے تھے۔ اس سے ملوں یا نہ ملوں؟ شخصیت تو اس کی بھی بے حد پراسرار ہے...... اب تک پتہ ہی نہیں چل سکا کہ قصہ کیا ہے؟ کون ہے وہ، نام بھی اس نے اپنا فرضی ہی بتایا تھا...... بہر حال میں ایک بار پھر خوابوں اور وسوسوں میں ڈوب گیا...... رات کا کوئی ڈیڑھ بجا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا...... میں نیم غنودہ کیفیت میں تھا...... دروازے کے کھلنے کی آواز پر چونک پڑا...... تھوڑی دیر پہلے میں نے ٹائم دیکھا تھا...... ایک بجنے میں دس منٹ تھے اور اس کے بعد میں سونے کی کوشش کرنے لگا تھا، لیکن نیند ابھی بھرپور نہیں ہوئی تھی...... میں نے چونک کر دیکھا اور نہ جانے کیوں میرے پورے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ یہ سیپ تھی...... اپنے مخصوص لباس میں ملبوس میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی...... ایک لمحے کے لئے تو میں نے سوچا کہ شاید کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، لیکن پھر وہ چند قدم آگے بڑھی اور مجھ سے بولی۔

"اٹھو! جلیس اٹھ جاؤ" آواز میں ایک حکم کی سی کیفیت تھی، میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"یہاں تمہاری کوئی قیمتی چیز تو نہیں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"سیپ! کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟"۔

"نہیں!"۔

"تم یہاں آئی ہو"۔

"ہاں"۔

"میرے خدا! تعجب کی بات ہے...... اس سے پہلے تو تم کبھی یہاں تک نہیں آئیں؟"

اس سے پہلے یہاں آنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔

"آؤ بیٹھو! ویسے تم نے ایک خطرناک قدم اٹھایا ہے"۔

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی"۔

"تو پھر؟"

"تمہیں لینے آئی ہوں"۔

"کیا!" میں چونک پڑا۔

"ہاں" میں نے اسی لئے تم سے یہ سوال کیا ہے کہ یہاں تمہاری کوئی ایسی قیمتی چیز تو ہیں ہے جسے تم ہر حالت میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو...... مثلاً ماں کی کوئی نشانی، کوئی ایسی یز جو تمہیں بہت عزیز ہو...... مال و دولت کی تو خیر کوئی پرواہ ہی نہ کرنا"۔

"نہیں! مگر کیوں...... اور...... اور"۔

"بس...... اگر کوئی خاص چیز نہیں لینی تو فوراً کپڑے تبدیل کرو اور میرے ساتھ لو...... جاؤ پہلے منہ ہاتھ دھو لو"۔

"سیپ! مگر"۔

"جلیس! کیا؟" یہی ہے تمہاری محبت؟ میں یہاں نہ جانے کس کس طرح سے آئی ں اور تم اگر مگر کر رہے ہو"۔

"یہ بات نہیں ہے سیپ...... لیکن مجھے صرف اتنا بتا دو کہ کہاں لے جانا چاہتی ہو مجھے؟"۔

"دیکھو جلیس! مجھے بددل کرنے کی کوشش مت کرو...... تم مجھ سے محبت کے دعوے تے رہے ہو...... تم نے مجھ سے بہت سے وعدے کئے ہیں...... اب ان وعدوں کا امتحان ے کا وقت آیا ہے تو تم اگر مگر کر رہے ہو؟"۔

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"کپڑے نکالو...... غسل خانے میں جاکر تبدیل کرو اور میرے ساتھ نکل چلو" اس نے ......تب مجھے اس کے کہنے کے مطابق ہی کرنا پڑا تھا...... میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن اس وقت گیٹ سے باہر جانا بہت مشکل کام ہو گا...... کیا ہم چوکیداروں سے کہہ یہاں سے نکلیں گے؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں اس کی تم فکر مت کرو...... آجاؤ میرے ساتھ" اس نے کہا اور آخر کار میں تیار ہو کر اس کے ساتھ باہر نکل آیا...... یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ وہ مجھے لے جا کہاں رہی ہے؟ لیکن بہر حال! اس کا جو انداز تھا میں سمجھتا تھا کہ مجھے اس کے کہنے کے مطابق عمل کرنا ہی پڑے گا اور واقعی اس نے مجھے پہلے ہی مرحلے پر حیران کر دیا...... حویلی سے باہر نکلنے کا یہ چور راستہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا...... وہ اندر حویلی میں داخل ہوئی تھی او اس کے بعد اندر ہی اندر چلتی ہوئی ایک زیر زمین جگہ میں اتر گئی تھی اور اس کے بعد جب چند سیڑھیاں طے کر کے اوپر ابھری تو ہم حویلی سے کافی فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے...... ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی...... موسم بے حد خوشگوار تھا...... آسمان ستاروں سے ڈھکا ہوا تھا...... چاند نہیں نکلا تھا...... ہم رات کے ان پر اسرار سناٹوں میں آگے بڑھتے رہے اور تھوڑی د کے بعد ریلوے لائن نظر آئی...... میں جانتا تھا کہ یہ ریلوے لائن تھوڑی دیر کے بعد ہمیں ریلوے اسٹیشن پہنچا دے گی...... وہ چلتی رہی، کافی وقت گزر چکا تھا اور پھر ہم ایک ایسی جگہ آ گئے جو سنسان اور ویران تھی، لیکن ریلوے اسٹیشن وہاں سے تھوڑے فاصلے ہی پر تھا...... یہاں وہ بیٹھ گئی اور مجھ سے بھی بیٹھنے کے لئے کہا...... میں بہ مشکل تمام اس سے بولا۔

"سیپ! اتنا تک نہیں بتاؤ گی کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"۔

"ابھی کچھ نہ پوچھو تو بہتر ہے...... بلاوجہ تمہارے ذہن میں تجسس پیدا ہو گا" میں ا گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا...... وقت گزرتا رہا، میرا دل و دماغ خود اتنا متاثر تھ آنکھیں جھکی جا رہی تھیں...... دل میں خوف کا بسیرا تھا اور شاید میں اسی کیفیت کا شکار تھا تھوڑی دیر کے بعد ٹرین کی آواز سنائی دی۔ مجھے پتہ چل گیا کہ یہ وہی چار بجے والی ٹرین تھ جو چار بجے یہاں پہنچتی تھی...... وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ ٹرین دوسرے حصے سے وہ ٹرین میں چڑھی تھی اور اس نے ایک کمپارٹمنٹ کا انتخاب خود ہی تھا...... حیرت کی بات یہ تھی کہ کمپارٹمنٹ میں صرف چار افراد تھے، اس وقت...... ایک تھا، ایک نوجوان اور ایک بوڑھا آدمی پانچواں شخص غالباً ملازم ٹائپ کوئی چیز تھی جو کمپارٹمنٹ

کے باہر کے حصے میں زمین پر پڑا سو رہا تھا، جبکہ اندر کافی جگہ تھی...... وہ میرے ساتھ اندر آگئی اور پھر برتھ پر اس نے قبضہ کر لیا...... میں اس کے اشارے پر اوپر چڑھ کر برتھ پر لیٹ گیا اور وہ نیچے بیٹھ گئی...... اس نے مجھے اپنے پاس بٹھانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی...... میں اس کے بعد یہ سفر کرتا رہا...... ویسے سفر زیادہ طویل نہیں ثابت ہوا تھا اور اس وقت صبح کی روشنی نمودار ہونے والی تھی...... جب اس نے مجھ سے کہا۔

"آؤ" اور پھر میں نے ٹرین کو رکتے ہوئے محسوس کیا...... غالباً کوئی اسٹیشن آگیا تھا...... جب ہم ریلوے پلیٹ فارم پر اترے تو میں نے دیکھا کہ یہ فیروز پور نامی شہر ہے...... اس شہر کو میں جانتا تھا، لیکن یہاں کبھی آنا نہیں ہوا تھا...... فیروز پور بہت بڑا اور صنعتی شہر تھا...... یہاں کا ریلوے اسٹیشن بھی شاندار تھا...... کئی پلیٹ فارم بنے ہوئے تھے اور چونکہ صبح کا سورج طلوع ہو رہا تھا اس لئے زندگی کی ہنگامہ خیزیاں جاری تھیں...... ہم ریلوے پلیٹ فارم سے گزرتے ہوئے باہر آگئے...... ٹکٹ چیکر جو لوگوں کے ٹکٹ چیک کر رہا تھا اس نے ہم پر توجہ بھی نہیں دی تھی...... باہر آنے کے بعد وہ بولی۔

"ہمیں فی الحال کسی ہوٹل ہی میں قیام کرنا ہو گا" میرے تو ہوش و حواس ہی درست نہیں تھے...... میں نے کوئی جواب نہیں دیا...... البتہ دن کی روشنی میں جب میں نے اسے دیکھا مجھے یوں لگا جیسے کسی وقت اس نے اپنا حلیہ تبدیل کر لیا ہے۔ کیونکہ رات کو مجھے وہ جس لباس میں نظر آئی تھی یہ وہی لباس تھا جو کھنڈرات میں یعنی پرانی حویلی میں پہن کر وہ آتی تھی، لیکن اب جب میں نے اسے دیکھا تو اس کا لباس بالکل جدید سٹائل کا تھا...... اس نے آنکھوں پر ایک چشمہ بھی لگا لیا تھا، جس سے اس کی شخصیت میں ایک اور حسین نکھار پیدا ہو گیا تھا...... جب میں نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی تو میرے دل کی کیفیت بدلنے لگی۔ بلاوجہ سنسنی کا شکار ہوں میں...... بلاوجہ الجھنوں میں گرفتار ہوں...... وہ اتنی خوبصورت شخصیت کی مالک ہے کہ اس کی قربت ہی دل و دماغ پر نشہ طاری کر دیتی ہے...... وہ میرے ساتھ چلتی رہی پھر اس نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ڈرائیور! ہم مسافر ہیں...... ہمیں کسی بہت اچھے سے ہوٹل لے چلو"۔

"وہ جی! "فائیو اسٹار" یا "فور اسٹار"؟

"اسٹار تم اپنے سینے پر لگالینا...... بس ہمیں ہوٹل درکار ہے"۔

"ٹھیک ہے جی!" ڈرائیور ہنس کر بولا اور اس کے بعد واقعی ایک بہت شاندار ہوٹل کے سامنے اس نے ٹیکسی روک دی...... وہ اطمینان سے نیچے اتر آئی...... میں نے ایسا ہوٹل اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا...... تصور میں بھی نہیں آیا تھا...... اس نے غالباً ڈرائیور کو رقم ادا کی تھی اور اس کے بعد وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے اندر چل پڑی۔

"جھجک رہے ہو!" اس نے سوال کیا۔

"ہاں"۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے کہ اس سے پہلے میں نے اتنا شاندار ہوٹل کبھی نہیں دیکھا"۔

"اب دیکھو گے میرے ساتھ...... دنیا دیکھو گے...... کیا سمجھے؟" وہ پُر مسرت لہجے میں بولی...... ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے رجسٹر طلب کیا اور کاؤنٹر مین نے رجسٹر اس کے سامنے بڑھا دیا...... قلم اس نے آگے بڑھایا تو وہ میرے ہاتھ میں قلم دیتے ہوئے بولی۔

"ڈارلنگ! میرا اور اپنا نام لکھ دو...... کیا سمجھے؟ ہم لوگ عالم نگر سے آئے ہیں اور مسافر ہیں" میں نے اپنا نام جلیس اور اس کا نام سیپ لکھا...... کاؤنٹر منیجر نے ایک پورٹر کو بلایا اور اسے ہمیں ہمارے کمرے میں پہنچانے کے لئے کہا...... پھر بولا۔

"میڈم آپ کے ساتھ سامان نہیں ہے؟"۔

ہمارا ایک تیسرا آدمی آئے گا جو ہمارے لئے سامان لے کر آئے گا...... وہ آنے والا ہے' اسے ہمارے کمرے کا نمبر بتادیا جائے...... اپنا نام افضال بتائے گا وہ"۔

"جی ٹھیک ہے" منیجر مطمئن ہو گیا...... پورٹر نے ہمیں لفٹ کے ذریعے چھٹی منزل پر پہنچایا اور چھٹی منزل پر پہنچ کر جب میں نے جھانک کر دنیا دیکھی تو میرا سر چکرا کر رہ گیا......

دگی کس قدر خوشنما ہے۔ یہ مجھے پہلی بار معلوم ہوا تھا...... پھر جس کمرے کو میں نے اندر ے دیکھا، اسے دیکھ کر بھی آنکھیں کھل گئیں...... کیا کیا چیز یہاں موجود تھی...... بڑے ے رئیسوں اور نوابوں کے ہاں نہیں ہوتی...... ایسی چیزوں کے بارے میں میں نے صرف ابوں میں پڑھا تھا...... دیکھی کبھی نہیں تھیں...... پھر دل ہی دل میں میں نے اپنے اوپر نت بھیج دی اور کہا کہ بلاوجہ الجھنوں میں گرفتار ہو گیا ہوں، لیکن پھر اچانک ہی مجھے ایک یال آیا...... فیاض نے بھی مجھ سے کچھ کہا تھا اور دوسرے لوگوں نے بھی بتایا تھا...... یہ جو رو حیں ہوا کرتی ہیں ان کے پاؤں پچھلی سمت ہوا کرتے ہیں...... میں نے بالکل بے خیالی کے ے انداز میں سیپ کے پیروں پر نگاہ ڈالی لیکن اس کے پاؤں تو بے حد خوبصورت تھے اور ان ے پنجے آگے ہی کی طرف تھے اور اس چیز نے مجھے اپنے آپ سے ہی شرمندہ کر دیا۔

یہ ایک خوبصورت لڑکی جو اپنی محبت کی خاطر مجھ جیسے بیکار اور بدنما انسان کا بوجھ ٹھائے ہوئے ہے۔ وہ بلاوجہ میرے شکوک و شبہات کا شکار رہی۔ میں نے اپنے اندر بدیلیاں پیدا کرنے کا فیصلہ کیا اور میرا رویہ ایک دم اس کے ساتھ تبدیل ہو گیا۔

"سیپ ایک بات کہوں؟" میں نے کہا اور وہ میرے لہجے پر چونک کر دیکھنے لگی، پھر بولی۔

"جی فرمائیے!"۔

"ارے کیا تم مجھ سے کچھ ناراض ہو؟"۔

"اپنے رویئے پر غور کیا ہے آپ نے؟"۔

"ہاں کیا ہے؟"۔

"کیا رہا ہے آپ کا رویہ میرے ساتھ؟"۔

انتہائی احمقانہ...... انتہائی جاہلانہ۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے سیپ کہ میرے ہوش و حواس، میری عقل، میرا ساتھ نہیں دے رہی"۔

"وجہ بتاؤ؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سیپ تمہاری شخصیت اس قدر شاندار ہے کہ اکثر میں تمہارے بارے میں غور کر رہا ہوں کہ آخر ایسی کیا چیز ہے مجھ میں جس کی وجہ سے تم جیسی حسین لڑکی میری جانب متوجہ ہوئی۔ میں تمہیں ایک پراسرار کردار سمجھتا ہوں، لیکن تم یقین کرو یہ احساس کمتری ایک حصہ ہے۔ تم نے کبھی مجھ سے میرے بارے میں میری تفصیل نہیں پوچھی۔ میں۔ تمہیں جو کچھ بتایا بس میری تفصیل وہی ہے۔ سیپ! یقین کرو میں دل و جان سے تمہیں چا ہوں، مگر شرمندہ ہوں میں تم سے اور اسی شرمندگی نے مجھے ایک عجیب و غریب کیفیت شکار کر رکھا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حویلی میں کیا ہو گیا تھا؟"۔

"بھاڑ میں جائے وہ حویلی...... اب وہ ہم سے کافی دور ہو چکی ہے...... ہم اس منحو حویلی کا تذکرہ ہی نہیں کرتے"۔

"کچھ ایسی عجیب و غریب کہانیاں مجھے سنائی گئی ہیں جنہوں نے مجھے عجیب و غر کیفیت کا شکار کر دیا ہے سیپ، ورنہ ایسی اور کوئی بات نہیں تھی"۔

"ہماری زندگی میں اب ایک اور تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔ تم اپنے آپ کو ان تبدیلیو کے لئے تیار کرو اور دیکھتے رہو کہ اب میں کیا کرتی ہوں، لیکن یہ ایک جدید شہر ہے۔ یہ ایسی کسی حماقت کا مظاہرہ نہ کرنا جس سے لوگ ہمارا مذاق اڑائیں"۔

"تم ایسے شہروں کے بارے میں جانتی ہو؟"۔

"ہاں" میرا تعلق شہروں ہی سے رہا ہے...... خیر! چھوڑو ان باتوں کو۔ میں ذرا غ خانے میں جا رہی ہوں۔ آرام سے بیٹھو بلکہ ایسا کرو چائے وغیرہ منگوالو...... چائے پئیں مگر ٹھہرو۔ میں خود آ کر یہ کام بھی کروں گی" اس نے کہا اور غسل خانے کی جانب گئی...... میں صوفے پر دراز ہو کر اس کے بارے میں سوچنے لگا۔

☆......☆

"حقیقت یہ ہے کہ کسی کو زندگی میں ایسا کوئی ساتھی مل جائے تو وہ یہی سوچ سکتا ہے کہ اس پر اللہ کی عنایت ہوئی ہے...... اس کی نظر کرم ہوئی ہے...... اس میں کوئی شک نہیں...... گریجویشن کرنے کے بعد ماں کی موت نے میرا دل بُری طرح توڑ دیا تھا اور میں دنیا سے بیزار ہو گیا تھا...... دنیا نفرت کا ایک گھر بن کر رہ گئی تھی میرے لئے، لیکن اب سیپ کے مل جانے سے شاید میری پرانی زندگی کی تمام خواہشیں پوری ہو رہی تھیں...... سیپ کون تھی۔ کیا تھی؟ یہ تو ابھی تک مجھے نہیں معلوم ہو سکا تھا، لیکن اس نے میرے لئے جو کرنا شروع کیا تھا وہ واقعی ایک عجیب سی بات تھی۔ بہت کم ایسا ہوا ہو گا کہ کسی نوجوان اور نوخیز لڑکی نے کسی معمولی شخصیت کے مالک مرد کو اس طرح آدمی بنانے کی کوشش کی ہو...... سیپ نے مجھے بتایا کہ بڑے ہوٹلوں کے آداب کیا ہوتے ہیں؟ کس طرح روم سروس کو ٹیلی فون کر کے اپنی ضروریات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ انسانوں کے درمیان کس طرح اٹھا بیٹھا جاتا ہے...... اس نے کہا۔

"جلیس! تم پڑھے لکھے انسان ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے...... میں چاہتی ہوں کہ اعلیٰ درجے کے خاندانوں میں ہمارا اٹھنا بیٹھنا ہو...... ہم شاندار طریقے سے زندگی گزاریں...... میں تمہاری ہر اس خواہش کو پورا کر دوں جو تمہارے دل میں ہو اور اس کے بعد ہم ایک خوبصورت زندگی کا آغاز کریں...... اس لئے میں چاہتی ہوں کہ تمہیں دنیا اچھی طرح دکھاؤں" میں نے کہا۔

"سیپ! مجھے تو بس ایک بات پر حیرت ہے"۔

"کون سی بات پر؟"۔

"وہ یہ کہ تم اس دنیا کو اتنا کیسے جانتی ہو؟"۔

"اصل میں انسان کے اندر تجسس کا جو مادہ ہوتا ہے وہ اسے بے سکون کئے رہتا ہے، حالانکہ بہت سے ایسے مرحلے آتے ہیں...... جب ہم کسی ایسے اپنے کو جو ہر طرح ہمارے کام آتا ہے اس لئے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ہم اس کے بارے میں نہیں جانتے...... دیکھو! دنیا کی ہر شے میں تمہارے لئے مہیا کروں گی، لیکن بس ایک بات سے گریز کرنا"۔

"کون سی بات سے؟"۔

"مجھ سے میرے بارے میں کریدنے کی کوشش مت کرنا" میں خاموش ہو گیا......

اس نے جس انداز میں یہ الفاظ کہے تھے وہ کچھ فیصلہ کن نوعیت کے تھے، لیکن میری سوچوں میں بہر حال! یہ بات آتی تھی کہ آخر وہ کون ہے جو کچھ مجھے اس کے بارے میں بتایا گیا تھا جو کہانی فیاض نے سنائی تھی اس میں بنیادی چیز یہ تھی کہ بدروحوں کے پاؤں الٹے ہوتے ہیں، جبکہ اس کے پاؤں نہ صرف الٹے نہیں تھے بلکہ اس قدر خوبصورت تھے کہ اگر ان پر نگاہیں پڑ جائیں تو نگاہیں ہٹانے کو جی نہ چاہے...... میں بہت سی باتوں سے گریز اس لئے کر رہا ہوں کہ بہر حال ان کا اظہار مناسب نہیں ہوتا۔ انسان اگر اپنے گناہوں کو خود منظر عام پر لے آئے تو پھر اس کے لئے معافی نہیں ہوتی۔

اس لئے اپنی اور اس کی زندگی کے کچھ ایسے پہلوؤں کو میں ضابطہ تحریر میں نہیں لا رہا تھا جن کا تذکرہ نہ کرنا ہی مناسب ہے...... بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میرے اور اس کے درمیان کے تمام فاصلے مٹ چکے تھے۔ کبھی کبھی میرا ضمیر مجھے شرمندہ کرتا تھا لیکن میں جن حالات میں یہاں تک پہنچا تھا اس میں ضمیر پر توجہ دینے کی زیادہ فرصت نہیں ملتی تھی مجھے...... خوب طویل وقت گزر گیا اور اب وہ اچھی طرح میری زندگی کی ساتھی بن گئی......

اس نے ایک خوبصورت سا مکان خریدا اور ہم اس میں رہنے لگے...... دنیا کی ہر شے اس نے اس مکان میں مہیا کر دی تھی...... میں جو کہ ایک چھوٹی سی بستی کے ریلوے اسٹیشن پر قلی کی نوکری کر چکا تھا، وہاں جس عیش و عشرت سے زندگی گزار رہا تھا اس کے بارے میں کوئی سوچ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ی نہیں سکتا...... ہر عیش، ہر آرام میرے لئے یہاں موجود تھا۔ کار تھی، ڈرائیور تھا اور ب سے بڑی بات یہ کہ سیپ تھی...... جو میری زندگی میں سینکڑوں دیپ جلا چکی تھی......
یہ کبھی کبھی وہ پراسرار طریقے سے غائب ہو جاتی تھی، اس کا اندازہ پہلی بار مجھے اس رات کو اجب اتفاقیہ طور پر میری آنکھ کھل گئی تھی...... میں نے دیکھا کہ سیپ میرے برابر کے ز پر موجود نہیں ہے...... میں نے غسل خانے کی جانب دیکھا، غسل خانے کی روشنی بجھی ہ کر مجھے حیرت ہوئی...... اگر وہ غسل خانے میں بھی نہیں ہے تو اس وقت کہاں ہے؟ میں ئ تیز روشنی کا بلب جلایا، گھڑی تین بج کر بیس منٹ دکھا رہی تھی، نہ جانے کیوں ایک س میرے ذہن میں پیدا ہو گیا، اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر ہر اس جگہ سیپ کو تلاش کر ڈالا ال اس کے مل جانے کے امکانات ہو سکتے تھے...... اپنے اس خوبصورت بنگلے کے ہر گوشہ یں نے دیکھ لیا...... بس ملازموں کے کوارٹر باقی رہ گئے تھے...... سرونٹ روم دو تھے یہاں، وں سرونٹ رومز میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی...... ویسے بھی یہاں ہمارے جو ملازمین تھے وہ ا نوعیت کے تھے کہ ان کے اور سیپ کے درمیان کسی بات پر غور ہی نہیں کیا جا سکتا ...... ایک بوڑھے بابا جی تھے...... جن کا نام کریم بخش تھا...... ایک اور خاندان تھا جس میں مرد اس کی بیوی اور دو بچے تھے...... بس یہ تمام ہمارا کنبہ تھا...... یعنی ہمارے ملازموں کا ، اور پھر ویسے بھی کوئی ایسی ویسی بات میں نہیں سوچ سکتا تھا، کیونکہ ابھی تک سیپ کے میرے درمیان کوئی مشتبہ بات نہیں آئی تھی...... حیرت تھی کہ وہ کہاں گئی؟ میں اسے ے گھر میں تلاش کرنے کے بعد واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور بہت دیر تک بیٹھا اس کے بستر کو گھورتا رہا...... اس کی اس طرح گمشدگی سے میرے ذہن میں پرانے شبہات ایک پھر تازہ ہو گئے تھے...... بظاہر تو اب تک کوئی ایسی بات نہیں تھی، لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس وقت میں جس شاندار بنگلے میں رہ رہا تھا میرے پاس کار تھی جسے ڈرائیور چلاتا تھا...... م تھے، دولت تھی، کوئی کمی نہیں تھی۔ ہمارے گھر کی انڈر گراؤنڈ تجوری کرنسی نوٹوں ، بھری ہوئی تھی۔ یہ تجوری بھی سیپ نے ہی ایک دن مجھے دکھائی تھی اور کہا تھا کہ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہوں تو روزانہ یہ رقم خرچ کر سکتا ہوں۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ تجوری بھر جائے گی...... میں زندگی کی کسی بھی آرزو یا خواہش کو اپنے سینے میں دبا کر نہ رکھوں میں نے اس سے پوچھا تھا کہ سیپ! آخر یہ رقم کہیں نہ کہیں سے تو آتی ہو گی، تو اس نے نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا تھا"۔

"دیکھو جلیس! ساری باتیں اپنی جگہ، تم زندگی کے ہر عیش سے لطف اندوز ہور بس اتنا کافی ہے...... صرف ایک ہی بات تو ایسی ہے جو تمہارے علم میں نہیں ہے...... و میں کون ہوں...... بس اس کو نظرانداز کر دو...... باقی سب ٹھیک ہے" میں نے دبی زبا اس سے کہا تھا۔

"سیپ! اصل میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں میں اور اپنے محبوب کے بار انسان کے دل میں خواہش ہوتی ہی ہے کہ اس کی تمام تر حقیقت سے واقف ہو جائے خیر! اگر تم یہ کہتی ہو تو ٹھیک ہے...... میں خاموش ہوا جاتا ہوں"۔

"اور اگر تمہارا محبوب تم سے یہ درخواست کرے کہ اس کی ایک چھوٹی سی شخص پردہ پڑا رہنے دو...... میں نے اپنا سارا وجود تو تمہیں سونپ دیا ہے...... بس کچھ ایسی با جس کی وجہ سے میری زبان پر تالے لگے ہوئے ہیں اور یہ تالے اگر کھل جائیں تو سے نقصان پہنچے گا، کیا تم میری اتنی سی بات نہیں مان سکتے؟"۔

"آئندہ میں تم سے اس بارے میں کبھی نہیں پوچھوں گا وعدہ کرتا ہوں"۔ میں تھا اور وہ خوش ہو گئی تھی اور جب وہ خوش ہوتی تھی تو نہ جانے کتنی خوشیاں میری جھ ڈال دیا کرتی تھی...... اس وقت بھی میں نے اپنے آپ پر لعنت بھیجی اور سوچا کہ ا لڑکی کے بارے میں بلاوجہ شکوک و شبہات کا شکار ہو رہا ہوں جو اپنی محبت کا ہر لمحہ مجھ کئے ہوئے ہے۔ ٹھیک ہے اس کی ذات میں اگر کوئی ایسی گہرائی پوشیدہ ہے تو مجھے اس کرنا چاہئے حالانکہ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ ایک ایسی لڑکی سے جو پورا وقت گزارتی ہو، کون سی ایسی راز کی بات وابستہ ہے جو سمجھ میں نہیں آتی۔ بہرحال! یہاں

جا سکتا ہے کہ انسان اپنی ذات میں مگن ہونے کے بعد بہت سی چیزوں سے بے اصولی برت لیتا ہے۔ میں ان انسانوں سے مختلف نہیں تھا۔ آخرکار نیند کا غلبہ ہوا اور میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں، لیکن صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ سیپ برابر کے بستر پر سو رہی ہے۔ گہری اور پرسکون نیند...... اس کا دلکش سراپا بے ترتیب تھا، میں اس حسن بے ترتیب کو دیکھنے لگا اور میرے ہونٹوں پر ایک پیار بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆......☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی اس حسین ترین زندگی کو گزارتے ہوئے مجھے تقریباً چار ماہ ہو گئے تھے، عام ط
سے میں اور سیپ ساتھ ساتھ ہی گھر سے باہر نکلا کرتے تھے، اس دن کے بعد سے کئی بار
نے سیپ کو غائب پایا...... میرے دل میں تجسس ضرور ابھرتا تھا لیکن پھر سیپ سے کیا
معاہدہ یاد آ جاتا تھا جس میں میں نے کہا تھا کہ میں اس سے یہ سوال نہ کیا کروں...... ایک د
میں ایسے ہی خاموش بیٹھا ہوا تھا کہ سیپ نے کہا۔

"ایک بات کہوں تم سے جلیس؟"۔

"ہاں سیپ کہو؟"۔

"تم بوڑھے ہوتے جا رہے ہو"۔

"عمر تو بڑھ رہی ہے میری، میں نے مسکرا کر کہا"۔

"نہیں عمر کے لحاظ سے تم ابھی بوڑھے نہیں ہو رہے بلکہ تمہاری فطرت میں ای
عجیب بات ہے"۔

"کیا میں نے سوال کیا؟"۔

"تم عموماً گھر کی چار دیواری میں قید رہتے ہو، باہر کی دنیا تو بے حد حسین ہے، تمہ
زندگی کے سارے عیش مہیا کر دیئے ہیں میں نے اپنے طور پر بھی تم زندگی میں دلچسپی لیا کرو
میں نے تعجب بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے سیپ؟"۔

"میرا مطلب ہے کہ رفیق کے ساتھ کبھی کبھی خود بھی باہر نکل جایا کرو"۔

"اکیلا؟"۔

"کیوں بچے ہو، وہ مسکرا کر بولی"۔

"نہیں میرا مطلب ہے باہر تو ہم نکلتے ہیں مگر ساتھ ہی نکلتے ہیں"۔

"میں چاہتی ہوں تم اپنے طور پر بھی دنیا کو دیکھو، دنیا تو بڑی وسعت رکھتی ہے اپنے
اندر، کوئی ایسی بات تو نہیں ہے"۔

"اگر تمہاری اجازت ہے تو چلا جایا کروں گا...... میں تو صرف یہ سوچتا تھا کہ کہیں
تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہو"۔

"نہیں مجھے اعتراض نہیں ہے...... میں چاہتی ہوں کہ تم زندگی سے دور نہ ہو جاؤ، اس
طرح طبیعت میں سستی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کی عمر کم ہو جاتی ہے۔

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا، میں نے دل میں سوچا کہ ایک طرح سے وہ
ٹھیک کہتی ہے پھر میں نے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے سیپ اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔

"میں تمہیں ہر حال میں خوش دیکھنا چاہتی ہوں اور پھر میرے اپنے بھی کچھ مشاغل
ہیں، میں زندگی میں تبدیلی چاہتی ہوں، دیکھو میری بات کا برا نہ ماننا، ہر وقت ایک ساتھ رہنا
بھی طبیعت پر گراں گزرنے لگتا ہے۔

"ٹھیک ہے اب تمہیں یہ شکایت نہیں ہو گی...... میں نے جواب دیا۔

سیپ کے لئے ابھی تک میرے دل میں کوئی ایسا خیال پیدا نہیں ہوا تھا جو اس کے
خلاف ہوتا، بس ایک زندگی گزر رہی تھی، البتہ کبھی کبھی میرے ذہن میں تجسس ابھر آتا تھا،
کبھی رفیق کے ساتھ، کبھی تنہا، میں باہر نکل جاتا تھا، سیپ کے اس دوران کیا مشاغل ہوتے
تھے، مجھے نہیں معلوم تھا، ایک دن جب میں باہر نکل گیا اور کسی کام سے تھوڑی دیر بعد واپس
آیا تو میں نے سیپ کو موجود نہ پایا، اس سے پہلے بھی ایک بار ایسا ہو چکا تھا...... میں نے سوچا
پتہ نہیں کیا مقصد ہے، کہاں گم ہو جاتی ہے وہ اپنے طور پر میں نے اسے تلاش کیا، ملازموں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ انہیں نہیں معلوم کہ وہ کہاں گئی ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی...... ہم دونوں ایک دوسرے پر مکمل اعتبار کیا کرتے تھے، لیکن آج نا جانے کیوں میرے دل میں سیپ کے لئے ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا، بس ایک تجسس میرے دل میں جاگا اور میں نے سوچا کہ کم از کم سیپ کے کمرے کی تلاشی لی جائے، حالانکہ کوئی ایسا خفیہ سامان اس کے پاس موجود ہونے کے امکانات نہیں تھے لیکن بس ذہن یہی کہہ رہا تھا، چنانچہ میں اس کے کمرے کی جانب چل پڑا...... میں نے بہت کچھ دیکھا اس کے لباسوں کی الماری اس کے دوسرے سامان کی بھی میں نے تلاشی لی لیکن پھر ایک ایسی چیز مجھے ملی جو میر لئے باعث حیرت تھی...... یہ سرخ رنگ کا ایک پیکٹ تھا جس پر ایک موم جامہ چڑھا ہوا بڑی زبردست پیکنگ کی گئی تھی اس کی، اندر کچھ موجود تھا...... کوئی موٹی سی چیز، میں پر تجسس انداز میں اسے اس طرح کھولنے کی کوشش کی کہ اس کے بارے میں کسی کو انداز ہو سکے اور جب میں اسے بند کر دوں تو پتہ نہ چلنے پائے کہ اسے کھولا گیا ہے، جب پیکٹ کھ لیا گیا تو اس میں سے ایک بوسیدہ سی کتاب بر آمد ہوئی...... اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب کسی پراسرار زبان میں لکھی ہوئی تھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ بھی تھ کتاب ہاتھ سے لکھی گئی تھی اور اس کے اوراق اتنے خستہ تھے کہ مجھے انہیں سنبھالنا کیونکہ ترجمہ موجود تھا اور میں اسے پڑھ سکتا تھا، اس لئے میں نے سوچا کہ اس کتاب کے اوراق کا جائزہ تو لوں اور پھر جب میں اس کتاب کے اوراق سے گزرا تو مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی...... کہانی بھی بہت عجیب اور بڑی دلچسپ تھی، اس کا کوئی آغاز تھا...... یوں لگتا تھا جیسے کہانی بہت پہلے سے شروع ہوئی ہو لیکن جہاں سے یہ بوسیدہ او موجود تھے ان کی تفصیل کچھ اس طرح تھی...... پورن لال کے بارے میں گرو گردھاری کہا تھا کہ وہ رانی شردھا کی اولاد تھا لیکن یہ جنم جنم کے کھیل تھے...... پچھلے جنموں میں کو تھا، یہ کسے یاد رہتا ہے...... ہاں کبھی کبھی رانی کے من میں یہ بات سر اُبھارنے لگتی تھ پورن لال اس کا بیٹا ہے یا نہیں...... اس کا دل چاہتا تھا کہ پورن لال سے باتیں کرے......

ے پوچھے کہ حقیقت کیا ہے۔

پورن لال بہر صورت ایک راجہ تھا...... اگر وہ اسے پچھلے جنم کی باتیں بتانے لگتی اور ہتی کہ وہ اس کی ماں ہے تو ممکن ہے پورن لال اسے مکاری سمجھتا، وہ سوچتا کہ چونکہ وہ اس کی ذمت کر رہا ہے، اس لئے رانی اب یہ کھیل کھیل رہی ہے چنانچہ وہ دل مسوس کر رہ جاتی اور ب وہ اپنا دل ٹٹولتی تب بھی اسے یہ احساس ہوتا کہ پورن لال کے لئے اس کے دل میں وہ یار نہیں ہے جو تلک کے لئے ہے۔

"تلک چند جب بھی اس کے من میں جاگتا وہ بے چین ہو جاتی تھی، ایک درشنا تھی، جو س کا من ہر طرح سے ہاتھ میں لئے رہتی تھی، حالانکہ گرو گردھاری لال نے کہا تھا کہ دیکھنا رشنا ایک دن تیرے لئے کیا گل کھلائے گی، لیکن رانی شردھا کے دل میں اس محبت کرنے الی لڑکی کے لئے کبھی میل بھی نہ آیا، وہ اسے اپنی بیٹی کی طرح چاہتی تھی...... سچ مچ اگر رانی کی وئی بیٹی ہوتی تو بھی وہ درشنا کی طرح اسے پیار نہ کرتی۔

رانی شردھا ٹٹول ٹٹول کر درشنا کو دیکھا کرتی تھی...... اس کے چہرے اور بدن کی تبدیلیاں محسوس کرتی تھی، درشنا کے بدن میں اب جوانی کی پھبن شروع ہو گئی تھی اور نرم و ملائم بدن جس انداز میں پرورش پا رہا تھا اس کا احساس رانی شردھا کو بھی تھا لیکن رانی شردھا اس احساس سے خوفزدہ نہیں تھی۔

دوسری طرف پورن لال تھا، اس نے نجانے کس جذبے کے تحت رانی شردھا کو سچ مچ اپنی ماں کا درجہ دے دیا تھا...... اس کے لئے بہت سی خادمائیں اور باندیاں رکھ دی گئی تھیں۔ درشنا کو وہ اپنی بہن ہی کی طرح چاہتا تھا۔ غرضیکہ ان لوگوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جو رانی شردھا یا درشنا کے لئے تشویش کا باعث ہوتی۔

البتہ درشنا کے اندر اب کچھ تبدیلیاں ہونے لگی تھیں...... عموماً وہ دونوں رات کو ایک ہی کمرے میں سوتی تھیں بلکہ درشنا زیادہ تر رانی شردھا کے چھپر کٹ پر ہی سوتی تھی، اس رات بھی رانی شردھا جب اپنے چھپر کٹ پر سونے گئی تو درشنا بھی اس کے ساتھ لیٹ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدھی رات کو درشنا اٹھ گئی، عجیب سے خواب اسے پریشان کر رہے تھے۔ آہٹ ہوئی تو را
شردھا بھی اٹھ گئی۔

"کیا بات ہے درشنا کیوں جاگ رہی ہے تو"...... اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر در
کے سر کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے پوچھا...... لیکن درشنا ایک دم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"کون ہو تم"......اس کی آواز اُبھری۔

"درشنا بیٹی...... درشنا...... کیا ہوا درشنا...... تیری ماں ہوں، تیری ماتا ہوں بیٹی" را
شردھا نے کہا اور درشنا اٹھ گئی......اس نے رانی شردھا کے ہاتھ جھٹک دیئے تھے۔

"کیا بات ہے آخر کیوں اٹھ گئی تو" شردھا دونوں ہاتھ پھیلا کر بولی۔

"رانی جی تم یہاں" درشنا نے کہا اور رانی شردھا پریشان ہو کر خود بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"درشنا کوئی سپنا دیکھ رہی ہے تو...... کیا ہو گیا ہے تجھے" بتاتی کیوں نہیں؟

"سپنا" ہاں شاید سپنا ہی دیکھ رہی ہوں جنم جنم سے...... اٹھو مہارانی جی اٹھ جاؤ" درش
کی آواز میں سختی تھی......رانی شردھا پریشان ہو گئی۔

"درشنا......درشنا کیا ہوا تمہیں؟"۔

"میرا نام درشنا نہیں ہے سمجھی تم، میں سنجوگتا ہوں، پہچانو مجھے...... مگر تم مجھے کیسے پہچانو
گی تم تو اندھی ہو"۔

"سنجوگتا درشنا یہ تو ہی ہے نا"۔

"نہیں میں درشنا نہیں، سنجوگتا ہوں"۔

"کون سنجوگتا...... کیا بک رہی ہے تو...... سپنا دیکھا ہے دماغ پر گرمی چڑھ گئی ہے کیا
لیٹ جا آرام کر، سو جا...... آنکھیں بند کر لے...... سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

"اٹھو رانی کندھاری اٹھو...... تمہیں معلوم ہے تم کیا کر چکی ہو؟ درشنا نے سختی سے کہا۔

"کندھاری" رانی شردھا چونک پڑی یہ بات تو گروگردھاری لال نے بھی اسے بتائی
تھی اور درشنا کو آج تک اس نے گروگردھاری لال کی کہانی نہیں سنائی تھی، لیکن اس وقت

شنا کے منہ سے کندھاری کا نام سن کر رانی شردھا حیرت زدہ رہ گئی۔

"درشنا" اس کی لرزتی آواز ابھری۔

"میں نے کہا نا...... میرا نام درشنا نہیں ہے، سنجوگتا ہے"۔

"کون سنجوگتا، کیسی باتیں کر رہی ہو تم"۔

"اٹھ جاؤ رانی کندھاری" میں تمہیں بتاؤں گی کہ میں کون ہوں"۔ درشنا نے کہا۔

"کیسے بتائے گی ری...... کیوں مجھے پریشان کر رہی ہے...... نجانے کتنی رات بیت
ہے"۔

"اٹھو رانی کندھاری! بڑی باتیں کرنی ہیں بڑے حساب چکانے ہیں تم سے...... کب
تم دوسروں کے ہاتھوں میں کھیلتی رہو گی...... کب تک تم سنجوگتا کے دل پر ناگن بن کر
ی رہو گی"۔

"درشنا" رانی سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آؤ میرے ساتھ...... آؤ میں تمہارے من کی آنکھیں کھول دوں......آؤ سسرے
شامی کی چال ناکام کر دوں...... درشنا نے رانی شردھا کا ہاتھ پکڑ لیا اور طاقت و ہمت سے
ے اٹھا لیا...... رانی شردھا بادل نخواستہ اس کے ساتھ چل پڑی...... وہ اندھی ضرور تھی
ن طویل عرصے سے اس جگہ رہ رہی تھی اور ایک ایک قدم پہچانتی تھی اور اس لئے اسے
ازہ ہو گیا کہ وہ دروازے کی طرف جا رہی ہے۔

لیکن اس کے بعد درشنا اسے کہاں لے گئی، یہ اسے معلوم نہ ہوا......کافی طویل سفر طے
تھا......رانی شردھا نے، وہ تھک گئی تھی۔

"اس جگہ کو پہچانو کندھاری" جانتی ہو یہ جگہ کون سی ہے"۔

"دیوانی ہے تو تو" تجھے معلوم نہیں ہے کہ میں اندھی ہوں۔

"تم اندھی نہیں ہو کندھاری، پاپی گھنشامی نے تمہاری آنکھوں پر جالا تان دیا ہے" اس
، تمہاری آنکھیں بند کر دی ہیں تاکہ اس کی مرضی پوری ہونے تک تم کچھ نہ جان سکو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مگر میں تو اندھی ہوں"۔

"آؤ" گھنشیامی کا یہ کھیل بھی ختم کردوں" درشنا یا سنجوگتا نے کہا اور رانی شردھا کا ہاتھ کر ایک طرف چل پڑی، رانی کے نتھنوں سے لوبان کی خوشبو ٹکرائی، کوئی انوکھی جگہ تھی۔

"یہ سحر تلسی باٹ ہے...... سچ اور جھوٹ کی پرکھ یہاں ہوتی ہے مانگو اپنے من کی آشا مگر

"کون سی آشا"۔

"کیا ہے تمہارے من میں؟"۔

"بہت کچھ ہے میرے من میں تو، بہت کچھ ہے درشنا تو بول میں کیا مانگوں؟"۔

"اے تلسی دھر ..... اگر رانی کندھاری کی آنکھوں میں جھوٹا جال ہے تو اسے اس روشنی واپس کردے اور اگر بھگوان کی یہی مرضی ہے تو پھر اسے اندھا رہنے دے...... جھوٹ کو ختم کردے...... تلسی دھر تو جھوٹ توڑنے والا ہے" درشنا کی آواز ابھری اور شردھا آنکھیں پٹ پٹانے لگی...... تب اسے ایسا لگا کہ اس کی آنکھوں سے دھند ہٹتی جا رہی اور پھر اس نے روشنی دیکھی، ایک سایہ رنگ کی بدنما شکل مورتی رکھی ہوئی تھی اور اس چرنوں میں ایک چراغ روشن تھا۔

رانی شردھا کا دل اچھلنے لگا...... کیا وہ خود کوئی سپنا دیکھ رہی تھی...... کیا یہ سب جھو ہے خواب ہے...... لیکن...... لیکن اسے نظر آنے لگا تھا، وہ دیکھ سکتی تھی...... اب اس آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی تھی۔

"درشنا...... درشنا، وہ دیوانہ وار بولی اور اس کی آنکھوں نے ایک پیکر حسن و جمال دیکھا یہ درشنا تھی"۔

"درشنا میری بچی" اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے، لیکن درشنا پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں رانی کندھاری مجھے سنجوگتا کہو" وہ سرد لہجے میں بولی۔

"میرے سینے سے تو لگ جا، میں تجھ سے بڑا پریم کرتی ہوں"۔

"یہ اندھے پن کی بات تھی رانی جی...... اب تم دیکھ سکتی ہو...... میرے تمہار

رہی ہیں"۔

یہی دیواریں؟"۔

ہی دکھانے تو لائی ہوں"۔

دکھا" میری سمجھ میں تو کوئی بات نہیں آ رہی"۔

سمجھنا چاہتی ہو؟"۔

ساری سمجھنا چاہتی ہوں"۔

"آؤ" یہاں تو میں تمہیں گرو گردھاری لال کا طلسم توڑنے لائی ہوں...... تمہاری کھل گئی ہیں اب تم سب کچھ پرکھ سکتی ہو...... آؤ...... آؤ...... سنجوگتا نے کہا اور رانی کا ایک طرف چل پڑی...... کئی سرنگوں سے گزر کر وہ ایک ٹوٹے ہوئے محل میں ئی...... جہاں پر گھور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

کون سی جگہ ہے؟"۔

رت نواس"۔

رت نواس" رانی نے حیرت سے پوچھا۔

ادہ محل جو اب منوں مٹی کے نیچے ہے لیکن جو کبھی اپنی شان و شوکت کے لئے دور شہور تھا...... بڑی کہانیاں وابستہ ہیں اس محل میں" آؤ میں تمہیں دکھاؤں...... آؤ پہچانو۔

لگا اسے لے کر ایک جگہ پہنچ گئی اور پھر اس نے پتھر کے نیچے سے ایک چراغ نکال لایا۔

سے پہچانتی ہو؟"۔

کیا ہے...... ارے اس میں تو خون ہے اور یہ انگلی"۔

کس کی ہے" رانی شردھا نے کہا۔

ماتو میرا اُپکار ہے رانی جی...... یہی تو میرا امان ہے، یہی تو میری سچائی ہے، اگر یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چراغ بجھ جائے تو میرے من کی جوت بھی بجھ جائے گی اور اس کے بعد جنم جنم کا
بھی ختم ہو جائے گا"۔

"کیسا کھیل" شردھا نے کہا۔

"کھیل پریم کا ہے رانی جی، میں نندراج سے پریم کرتی تھی آؤ...... آج میں
پریم کہانی بھی سنادوں...... آؤ رانی شردھا...... دیکھو...... من کی آنکھوں سے دیکھو
گھاٹ ہے...... دیکھو...... وہ صبح کی آمد کے منتظر کھڑے ہیں" اور...... اور وہ دیکھو
مہاراج نندراج ہیں...... یہ صدیوں پہلے کی بات ہے...... اس نے کہا اور وقت کی دھ
لگی...... حال ماضی کے کنویں میں جا پڑا۔

ماحول ہی بدل گیا...... صبح کی آمد آمد تھی...... چڑیاں چہچہا رہی تھیں...... سر
لہلہا رہے تھے...... جمنا کے گھاٹ پر اشنان ہو رہا تھا...... سامنے ہی جمنا کے کنار
خوبصورت محل نظر آ رہا تھا۔

یہ بھرت نواس تھا۔

چاروں طرف لوگ پھیلے ہوئے تھے...... عجیب عجیب لوگ نظر آ رہے تھے
سورج کی پہلی کرن نے زمین کو چھوا اور مندروں میں ناقوس پھونکے جانے لگے
شروع ہو گئی تھی...... گھنٹے بجنے لگے تھے اور پھر سورج اُبھر آیا۔

گوروھنا کے راجہ یدھ راج کے محل میں داسیاں اِدھر سے اُدھر پھر رہی
راجکمار نندراج صبح کی سیر کے لئے تیار ہو گئے تھے...... بارہ بیلوں کے رتھ پر سوار
بہت سے پیدلوں اور سواروں کے ساتھ سیر کو چل پڑے...... بازار کھل گئے
سواروں کے آگے گھنٹیاں اور ناقوس بج رہے تھے...... یہ اس بات کا اعلان تھا کہ
نندراج سیر کو نکلے ہیں، ان کے سامنے سے وہ سارے کے سارے ہٹ جائیں جو نیچ
ہیں...... کافی فاصلے پر ایک برہمن اعلان کرتا ہوا چل رہا تھا۔

"نگر باسیو! راجکمار صبح کی سیر کو نکلے ہیں...... تم میں وہ جو نیچ ذات کا ہو راستے

تاکہ راجکمار پر اس کا سایہ بھی نہ پڑے اور یاد رکھو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اپنی جان سے
ہاتھ دھو بیٹھو گے" اور چھوٹی ذات کے لوگ اِدھر سے اُدھر بھاگنے لگے جس کو جہاں جگہ مل رہی
تھی چھپ رہا تھا...... ان کی ناپاک آنکھوں کو مہاراج نندراج کی صورت دیکھنے کی اجازت
نہیں تھی، کیونکہ وہ نیچ ذات تھے۔

نندراج کا رتھ کشادہ اور شفاف راستوں سے گزرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ ایک ننگ
دھڑنگ بچہ جس کی کمر کے پاس جینو بندھا ہوا تھا...... ایک طرف کھڑا مسکرا رہا تھا...... رتھ کے
پہیے دیکھ کر آگے بڑھ آیا اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے نندراج کو جھانکنے لگا۔

سواروں نے جو دیکھا تو جلدی سے دو تین سوار آگے بڑھ آئے...... انہوں نے ننگ
دھڑنگ بچے کو پکڑ لیا، پھر ایک سوار نے اسے بالوں سے پکڑ کر اوپر لٹکا دیا...... بچہ رونے لگا،
ننھا سا بچہ ظاہر ہے اسے اپنی غلطی کا علم نہ تھا...... وہ بری طرح رونے اور کراہنے لگا اور
بچے کو طرح طرح کی اذیت دی جانے لگی...... اونچی ذات کے لوگ یہ تماشہ دیکھ رہے
تھے لیکن کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی، تب ایک سوار نے کہا۔

"یہ کس کا بچہ ہے؟" کیا کسی نیچ ذات والے کا ہے...... "صورت سے ہی معلوم ہوتا ہے
پوچھنے کی کیا ضرورت ہے" دوسرے سوار نے جواب دیا۔

"کس کی مجال ہوئی کہ اس بچے کو اس طرح چھوڑ دیا"۔

"مار دو اسے...... مارو کمبخت کو" سوار نے کہا اور بچے کو زمین پر پٹخ کر گھوڑے کی ٹاپوں
تلے کچل دیا گیا...... بچے کی شکل بگڑ گئی تھی...... اس کے بدن کے مختلف حصوں سے خون بہہ
ا۔

نندراج کا رتھ رک گیا تھا تب ہی ایک حسین اور نوخیز لڑکی دوڑتی ہوئی آئی اور بچے کی
لاش سے لپٹ گئی۔

"ستیاناس ہو جائے تمہارا پاپیوں، جنم جنم تمہیں سکون و چین نصیب نہ ہو...... بھگوان
کرے تم کتے کی موت مرو...... بدبختو تمہارا ستیاناس تم نے میرے بھائی کو مار ڈالا...... پاپیو، تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے میرے بھائی کو مار ڈالا سوار سیخ پا ہو کر آگے بڑھے...... اسی وقت نندراج نے
ہو کر گردن رتھ سے نکالی۔

تین سواروں نے لڑکی کے بال اپنے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے اور لڑکی
کے لئے زور لگا رہے تھے، لیکن بپھری ہوئی شیرنی کسی کے قابو میں نہیں آ رہی تھ
مشکل تمام اسے بچے کی لاش پر سے اٹھایا گیا اور لڑکی دوبارہ سواروں کو گالیاں دینے
سوار اسے بری طرح مار رہے تھے...... تب نندراج بے چین ہو کر نیچے اتر آیا...... تو
جھک گئے تھے۔

"رک جاؤ...... کیا کر رہے ہو یہ" نندراج نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور
لڑکی کو بری طرح زدوکوب کر رہے تھے...... ایک دم رک گئے"۔

دمکتا ہوا حسین چہرہ، زندگی کی تمتماہٹ سے بھرپور آنکھوں میں جھیلوں کی سی
عنابی ہونٹ لیکن اس وقت غم واندوہ سے اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا...... مارنے سے
نشانات پڑ گئے تھے، لیکن وہ اب بھی بپھری ہوئی تھی...... نندراج جب اس کے سا
نفرت بھری نگاہیں اس پر ڈالیں اور بولی۔

"تو نندراج ہے؟"۔

"ہاں میں ہی نندراج ہوں"۔

"مر جائے بھگوان کرے تو، کتے کی موت مر جائے...... بھگوان کرے تیر
جائے...... تیری راجدھانی فنا ہو جائے تو پاپی زندہ نہ رہے تو ختم ہو جائے" لڑکی نے ق
لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے بھگوان چاہے گا تو یہ سب کچھ بھی ہو جائے گا مگر تم کون ہو؟"۔

"دیکھ، دیکھ تو نے میرے بھائی کا کیا حال کیا...... کم بخت تو نے میرے بھائی کا نا
ڈالا...... مار ڈالا اسے...... تجھے موت نہ آئی...... ارے پاپی وہ تو تجھے دیکھنے آیا تھا......
صرف تیرے بیلوں کی سج دھج کھینچ لائی تھی...... ہمیں اس کا پتہ نہ تھا، ورنہ ہم اسے آ

بچے...... مار دیا پاپی تو نے اسے مار دیا...... تیرے پاپی ساتھیوں نے مار دیا...... بھگوان کرے
ہر استیاناس ہو جائے" لڑکی نے کہا اور نندراج نے متاسف انداز میں لاش کی طرف دیکھا۔

"مجھے افسوس ہے دیوی مجھے افسوس ہے"۔

"افسوس ہے پاپی تیرے افسوس کرنے سے کیا ہوگا؟ مجھ سے تو میرا بھائی بچھڑ گیا اور
صرف افسوس کر رہا ہے...... اس نے دردناک لہجے میں کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے
...... بچے کی لاش اب بھی اس طرح پڑی ہوئی تھی...... نندراج نے آگے بڑھ کر لاش کو
اٹھایا اور اپنے ساتھیوں کی طرف خونخوار انداز میں دیکھنے لگا پھر بولا۔

"تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے" اور سپاہیوں کے چہرے اتر گئے۔

"مہاراج! یہ اچھوت ہے اور آپ کی رتھ کے سامنے آ گیا تھا" ایک سپاہی نے کہا۔

"تو پھر کیا قیامت آ گئی تھی...... کیا ہو گیا تھا؟"۔

"یہ اچھوت ہیں مہاراج، نیچ ذات ہیں"۔

"انسان تو ہیں...... تم نے بڑا انیائے کیا ہے"۔

"یدھ راج مہاراج کا حکم ہے اور پھر یہ نئی بات نہیں ہے...... ان اچھوتوں کو کسی بھی
حالت میں راجاؤں کے سامنے نہیں رہنے دیا جاتا"۔

"میں نہیں مانتا...... یہ انسان ہیں تم نے اس بچے کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی سزا
گی"۔

"مہاراج!"۔

"حکومت...... لاؤ یہ ہنٹر مجھے دے دو" راجکمار نے ہاتھ آگے بڑھا دیئے اور سوار نے
اس کے ہاتھ میں دیدیا...... تب نندراج نے لڑکی کی طرف دیکھا۔

"جس نے تیرے بھائی کو مارا ہے تو اسے مار دے...... یہ ہنٹر لے اپنے ہاتھ میں"۔

"اس سے میرا بھائی تو مجھے نہ مل جائے گا...... تم لوگ پاپی ہو...... تمہیں اس پاپ کی
بھگوان دے گا" لڑکی بدستور رو رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مہاراج! انہیں منہ نہ لگائیں...... یہ لوگ سوار بولا اور مہاراج نندراج نے وہ ہزار کے منہ پر دے مارا۔

"دور ہو جاؤ میرے سامنے سے...... اور لڑکی تم سنو...... میں تمہارے بھائی کو زندہ نہیں کر سکتا لیکن میں کوشش کروں گا کہ تمہارے اوپر سے یہ کشٹ دور کر سکوں...... کہاں رہتی ہو؟"۔

"ندی کے اس پار جہاں اچھوت رہتے ہیں...... ادھر کھیتوں میں کام کرتی ہوں" لڑکی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" راجکمار نے پوچھا۔

سنجوگتا اس نے جواب دیا اور بچے کی لاش کو گود میں لے کر ایک طرف چل دی۔ رتھ آگے بڑھ گیا تھا۔

نندراج بہت اداس تھا...... صبح کی سیر میں بھی اس کا دل نہ لگا...... رہ رہ کے اسے بچے کی لاش اور روتی ہوئی لڑکی یاد آ رہی تھی...... پھر وہ سیر سے واپس ہو کر گھر پہنچ گیا...... اس کی ماں درشنی نے اس کی شکل دیکھی تو چونک پڑی۔

"راجکمار"۔

"ماتا جی"۔

"کیا بات ہے میرے لعل کچھ اداس ہو؟"۔

"ہاں ماتا جی"۔

"دیکھو میرے بچے اُداسی کی کوئی وجہ تو ضرور ہو گی"۔

"ہاں ماتا جی"۔

"اپنی ماتا کو نہیں بتاؤ گے؟"۔

"ایک سوال ہے میرے من میں ماتا جی"۔

"سارے منش ایک جیسے ہوتے ہیں...... پھر یہ شودر اور چھتری ایک ذات کیوں نہیں

ہیں؟"۔

"ایک ذات...... بھلا سب ایک ذات کیسے ہو سکتے ہیں"۔

"کیا ذاتیں بھی بھگوان بناتا ہے؟"۔

"کیوں نہیں"۔

"میں یہ بات نہیں مانتا ماتا جی"۔

"ارے...... ارے کیا ہو گیا تمہیں...... یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ اگر ذاتیں بھگوان نہ بناتا تو سب ایک جیسے نہ ہوتے"۔

"ایک جیسے تو ہیں ماتا جی...... بھگوان نے جنہیں الگ بنایا ہے...... وہ تو الگ ہیں...... انسانوں اور جانوروں میں فرق ہے...... یہ ایک جیسے نہیں ہوتے، لیکن اگر بھگوان انسانوں میں فرق رکھنا چاہتا تو شودروں کی شکل دوسری ہوتی...... چھتریوں کی دوسری ہوتی...... ساری ذاتوں کی شکلیں ایک دوسرے سے الگ ہوتیں"۔

"تو بڑے غلط کہتے آئے ہیں کیا؟"۔

"ہاں ماتا...... بڑے بھی ہمارے جیسے ہی انسان تھے...... ساری باتیں انہوں نے سچ ہی تو نہ کہی ہوں گی"۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو نندراج" درشنی بولی۔

"سچ کہہ رہا ہوں ماتا جی...... اچھوتوں پر بڑا ظلم ہو رہا ہے...... بڑا انیائے ہو رہا ہے ان کے ساتھ...... میں اس ریت کو بدلنا چاہتا ہوں"۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟"۔

"اسے ممکن بنایا جائے ماتا جی...... آج ایک افسوس ناک واقعہ ہوا ہے...... مجھے اس کا بڑا دکھ ہے"۔

"کیسا واقعہ؟" رانی درشنی نے پوچھا اور نندراج نے اسے پورا واقعہ بتا دیا...... واقعہ سننے کے بعد رانی بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دُوش اس بچے کا تھا"۔

"کیا معصوم بچہ دُوشی ہو سکتا ہے ماتا جی؟"۔

"اس کی بہن کو چاہیئے تھا کہ اسے سنبھالتی اور پھر وہ بھی تمہارے سامنے آ گئی...... تمہیں معلوم ہے کہ صبح ہی صبح کسی شودر کا سایہ پڑ جائے تو پھر دن نحوست میں گزرتا ہے"۔

"میں ان باتوں کو نہیں مانتا ماتا جی...... میں پتا جی سے بات کروں گا" نندراج نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا اور اٹھ کر یہاں سے چلا گیا"۔

لیکن بات ختم نہیں ہوئی...... سپاہیوں نے یہ واقعہ راجہ یدھ راج کے گوش گزار کر دیا اور کچھ نمک مرچ بھی لگائی...... انہوں نے کہا کہ لڑکی نے نندراج کو بڑی بد دعائیں دی تھیں اور بے باکی سے اس کے سامنے آ گئی تھی۔

"کون تھی وہ لڑکی اسے گرفتار کر کے لایا جائے" راجہ نے حکم دیا، لیکن مہامنتری نے درمیان میں دخل دیا۔

"راجکمار سے تو اس بارے میں پوچھ لیا جائے...... ابھی کوئی ایسا کام نہ کریں"۔

"سپاہی جھوٹ تو نہ بول رہے ہوں گے منتری جی...... اگر نیچ ذات اس طرح سامنے آنے لگے تو آپ نہیں جانتے کیا ہو جائے گا" بڑے پجاری شری گھنشیامی نے درمیان میں دخل دیا جو دربار میں موجود تھے۔

"پھر بھی گھنشیامی مہاراج...... راج کمار سے پوچھ لینے میں کیا حرج ہے؟" منتری جی نے کہا اور راجہ یدھ راج نے سپاہیوں کو راج کمار کو بلانے کے لئے بھیج دیا، لیکن راج کمار خود اس طرف آ گیا تھا۔

"جے ہو مہاراج یدھ کی" نندراج کی آواز ابھری۔

"جے ہو مہاراج نندراج کی"...... سارے دربار نے آواز لگائی اور نندراج یدھ راج کے پاس جا بیٹھا...... یدھ راج نے محبت بھری نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا اور پھر اس کے ذہن میں چند ساعت قبل کا خیال آ گیا، چنانچہ اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"میں نے تمہیں ایک خاص کام سے بلایا ہے نندراج"۔

"میں بھی آپ کے پاس ایک خاص کام سے ہی آ رہا تھا مہاراج پتا جی" نندراج نے جواب دیا۔

"وہ تمہیں ہم سے کوئی کام ہے؟"۔

"جی پتا جی مہاراج"۔

"کیا کام ہے تمہیں؟"۔

"پہلے مہاراج آپ بتائیے کہ نندراج سے آپ کو کیا کام ہے؟"۔

نندراج نے کہا اور یدھ راج گردن ہلانے لگا۔

"سپاہیوں نے بتایا ہے بیٹے کہ آج صبح جب تم سیر کو جا رہے تھے تو کوئی شودر لڑکا تمہارے رتھ کے سامنے آ گیا تھا"۔ جسے سپاہیوں نے مار ڈالا تھا؟" کیا ایسا ہوا تھا۔

"ہاں پتا جی مہاراج ایسا ہوا تھا۔ ایک معصوم بچے کے ساتھ ان سورماؤں نے یہ انیائے کیا تھا"۔ نندراج نے کہا اور تمام درباری چونک پڑے۔

"معصوم بچہ "کیا وہ شودر نہیں تھا...... سوامی گھنشیامی داس نے پوچھا اور نندراج اس کی جانب پلٹ پڑا۔

"گھنشیامی جی وہ بچہ پہلے تھا اور شودر بعد میں تھا...... کیا منش شودر ہو کر منش نہیں رہتا"۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں راجکمار...... شودر نیچ ذات ہیں...... برہمنوں کے راستے میں انہیں خود نہیں آنا چاہیئے...... اگر ہم نے انہیں یہ جرات دیدی تو آئندہ وہ ہمارے قریب آ کر کھڑے ہونے کی کوشش کریں گے" گھنشیامی داس نے کہا۔

"میں اس بات کو نہیں مانتا مہاراج...... نندراج بولا"۔

"کیا مطلب؟" اس بار یدھ راج نے نندراج کی بات میں دخل دیا تھا۔

"مہاراج...... ایک معصوم بچہ جسے ابھی ذات پات کے بارے میں صحیح طور سے معلوم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی نہیں......اگر راجکمار کے راستے میں آجاتا ہے تو وہ اس قابل تو نہیں کہ اسے موت کی سزا دے دی جائے“۔

”وہ تو اس قابل نہیں نندراج...... لیکن اس کے رکھوالے تو اسی قابل ہیں کہ انہیں موت کی سزا دی جائے...... بچے کو انہوں نے کیوں چھوڑ دیا تھا؟“ یدھ راج مہاراج نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں پتا جی مہاراج...... اچھوت نیچ ذات ضرور ہیں...... پر انسان ہیں...... اگر انہیں برابر کا درجہ نہ دیا جائے تو کم از کم انسان کا درجہ تو ضرور دیا جائے...... اگر کوئی شودر راستے میں آجائے تو یہ تو اس سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ راستے سے ہٹ جائے یا اسے کوئی چھوٹی موٹی سزا دی جاسکتی ہے...... لیکن گھوڑے سے کچل کر مارنا تو انسانوں کی حرکت نہیں ہے...... یہ تو جانوروں کی سی حرکت ہے...... کسی معصوم بچے کو اس طرح مارنے سے کسی بھی سورما کا کیا فائدہ ہوا؟“

”خوب...... خوب“ سوامی گھنشیامی داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یدھ راج تمہارا بیٹا کیا کہہ رہا ہے؟“ راجہ یدھ راج نے نندراج کی طرف دیکھا اور نرم لہجے میں بولا۔

”شودروں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے نندراج“ ”تم جذباتی ہو اور راجاؤں کو جذباتی نہیں ہونا چاہئے...... میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ کوئی شودر لڑکی تمہارے سامنے آکر تمہیں کوس رہی تھی۔

”ٹھیک کر رہی تھی مہاراج...... ہم نے اس کا بھائی مار دیا تھا...... ایک ننھا سا بچہ وہ نہ جانے کتنا پیار کرتی ہوگی...... وہ بہن تھی مہاراج...... اگر وہ ہمیں کوس رہی تھی تو ٹھیک کر رہی تھی...... اسے ہمیں کوسنا ہی چاہئے تھا“ نندراج نے کہا۔

”ہرگز نہیں نندراج...... کسی شودر کی زبان حلق میں رہنے نہیں دی جاسکتی...... اگر وہ کسی برہمن کے خلاف بولے...... اور پھر راجکمار نندراج کیخلاف سپاہیو! نندراج نے اس بات کی

تصدیق کر دی ہے کہ ایک شودر لڑکی نے نندراج مہاراج کو برا بھلا کہا ہے...... جاؤ اور اسے گرفتار کر کے لے آؤ...... اگر شودر اس کے لانے میں کوئی رکاوٹ بنیں تو قتلِ عام کر دینا...... ایک ایک کو مارنا“ یدھ راج نے سنگین لہجے میں کہا، لیکن نندراج سینہ تان کر کھڑا ہو گیا تھا۔

”نہیں پتا جی مہاراج ایسا نہیں ہوگا“۔

”ایسا ضرور ہوگا نندراج...... اور اگر تم نہیں مانتے تو...... تو“ مہاراج یدھ راج کی آواز غیظ و غضب سے لرز رہی تھی“۔

اور اگر ایسا ہوا پتا جی مہاراج...... نندراج آپ کی اس راجدھانی میں نہیں رہ سکے گا۔ کوئی سپاہی شودروں کی جانب نہ جائے اور لڑکی کو کچھ نہ کہا جائے...... اگر اسے کچھ کہا گیا تو میں آتما ہتھیا کر لوں گا“ نندراج نے کہا اور سارے دربار میں سناٹا چھا گیا...... خود یدھ راج منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

گھنشیامی داس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی...... اس کی آنکھوں میں معنی خیز چمک تھی۔

”یدھ راج چند ساعت تو بت بنا رہا“ پھر اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

”نندراج تم شودروں کی اتنی حمایت کیوں لے رہے ہو؟“۔

”آخر وہ بھی تو انسان ہیں مہاراج“۔

”لیکن...... لیکن...... اس لڑکی کی گستاخی کو کیسے معاف کیا جاسکتا ہے؟“۔

”ایک ہی بات ہو سکتی ہے مہاراج“۔

”وہ کیا؟“ یدھ راج نے پوچھا۔

وہ بیٹے کے حق میں کچھ نرم پڑ گیا۔

”اسے اس کا بھائی دیدیا جائے اور پھر اسے اس کی گستاخی کی سزا دی جائے...... نندراج نے کہا اور یدھ راج حیرانی سے نندراج کو دیکھنے لگا پھر متعجبانہ انداز میں بولا۔

”بھائی دے دیا جائے“۔

”ہاں! پتا جی اس کا بھائی دیدیا جائے...... جسے ہم نے کچل کر مار ڈالا ہے“۔

"اگر وہ مر چکا ہے تو واپس کیسے آ سکتا ہے؟"۔

"نہیں آ سکتا تو آپ کو اس لڑکی کو سزا دینے کا بھی کوئی حق نہیں ہے"۔

"تم گستاخی کر رہے ہو نندراج"۔

"ہاں! مہاراج کر رہا ہوں اور اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ بھی کر ڈالوں گا...... میں اس دیش میں جیتا نہیں رہ سکتا...... جہاں انسانوں کے ساتھ جانوروں والا سلوک کیا جاتا ہے"۔

"انسانوں میں اور شودروں میں فرق ہوتا ہے"۔

"میں کوئی فرق نہیں سمجھتا" اس لئے اس لڑکی کو کچھ نہیں کہا جائے گا، بلکہ آئندہ یہ حکم دیا جائے گا کہ اگر کوئی شودر اتفاق سے راستے میں آ جائے تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کر چھوڑ دیا جائے...... یہ سزا دینے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے"۔

"یہ نہیں ہو سکتا نندراج"۔

"نہ ہو مہاراج کوئی بات نہیں ہے، لیکن ایک بات آپ بھی کان کھول کر سن لیں"۔ آپ کی موت کے بعد جب میں راجہ بنوں گا تو سب سے پہلا کام یہ کروں گا کہ شودروں کو بھی میں انسانوں کا حق دوں گا...... اگر آپ اس ریت کو توڑنا نہیں چاہتے تو آپ کے لئے یہی بہتر ہے...... مہاراج کہ مجھے موت کی سزا دے دیں" نندراج نے کہا اور پاؤں پٹختا ہوا دربار سے نکل آیا...... سارے دربار میں بھنبھناہٹیں رقصاں تھیں...... لوگ طنزیہ لہجے میں ایک دوسرے سے نندراج کے بارے میں باتیں کر رہے تھے...... مہامنتری جی خاموش تھے...... غالباً ان کا مزاج بھی نرم تھا اور وہ کسی حد تک نندراج کی باتوں سے متفق نظر آتے تھے...... تب گھنشیامی جی نے مسکراتے ہوئے مہاراج سے کہا۔

"پریشان نہ ہوں مہاراج...... چنتا کی کوئی بات نہیں ہے...... سب ٹھیک ہو جائے گا...... اوش ٹھیک ہو جائے گا"۔

"چنتا کی بات تو ہے گھنشیامی جی...... یہ سب کیا ہے...... نندراج کیا کہہ رہا ہے...... وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمارا بیٹا ہو کر ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے...... کیا شودروں کو بھی انسانوں کا حق دیا جا سکتا ہے؟"۔

"کبھی نہیں دیا جا سکتا...... جب کسی شودر کو برہمن کے سامنے آ کے بات کرنے کا موقع دیا گیا تو ساری لیلا ہی پلٹ جائے گی...... اس سنسار میں وہ پاپ ہوں گے کہ انسان جیتا نہ رہ سکے گا" اونچی ذات کے لوگ سڑکوں پر کتوں کی طرح بھونکتے پھر رہے ہوں گے...... یہ گھنشیامی کی پیشن گوئی ہے"۔

"نہیں مہاراج نہیں...... ایسی باتیں نہ کریں"۔

"میں نہیں کر رہا یدھ راج جی...... آپ کا بیٹا کر رہا ہے"۔

"وہ ابھی بچہ ہے"۔

"اس بچے کو سمجھائیں یدھ راج جی...... ورنہ آگے چل کر حالات بہت خراب ہو جائیں گے" گھنشیامی نے کہا اور اپنی جینیو کو ہاتھ میں لے کر وہاں سے چل پڑے۔

"راجہ یدھ راج پریشان ہو گیا تھا...... یہ صورت حال اس کی سمجھ سے باہر تھی...... کافی دیر تک وہ الجھا بیٹھا رہا...... پھر اس نے دربار برخاست کر دیا...... سب سے اس نے یہی کہا کہ وہ آرام کرنا چاہتا ہے، کیونکہ گھنشیامی جی کی بات اس کے لئے بڑی پریشان کن تھی...... کوئی معمولی چیز نہ تھے...... یہ سوامی گھنشیامی داس...... بڑے مندر کے پجاری تھے اور ان کے متعلق بڑی بڑی کہانیاں مشہور تھیں...... وہ اتنے بڑے گیانی تھے کہ یدھ راج کو اپنی حکومت میں ان کی شمولیت پر فخر تھا...... بڑے بڑے راجہ گھنشیامی داس کے پاس گیان لینے آتے تھے اور ان سے راج پاٹ کی باتیں معلوم کر کے چلے جاتے تھے...... اس طرح یدھ راج کی حکومت کو ایک خاص حیثیت حاصل تھی...... لوگ اس حکومت کی عزت کیا کرتے تھے...... صرف اس وجہ سے کہ وہاں گھنشیامی داس بذات خود موجود ہیں...... ان گھنشیامی داس نے نندراج کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ خاص تشویش ناک بات تھی، چنانچہ راجہ بڑی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

شام کو وہ پوجا کرنے بڑے مندر گیا تو وہاں گھنشیامی داس موجود تھے...... جب پوجا ختم ہو گئی تو راجہ نے گھنشیامی داس سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی اور گھنشیامی داس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

راجہ یدھ راج کو اپنی خلوت گاہ میں بلوالیا...... راجہ کو دیکھ کر وہ مسکرائے اور آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے بولے۔

"مجھے معلوم تھا یدھ راج کہ تم آؤ گے"۔

"اوش...... اوش...... آپ کو ضرور معلوم ہوگا مہاراج" راجہ یدھ راج نے کہا۔

"کہو کیا کہنا ہے"۔

"آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا مہاراج کہ مجھے کیا کہنا ہے؟"۔

"ہاں مجھے معلوم ہے میں جانتا ہوں کہ تم نندراج کی اس حرکت سے پریشان ہو، ہو، کیونکہ تم اونچی ذات کے برہمن ہو"۔

"مہاراج بچہ ہے وہ کیسے سمجھایا جائے اس کو...... آپ ہی بتائیں" یدھ راج نے کہا۔

"یدھ راج بڑے بھولے ہو تم"۔

"کیا مطلب ہے مہاراج؟" یدھ راج نے حیرت سے کہا۔

"بات بچے کی نہیں ہے بلکہ ایک نوجوان کی ہے...... نندراج جوان ہو چکا ہے"۔

"ہاں! مہاراج جوان تو وہ ہو گیا ہے، پر ابھی اس کی سوچ بالکل بچوں کی سی ہے"۔

"ہرگز نہیں"۔

"میں نہیں سمجھا مہاراج"۔

"سمجھنے کی کوشش کرو"۔

"بھگوان کے لئے آپ مجھے روشنی دکھائیں"۔

"روشنی دیکھنا چاہتے ہو یدھ راج؟" گھنشیامی نے پوچھا۔

"ہاں مہاراج"۔

"تو پھر جاؤ...... بھیس بدل کر اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر شودروں کی بستی میں جاؤ اور اس لڑکی کو جا کر دیکھ لو، جس کی وجہ سے نندراج کے ذہن میں بغاوت پیدا ہوئی ہے"۔

"کیا مطلب...... میں نہیں سمجھا مہاراج"۔

"وہ بہت سندر ہوگی...... جوان ہوگی...... ایسی خوبصورت ہوگی کہ کوئی بھی اسے دیکھ کر من ہار سکے...... شودروں میں بھی خوبصورت لڑکیاں موجود ہیں...... نندراج پر یہ کٹھنا بلا وجہ نہیں آئی...... کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوگی...... میرا گیان یہی کہتا ہے کہ لڑکی کی خوبصورتی نے نندراج کو دیوانہ کر دیا ہے...... ورنہ بچے کی موت کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہے"۔

"تو وہ...... تت...... تو وہ...... تو وہ"۔

"ہاں یدھ راج ہاں...... نندراج اس لڑکی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گیا ہے...... میرا گیان یہی کہتا ہے، لیکن ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہی ہوئی ہو...... تم کیوں نہ یہ کرو کہ رات کو بھیس بدل کر اس بچے کے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ جو صبح مارا گیا ہے...... اس میں تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی"۔

"میں جاؤں گا مہاراج...... اوش جاؤں گا، پر...... پر مہاراج آپ کی بات سچی ہی ہو تو کیا کیا جائے؟" اس نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں پریشان نہ ہو یدھ راج...... ابھی تو سمے ہے جاؤ پہلے جو کچھ میں نے کہا ہے اسے پورا کرو...... جو کچھ دیکھ کر آؤ مجھے بتاؤ...... پھر اس سلسلے میں بھی کوئی اپائے بتادوں گا"۔ گھنشیامی جی داس نے مسکراتے ہوئے کہا اور یدھ راج وہاں سے اٹھ آیا، لیکن وہ بے حد پریشان تھا اور گھنشیامی داس کی ان باتوں نے اسے اور بھی پریشان کر دیا تھا...... اگر ان کی باتیں سچی ہی نکلیں تو کیا ہوگا؟" اس نے سوچا، لیکن گھنشیامی داس معمولی انسان نہیں تھے...... میں ان کی بات کی تصدیق کئے بغیر نہ رہ سکوں گا۔

اس نے ضروری تیاریاں کیں...... دو آدمیوں کو ساتھ لیا اور بھیس بدل کر دور کے علاقے سے دریا پار کیا...... شودروں کا محلہ دریا پار تھا...... دریا سے نکل کر وہ بستی کی جانب چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد تاریک بستی میں داخل ہو گئے۔

بہت بڑی بستی تھی، لیکن اتفاق سے وہ صحیح جگہ پہنچے تھے...... ایک مکان سے بین کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھیں...... چند افراد گھر کے سامنے جمع تھے...... یہ کیا ہو گیا

بھائی؟" یدھ راج نے پوچھا اور لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"تمہیں نہیں معلوم؟"۔

"نہیں"۔

"کہیں باہر سے آئے ہو؟"۔

"ہاں" یدھ راج نے جواب دیا۔

"تبھی تو...... کوئی خاص بات نہیں ہے گوپی ناتھ کا بیٹا راجکمار کے رتھ کے سامنے چلا گیا تھا"۔

"تو پھر؟"۔

"سپاہیوں نے کچل کر مار ڈالا"۔

"کتنا بڑا لڑکا تھا؟"۔

"چھ سال کا"۔

"اتنے بڑے بچے کو دریا پار کیوں بھیجا تھا؟"۔

"موت آئی تھی بھیا بس...... اپنی بہن کے ساتھ چلا گیا تھا...... بہن کی نظر بچی اور راج کمار کو دیکھنے بھاگ گیا"۔

"بہن کہاں ہے اس کی؟"۔

"وہ بیٹھی ہے سر جھکائے ہوئے" انہوں نے ایک طرف اشارہ کیا اور راجہ یدھ راج منہ سے افسوس کی آوازیں نکالنے لگا...... پھر وہ لوگ لڑکی کے پاس پہنچ گئے...... راجہ نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔

"تو ہے گوپی ناتھ کی بیٹی؟" اور لڑکی نے بادل نخواستہ گردن اٹھائی...... راجہ نے اس کی شکل دیکھی اور دنگ رہ گیا...... آخر کار گھنشیام داس کی پیشن گوئی درست ثابت ہوئی تھی...... اس حسین لڑکی کو دیکھ کر تو ہوش و حواس گم ہونے ہی چاہئیں تھے اور نندراج یقیناً حواس کھو بیٹھا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑکی نے گردن ہلا دی۔

"تو کیا کرنے گئی تھی اس سے؟"۔

"اپنا کام کرو جاؤ میں کوئی جواب نہیں دوں گی"۔

"سنا ہے تو نے راجکمار کو بڑے کوسنے دیئے ہیں؟"۔

"برا کیا تھا میں نے، مجھے خود افسوس ہے" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیوں؟"۔

"میرے بھائی کو تو اس کے سپاہیوں نے مارا تھا"۔

"مگر وہ سپاہی تو اسی کے تھے"۔

"اس کے نہیں یدھ راج کے تھے"۔

"ایک ہی بات ہے"۔

"دو باتیں ہیں" لڑکی نے کرخت لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"۔

"یدھ راج کا بیٹا یدھ راج کی طرح ظالم نہیں ہے"

"تو یدھ راج ظالم ہے"۔

"پاپی ہے...... اگھوری ہے چھی...... سنجوگتا نے کہا اور پھر یدھ راج کے سپاہی تلواریں لنے لگے...... لیکن یدھ راج نے انہیں روک دیا"۔

"تو راجہ کو برا کہہ رہی ہے سنجوگتا"۔

"بھگوان نے چاہا تو اس کے راج کی اینٹ سے اینٹ بجے گی اور راجہ یدھ راج کتے کی ت مارا جائے گا" سنجوگتا نے کہا اور یدھ راج وہاں سے ہٹ آیا...... اس کو خطرہ تھا کہ کہیں تا کی باتیں اس کے آدمیوں کے لئے ناقابل برداشت نہ ہو جائیں اور وہ اسے قتل لیں...... اس وقت یہ بات ٹھیک نہیں رہے گی...... خاص طور سے نندراج کے تیور جو اس راجہ یدھ راج نے دیکھے تھے...... وہ کافی خطرناک نظر آئے تھے...... بہر حال اس بات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی تصدیق ہو گئی تھی کہ سنجوگتا اتنی ہی حسین تھی کہ اسے دیکھ کر نندراج کے حواس کھو جانا قدرتی بات تھی۔

راجہ دل میں بے پناہ تفکرات لئے وہاں سے پلٹا تھا اور پھر وہ محل میں آ گیا...... گھنشیامی داس نے اسے جو کچھ بتایا تھا وہ حرف بحرف سچ نکلا...... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے...... سنجوگتا ایک شودر لڑکی تھی اور کسی شودر لڑکی پر دل ہارنا راجکمار کی توہین تھی۔ کافی غور و خوض کے بعد راجہ یدھ راج نے اپنے مشیروں اور مہامنتری کو بلا بھیجا اور خود ان کے درمیان بیٹھ گیا...... سنجوگتا کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے اس نے کہا...... "وہ بڑی کینہ فطرت سرکش لڑکی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی بے پناہ حسین بھی...... میرا تو دل چاہتا ہے کہ اسے بلاؤں اور قتل کر دوں، لیکن میرے ذہن میں ایک بات ہے...... ممکن ہے نندراج اور سخت ہو جائے"۔

"وہ آپ کا بیٹا ہے مہاراج...... آپ جو کچھ کریں گے وہ اس سے اختلاف کیسے کر سکتا ہے"۔

"کر سکتا ہے جوانی بڑی کٹھور ہوتی ہے...... کوئی بات نہیں مانتی...... نندراج کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا ہو گا"۔

"گھنشیامی داس ہی اس سلسلے میں کوئی مشورہ دے سکیں گے" راجہ کے مشیر نے کہا۔

"میں گھنشیامی داس سے بھی اس سلسلے میں پوچھ لوں گا مگر آپ لوگ بتائیں کہ مجھے کیا اپائے کرنا چاہئے"۔

"یہی مہاراج کہ اس لڑکی کو قتل کرا دیں...... خاموشی سے یہ کام کر دیں...... کسی کو کانوں کان پتہ نہیں چلے گا اور خطرہ بھی ٹل جائے گا اور تو اور اسے اپنی بکواس کی سزا بھی مل جائے گی اور شودروں کے کان بھی کھل جائیں گے کہ برہمنوں کے منہ لگنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"۔

"لیکن اگر نندراج کو اس بات کا شبہ ہو گیا تو؟"۔

"تو کیا ہے مہاراج آپ کے سامنے وہ کیا بول سکیں گے" مہامنتری نے کہا۔

"یہی بات میرے لئے فکر کا باعث ہے، کیونکہ نندراج بہت ضدی اور خود سر لڑکا

ہے...... میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں، لیکن اس سے پہلے میں گھنشیامی داس سے مشورہ ضرور لوں گا اور یہ کام آج رات کو ہی کروں گا"۔

چنانچہ دوسری رات بھی راجہ یدھ راج بڑے مندر کے پجاری گھنشیامی داس کے پاس پہنچ گیا...... بڑا پجاری مرگ چھالا بچھائے تپسیا میں مصروف تھا...... بڑا پراسرار آدمی تھا یہ...... عمر کا کوئی تعین ہی نہیں ہو سکتا تھا...... راجہ یدھ راج اپنے بچپن ہی سے اسے اس عالم میں دیکھ رہا تھا...... بہرصورت گھنشیامی داس نے تپسیا سے فارغ ہو کر اسے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دیکھ آئے؟"۔

"ہاں مہاراج" راجہ نے جواب دیا۔

"میری بات جھوٹ نکلی؟"۔

"نہیں گھنشیامی داس تمہاری بات کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتی۔ یہ میرا دھرم ہے اور اپنے دھرم کا کوئی اپمان نہیں کرتا" راجہ یدھ راج عقلمندی سے بولا۔

"چلو ٹھیک ہے اب تم کیا کہتے ہو؟"

"میں کیا کہوں گا مہاراج! میں اس قابل کہاں" جو کچھ کہنا ہے آپ ہی کو کہنا ہے"۔

"نہیں یدھ راج گیان کے بھی بہت سے پھیر ہوتے ہیں اور بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمارے علم میں آ جاتی ہیں...... پر ہم بتا نہیں سکتے کسی کو...... تم یوں کرو کہ سمے کا انتظار کرو...... حالات پر نگاہ رکھو...... نندراج کو دیکھو کہ وہ کس ڈگر پر چل رہا ہے...... اگر کوئی خطرناک بات دیکھو اور حالات تمہیں اپنے بس سے باہر نظر آئیں تو ہم سے مشورہ کر لینا، ورنہ دیکھتے رہو...... سمے کیا کہتا ہے"۔

"کوئی خطرناک بات ہو گئی مہاراج تو؟"۔

"کیا خطرناک بات ہو گئی؟"۔

"میرا مطلب ہے نندراج نے اس سے ملنے کی اگر کوشش کی تو"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"توتم اس کوشش کوناکام بنادینا"۔

میرے من میں تو ایک اور بات ہے مہاراج؟"۔

"وہ کیا؟"۔

"کیوں نہ اس لڑکی کو قتل کردیا جائے"۔

"سنجوگتا کو" گھنشیامی داس نے پوچھا۔

"اوہ تو آپ اس کا نام بھی جانتے ہیں" یدھ راج نے تعجب سے کہا۔

ہم بہت کچھ جانتے ہیں یدھ راج...... بہت کچھ جانتے ہیں اور ان ہی جاننے والی باتوں میں یہ بھی ہے یدھ راج کہ سنجوگتا کو قتل نہیں کرسکو گے...... اگر تم اسے اس سمے قتل کرو گے تو ایک بہت بڑا طوفان اٹھ کھڑا ہوگا...... ایک ایسا طوفان جس سے تم نبٹ نہیں سکتے...... ہاں سمے آنے دو...... وہ تمہارے ہی ہاتھوں قتل ہوگی، لیکن سمے آنے پر گھنشیامی داس نے کہا اور یدھ راج گردن ہلانے لگا...... وہ خاصا متوحش نظر آرہا تھا...... اس کے چہرے پر غور وفکر کی لکیریں دیکھ کر گھنشیامی داس بولے۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یدھ راج...... اپنے آدمیوں کو نند راج کے پیچھے لگائے رکھو اور دیکھو سمے کیا کہتا ہے...... سنجوگتا کو بھی آزاد رہنے دو اور نند راج کا خیال رکھو"۔

"تو میں اسے قتل نہ کراؤں؟"۔

"ہرگز نہیں...... اس سے تمہارے لئے کچھ خطرات پیدا ہوجائیں گے...... ابھی تم اس پر ہاتھ نہ ڈالو...... تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو...... گھنشیامی داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو آگیا مہاراج کی" یدھ راج نے کہا...... "اور پریشان سا چہرہ لئے وہاں سے واپس پلٹ پڑا"۔

......☆......

"بھوجن کے کمرے میں بھان متی اور کیدو راج موجود تھے...... دونوں انہیں دیکھ کر مسکرا پڑے۔

آؤ بھئی تم لوگوں نے تو بہت دیر لگادی"۔

"بس یہ مہاراج ہری راج ہی لڑکیوں کی طرح نخرے کر رہے تھے...... میں ہی انہیں اٹھا کر لائی ہوں، ورنہ نجانے کتنی دیر میں آتے" پوجا نے شرارت بھرے انداز میں کہا اور کیدو راج ہنسنے لگا۔

"بھان متی بہن تمہاری یہ بیٹی بڑی ہی نٹ کھٹ ہے...... کیدو راج نے کہا اور بھان متی مسکرانے لگی۔

خاموشی سے صبح کا ناشتہ کیا گیا...... تب پوجا نے بھان متی کی طرف دیکھا اور بولی۔

"ماتا جی کیا ہری راج جی ہماری یہاں آمد کو پسند نہیں کرتے...... کیسے چپ چپ ہیں یہ...... کیوں ہری راج جی؟"۔

"نہیں پوجا دیوی ایسی کوئی بات نہیں ہے؟"۔

"تو پھر آپ ہم سے باتیں کیوں نہیں کرتے؟" پوجا بولی۔

"ہاں ہری راج پوجا میری بہن کی بیٹی ہے...... تم اس کا پورا پورا خیال رکھو، بلکہ ایسا کرو کہ آج اسے آس پاس کے علاقوں کی سیر کرادو...... تم چاہو تو سپاہیوں کو ساتھ لے جاسکتے ہو اور چاہو تو اکیلے ہی گھوڑوں پر جاسکتے ہو...... جیسی تمہاری مرضی" کیدو راج نے کہا۔

"نہیں ماما جی ہم سپاہیوں کے ساتھ نہیں جائیں گے...... سپاہی ہماری نگرانی رکھیں گے اور ہم ٹھیک سے یہاں کی چیزیں دیکھ بھی نہ پائیں گے، چنانچہ آپ ہری راج مہاراج سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہیں یہ خود ہی ہمارے ساتھ چلیں"۔

"ہاں بیٹے تم پوجا کے ساتھ چلے جاؤ"۔

"مم میں...... میں" تلک چند نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ارے تم پوجا سے ڈر رہے ہو؟" کیدو راج نے کہا۔

"نہیں میں کسی سے نہیں ڈرتا"۔

"تو پھر اس کے ساتھ جانے سے کیوں گھبرا رہے ہو؟"۔

"بس یونہی میں سوچ رہا تھا۔ اگر جانا ہے تو سپاہیوں کو بھی کیوں نہ ساتھ لے لیا جائے"۔

"ہاں ہاں اگر کہیں سانپ نکل آیا تو" پوجا نے تمسخرانہ لہجے میں کہا اور تلک چند اکڑ گیا۔

"یہ بات نہیں ہے میں کسی سے نہیں ڈرتا چلو"۔

"یہ ہوئی نا بات" پوجا مسکرا کر بولی اور تلک چند کے ساتھ باہر نکل آئی۔

"تو تم کسی سے نہیں ڈرتے ہری راج جی"۔

"ہاں میں کسی سے نہیں ڈرتا"۔

"مجھ سے بھی نہیں"۔

"تم...... تم کوئی ڈرنے کی چیز ہو...... تم ہو ہی کیا" تلک چند مسکرا کر بولا۔

"چیز تو میں بڑی خطرناک ہوں...... پر تم سے کیا کہوں؟" "تم تو ہو ہی اتنے سندر کے تمہارے سامنے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے...... میں بھلا تمہیں کیا کہہ سکتی ہوں" پوجا نے معنی خیز لہجے میں کہا اور تلک چند نے گردن ہلا دی...... پوجا کی باتیں اس کی سمجھ میں نہ آتی تھیں...... پر وہ ان کو کوئی خاص اہمیت بھی نہیں دیتا تھا۔

ضروری تیاریوں کے بعد وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر چل پڑے...... راجکمار ہری راج جدھر سے گزرتا لوگ اسے جھک جھک کر سلام کرتے...... پوجا نے جب یہ انداز دیکھا تو مسکرا کر بولی۔

"ہونے والے راجہ کو لوگ جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں...... پر تم نے یہ بھی سوچا ہری راج جی کیا تم راجہ بن سکتے ہو؟"۔

"کیوں...... یہ بھی سوچنے کی بات ہے؟"۔

"بات تو ہے"۔

"کیا بات ہے تم مجھے بتاؤ" ہری راج بولا۔

"چلو تو سہی اس ہنگامے میں کیا بتاؤں...... جسے دیکھو دوڑا چلا آرہا ہے...... یوں لگ رہا ہے جیسے ساری رعایا تمہیں دیکھتے ہی باہر نکل آئی ہے...... میں تو پریشان ہو کر رہ گئی ہوں...... گھوڑے کو تیز بھگاؤ اور یہاں سے نکل چلو" پوجا نے کہا اور ہری راج نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی...... تھوڑی دیر کے بعد وہ سنسان علاقوں میں نکل آئے...... ہری راج کا رخ ایک ٹوٹے ہوئے مندر کی جانب تھا جس کی کسی زمانے میں دور دور تک دھوم تھی...... لیکن اب وہ تباہ و برباد ہو گیا تھا...... البتہ اس کے قرب و جوار کے علاقے سرسبز اور حسین تھے...... مندر کے سامنے ایک چھوٹی سی جھیل بھی تھی جس کے کنارے سبزہ ہی سبزہ اگا ہوا تھا...... یہ جگہ بہت ہی خوبصورت تھی اور اکثر تلک چند ادھر نکل آتا تھا۔

ہری راج کا رخ خود بخود اس طرف ہو گیا...... جب اس نے جھیل کے پاس پہنچ کر گھوڑا روکا تو پوجا اس حسین منظر کو دیکھ کر جھوم اٹھی اور سرشاری کے عالم میں بولی۔

"یہ تو بہت ہی خوبصورت جگہ ہے...... ہری راج" اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے بھی پسند ہے"۔

"تمہاری پسند واقعی اچھی ہے" پوجا نے کہا اور ذرا آگے بڑھ گئی۔

پھر تیز آواز میں بولی...... "یہاں بیٹھ کر من کو بڑی شانتی ملتی ہے"۔

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے، مگر تم مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں"۔ ہری راج نے کہا۔

"ہاں راجہ بننے والی بات...... مگر تم نیچے تو آؤ...... بیٹھ کر باتیں کریں گے...... دیکھو یہ گھاس کیسی ہری ہے...... بالکل یوں لگ رہا ہے جیسے ریشم کے ٹکڑے بچھا دیئے گئے ہوں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تلک راج بھی گھوڑے سے اتر کر اس کے قریب آ گیا اور دونوں آمنے سامنے پڑ گئے۔

"وہ بات تو میں نے بس یونہی ہنسی میں کہہ دی تھی" پوجا نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"دیکھو پوجا مجھے صاف باتیں کرنا پسند ہیں...... تم کوئی ایسی ویسی بات کرو تو اس کا مقصد بھی ضرور ہونا چاہئے"۔

"مقصد" پوجا نے معنی خیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں"۔

"مقصد تو ہر بات کا ہوتا ہے ہری راج...... بس سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں ہونی چاہئیں...... پر آپ کے بارے میں بہت سی باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں" پوجا نے کہا۔

"مثلاً کون سی بات ہے جو آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہی" تلک چند نے پوچھا۔

"یہی کہ آپ کون ہیں؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"آپ ہری راج تو نہیں ہیں" پوجا نے معنی خیز لہجے میں کہا اور تلک چند ایک لمحے کے لئے بھونچکا سا رہ گیا۔

"میرا مطلب ہے آپ ہری راج تو ہیں...... پر ماماجی کے بیٹے نہیں ہیں" پوجا جلدی سے بولی اور تلک چند نے سکون کے گہرے گہرے سانس لئے۔

"گھبرا گئے تھے" پوجا پھر معنی خیز انداز میں بولی اور تلک چند نے دونوں آنکھیں بند کر لیں...... یہ لڑکی...... یہ لڑکی...... یہ لڑکی...... کیا کہہ رہی ہے یہ لڑکی۔

"نہیں میں تو نہیں گھبرایا"۔

"نہیں مہاراج گھبرائے ہوئے تو لگ رہے ہیں آپ...... میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ آپ ماماجی کے بیٹے نہیں ہیں...... مجھے یہ بات معلوم ہے کہ ماماجی آپ کو کہیں سے لائے ہیں اور انہوں نے آپ کو اپنا بیٹا بنالیا ہے اور یہ بات بھی مجھے معلوم ہے ہری راج مہاراج کہ آپ آئندہ ہونے والے راجہ ہیں اور آپ کے مقابلے میں کوئی نہیں آئے گا...... پر ہری

راج جی بڑی کٹھنائیاں ہیں آپ کے راستے میں"۔

"کیسی کٹھنائیاں" تلک چند نے پوچھا۔

"جس نے آپ کو بھیجا ہے ابھی خود اس کا راستہ بھی صاف نہیں ہے" پوجا نے کہا اور ہری راج نے پھر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور تعجب سے بولا۔

"مجھے بھیجا ہے"۔

"ہاں...... میرا مطلب ہے آپ جہاں سے بھی آئے ہیں جس ارادے سے بھی آئے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوگا"۔

"پوجا تم نہ جانے کیا کہہ رہی ہو...... مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ٹھہر سکوں گا"۔

"کیوں ہری راج جی...... آخر ایسی کون سی بات کہہ دی میں نے جو آپ کو اتنی بری لگ گئی"۔

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں پوجا مجھے معموں میں بات کرنا بالکل پسند نہیں ہے اور تم مسلسل مجھے فضول باتوں میں الجھا رہی ہو...... مجھے افسوس ہے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا...... اس لئے واپس جا رہا ہوں...... تم اپنی مرضی سے واپس آ جانا" ہری راج نے کہا اور واپسی کے لئے مڑنے لگا۔ تب ہی پوجا کی دلکش آواز ابھری۔

"رک جاؤ ہری راج...... تم اس سے نہیں ٹھہر سکتے...... پھر پوجا سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟ پوجا کی آواز میں دھمکی پوشیدہ تھی"۔

"میں نہیں جانتا تم ایسی فضول باتیں کیوں کر رہی ہو؟ میں کیدو مہاراج سے کہہ دوں گا مجھے پوجا کا ساتھ بالکل پسند نہیں ہے"۔

"ارے ارے مذاق کی بات کا اتنا برا مان گئے...... میں تو تمہاری مہمان ہوں"۔

"مہمان تو ہو پر تمہاری باتیں میرے لئے بے حد تکلیف دہ ہیں" ہری راج خفگی سے بولا۔

"اچھا چلو اب نہیں کروں گی ایسی باتیں...... چلو دوسری باتیں کرتے ہیں...... پر تم خود ہی مجھے بتاؤ کہ کون سی باتیں کی جائیں...... کیا پریم کی باتیں ہو سکتی ہیں؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں...... تلک چند نے سخت لہجے میں کہا"۔

"ہوں تو تم پریم کے بارے میں جانتے ہو؟"۔

"کون نہیں جانتا پریم کے بارے میں"۔

"ارے میں اس پریم کے بارے میں کہہ رہی ہوں جو ایک نر کو ناری سے ہوتا ہے"۔

"میں بھی اسی پریم کی بات کر رہا ہوں"۔

"تو تم اس پریم سے واقف ہو؟"۔

"ہاں کیوں نہیں؟"۔

"تو پھر تم نے ابھی تک کسی سے پریم کیوں نہیں کیا؟"۔

"ضروری ہے یہ بات تمہیں بتادی جائے"۔

"بہت ضروری ہے ہری راج جی" وہ بولی۔

"پوجا دیوی جب میں آپ سے سخت لہجے میں بات کرتا ہوں تو آپ کہتی ہیں کہ آپ میری مہمان ہیں اور اس کے بعد آپ خود ایسے سوالات کرتی ہیں جن کا جواب میرے پاس نہیں ہے...... بھگوان کے لئے مجھے ان ساری باتوں پر مجبور نہ کریں...... میں آپ کو اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں کوئی بات نہیں بتا سکتا"۔

"تم نہیں بتا سکتے پر میں تمہیں تمہاری ذاتی زندگی کے بارے میں سب کچھ بتا سکتی ہوں ہری راج"۔

"میں تم سے کچھ بھی نہیں پوچھنا چاہتا"۔

"نہ پوچھو خود ہی بے کل رہو گے...... ہاں ایک بات کا خیال رکھنا، پوجا تمہاری سہاتا کر سکتی ہے۔ چلو آؤ واپس چلیں" پوجا نے کہا اور وہ دونوں چل پڑے۔ گو پوجا کی باتیں تلک چند کی سمجھ میں نہیں آئیں تھیں، لیکن محل پہنچ کر وہ خاصا پریشان ہو گیا۔ آخر یہ پوجا کیا کہنا چاہتی ہے۔ کیا معلوم ہے اسے میرے بارے میں...... وہ سخت پریشان ہو گیا۔ دوپہر ہوئی، شام ہوئی، رات ہوئی لیکن اس کی پریشانی کسی بھی طور ختم نہ ہوئی۔ کئی بار وہ پوجا کے سامنے جا چکا تھا اور پوجا سادہ سا چہرہ بنا کے خاموش بیٹھی رہی تھی...... اب تک اس نے کوئی خاص

ے نہیں کی تھی۔ رات کو جب وہ اپنے بستر پر لیٹا تو اس کے ذہن میں بے شمار خیالات آنے لگے۔

وہ پریشانی سے پوجا کے بارے میں سوچنے لگا...... یہ لڑکی اپنی شخصیت میں نہ جانے کیا ہے، حالانکہ یہ بھان متی کی بیٹی ہے، لیکن نہ جانے کیوں یہ مجھے عجیب سی لگ رہی ہے۔ کہیں اسے میرا کوئی راز معلوم نہ ہو۔

یہ خیال تلک چند کے لئے بہت خوفناک تھا۔ بہت دیر تک وہ پریشانی سے اس بارے میں سوچتا رہا اور جب پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا...... اس کا خیال تھا کہ وہ پچھلے باغ میں جا کر چہل قدمی کرے...... تازہ ہوا اور فرحت بخش ماحول اس کی بے چینی کا ازالہ کر سکے، چنانچہ وہ خاموشی کے ساتھ پچھلے باغ نکل آیا اور درختوں کے درمیان گردش کرنے لگا۔

لیکن چند ہی ساعت کے بعد اسے محسوس ہوا کہ کوئی اور بھی اس کے قریب ہے۔ اس نے چونک کر دیکھا تو پوجا کی ہنسی کی آواز اس کے کانوں میں ابھری اور وہ ساکت رہ گیا۔

"کیوں میں نے سچ کہا تھا نا" پوجا کی آواز ابھری اور تلک چند خوف و دہشت سے اسے دیکھنے لگا"۔

پوجا کے یہاں موجود ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا...... اسے کس طرح پتہ چل گیا کہ میں یہاں ہوں، چنانچہ وہ ساکت و جامد اپنی جگہ کھڑا اسے گھورتا رہا۔ پوجا آہستہ آہستہ اس کے قریب آ گئی۔

سفید ساڑھی میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی...... اس کے چہرے پر ایک عجیب سا وقار اور دبدبہ تھا۔

"تو ہری راج مہاراج پوجا نے جھوٹ نہ کہا تھا...... سچ ہی کہا تھا کہ میرے بنا بڑے بے کل رہو گے"۔

"پوجا دیوی آپ نے واقعی بہت پریشان کر دیا ہے"۔

"پریشان میں نے نہیں ہری راج جی...... میرے خیال میں میں نے تو آپ کو بالکل

بھی پریشان نہیں کیا"۔

"یہ آپ مجھ سے پوچھیں پریشان تو میں ہوا ہوں"۔

"میں نے نہیں کیا، بلکہ تمہارے من کے چور نے تمہیں پریشان کر دیا ہے" پوجا نے کہا

"بھلا کیا چور ہے میرے من میں؟"۔

"یہ تو تم اپنے منہ سے بتاؤ گے ہری راج جی، بلکہ اگر مجھے آگے بڑھنے کا موقع دو تو میں یوں کہوں تلک چند جی" پوجا نے کہا اور تلک چند کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ وہ دہشت سے آنکھیں پھاڑے پوجا کو دیکھ رہا تھا۔

"نہ نہ نہ...... من میں کوئی برا خیال لانے کی ضرورت نہیں" میں نے کہا نا پوجا تمہاری سہائتا کر سکتی ہے"۔

"اف تم نے مجھے پاگل کر کے رکھ دیا ہے پوجا...... کیا کہوں میں تم سے...... کیسے تم سے من کی بات کہوں"۔

"کہہ دو نہ ہری راج حرج ہی کیا ہے؟"۔

"تم نے مجھے کس نام سے پکارا ہے؟"۔

"بھول ہو گئی کیا مجھ سے... جھوٹ بولی ہوں کیا میں"۔

"کیا نام لیا تھا تم نے میرا؟"۔

"تلک چند...... غلط لیا تھا کیا" پوجا بولی۔

"یہ نام تمہارے ذہن میں کس طرح آیا؟"۔

"اس لئے کہ یہ تمہارا ہے"۔

"تمہیں کیسے معلوم؟"۔

"معلوم ہے بس اس بات کو جانے دو" پوجا نے کہا۔

"تمہیں...... تمہیں بتانا پڑے گا پوجا...... میرا یہ نام تمہیں کس نے بتایا ہے؟"۔

"میرے گیان نے...... آپ کیا سمجھتے ہیں تلک چند مہاراج مجھے اس سنسار کے بارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہت سی باتیں معلوم ہیں۔ ایسی باتیں جو آپ کی سمجھ میں کبھی نہ آئیں، بیٹھ جائیے......
نا چاہے تو مجھ سے باتیں کریں اور اگر ناگوار گزر رہا ہو تو واپس چلی جاؤں؟"۔

"پوجا بھگوان کے لئے مجھے پریشان نہ کرو...... مجھے اتنا پریشان مت کرو کہ میرا دماغ
جائے"۔

"نہ نہ نہ...... میرے من میں ایسی کوئی بات نہیں ہے...... بھگوان نہ کرے تمہیں کوئی
ف پہنچے میں تمہاری ہمدرد ہوں تمہاری دوست ہوں...... بشرطیکہ تم سمجھو"۔

"مم میرا مطلب ہے...... میرا مطلب ہے...... اف...... اف بھگوان...... بھگوان"
ب چند دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور پوجا اس کے قریب آ گئی۔

"اگر آ گیا دو تو تمہارا سر اپنی آغوش میں لے لوں...... بڑی شانتی ملے گی"۔

"نہیں پوجا مجھے تنگ نہ کرو" تلک چند پریشانی سے بولا۔

"میری بات مان کر دیکھو" پوجا نے کہا اور تلک چند کا سر اٹھا کر اپنی آغوش میں رکھ
...... تلک چند کو اس کی آغوش میں ایک عجیب سا احساس ہوا...... اسے کوئی شانتی نہیں ملی
ا، بلکہ اس کے اضطراب میں اضافہ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ اس آواز سے قریب ہے۔
ا پریم سے انکار ہے جو سمادھی میں رہنے والی روح سے اسے ہے۔ وہ کیا سوچ رہی ہو گی......
ر اس نے یہ بھی سوچا کہ وہ مجبور ہے...... کم از کم اس لڑکی سے وہ راز تو اگلوا لے جو اس کی
رگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آخر یہ لڑکی اس کا نام کیسے جان گئی...... اپنی زندگی میں پہلی بار
ے ایک ایسی لڑکی ملی تھی جو اس کی پچھلی زندگی سے واقف تھی...... ورنہ اب تک اس نے
ا ذہانت سے کسی کو اس بات کا شبہ نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ کون ہے، لیکن پوجا کے منہ سے
ا نام سن کر وہ ششدر رہ گیا تھا...... ہاں وہ اس بات کے لئے مجبور تھا کہ پوجا کی بات مانے،
ن اس کے من میں کیا ہے...... یہ وہی جانتا تھا، چنانچہ وہ اسی طرح لیٹا رہا، تب پوجا نے اس
ے پوچھا۔

"کیوں تلک راج شانتی مل رہی ہے نا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں بہت"۔

"میں نے کہا تھا ناپوجا کے پاس تمہارے لئے بہت کچھ ہے"۔

"مگر میں پریشان ہوں پوجا"۔

"کیوں؟"۔

"تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"۔

"مجھے تو تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے تلک چند"۔

"کیا مجھے بتاؤ تو سہی؟"۔

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"۔

"یہی کہ تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے تمہارے پتاجی کا نام بھی معلوم ہے تو"۔

"جب تمہیں میرا نام معلوم ہے تو یقیناً ان کا نام بھی معلوم ہوگا، مگر...... مگر...... مگر"۔

"ہاں مگر کیا؟"۔

"پوجا اس محل میں اس جگہ میرے اصل نام سے کوئی واقف نہیں ہے۔ اگر میرا یہ نام کسی کو معلوم ہو جائے تو یقین کرو میری جان کے لالے پڑ جائیں گے"۔

"یہ بات بھی مجھے معلوم ہے"۔

"تو پھر کیا تم اس نام کو چھپاؤ گی؟"۔

"ہاں...... مگر اس کے لئے کچھ شرطیں ہوں گی"۔

"شرطیں؟"۔

"ہاں! شرطیں" پوجا نے کہا اور معنی خیز انداز میں مسکرانے لگی۔

"کیا شرط ہے تمہاری" تلک چند مردہ سے لہجے میں بولا۔

"میں تم سے پریم کرتی ہوں ہری راج...... تمہیں مجھے ایک وچن دینا ہوگا"۔

"کیسا وچن؟"۔

"یہ شرط کہ جب تم راجہ بن جاؤ گے تو تمہاری رانی میں بنوں گی...... بھان متی کی بیٹی پوجا تمہاری دھرم پتنی ہوگی۔ بولو تلک چند اگر تمہیں یہ بات منظور ہے تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں تو پھر تم پوجا کو اپنا دوست مت سمجھنا...... کسی بھی سمے میری زبان کھل سکتی ہے"۔ پوجا نے کہا اور تلک چند دہشت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا...... کیسی کڑی شرط تھی یہ...... راجہ بننے کے بعد اسے پوجا سے شادی کرنا ہوگی۔ پوجا سے، حالانکہ وہ کسی طور پوجا کو اپنی زندگی میں داخل کرنے کا روادار نہیں تھا، لیکن اگر اس نے پوجا کو وچن دے دیا تو پھر اسے یہ وچن پورا کرنا ہی ہوگا۔ کیا کروں کیا نہ کروں۔ تلک چند اس کی آغوش میں سر رکھے سوچ رہا تھا اور پوجا اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ تب اس نے گھمبیر لہجے میں پوچھا۔

"کیا سوچنے لگے تلک چند!"۔

"تمہاری اسی بات کے بارے میں سوچ رہا ہوں پوجا...... نجانے آنے والے حالات کیسے ہوں، ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑے۔ ان حالات میں اگر میں تمہیں وچن دے دوں تو کیا یہ ٹھیک رہے گا"۔

"ہاں ٹھیک رہے گا"۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو"۔

"اس لئے کہ میرا گیان مجھے اس بات کی اطلاع دیتا ہے کہ تمہارے راجہ بننے میں کوئی چیز آڑے نہیں آئے گی اور اگر میں تمہارے ساتھ ہوں تلک چند تو پھر یوں سمجھو کہ تمہیں کوئی پریشانی ہی نہ ہوگی"۔

"آخر تم ایسی گیانی کیسے بن گئیں؟"۔

"دیکھنا چاہتے ہو میرے گیان کو؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مطلب یہ ہے کہ میرے گیان کے کرشمے دیکھنا چاہتے ہو تو چلو آؤ میرے ساتھ چلو......" پوجا نے کہا اور تلک چند حیران ہو کر اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ پوجا اس کا ہاتھ پکڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باغ کے آخری گوشے کی جانب چل پڑی تھی اور تلک چند متحیرانہ انداز میں اس کے ساتھ قدم بڑھا رہا تھا۔ نجانے وہ اپنے گیان کا کون سا کرشمہ دکھانا چاہتی تھی۔ نجا ہونے والا تھا...... بہر حال وہ اس کے ساتھ باغ کے آخری گوشے میں پہنچ گیا۔

پوجا نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیئے اور تلک چند کے چاروں دھواں پھیل گیا۔ پھر اس دھوئیں میں چند شکلیں نمودار ہونے لگیں...... سب کی سر پہچانی شکلیں تھیں۔ مادھو لال...... جے چند...... رانی شردھا اور نہ جانے کون کون شردھا کو دیکھ کر تلک چند کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔

"ماتا جی...... ماتا جی...... آواز کافی زوردار تھی...... پوجا نے دونوں ہاتھ نیچے اور ایک لمحے میں سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ پوجا کے ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ تھی۔

"سب کچھ...... سب کچھ تمہارے من کی ہر آشا پوری ہو جائے گی تلک چند مجھے وچن دے دو"۔

"تم...... تم آخر کون ہو...... کون ہو تم؟" تلک چند نے تھکے تھکے انداز میں پوجا اپنے مخصوص انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔

"پوجا ہوں اور کون ہوں؟"۔

"مگر پوجا یہ سب کچھ جو تم نے دکھایا یہ کیا تھا؟"۔

"میں نے کہا نا میرا گیان اور کیا ہو سکتا ہے؟"۔

"پوجا تم اتنی کم عمر ہونے کے باوجود اتنی بڑی گیانی ہو...... میں تو سوچ بھی سکتا تھا"۔

"خیر اب سوچ لینا...... پوجا گیانی ہے جو کچھ بھی ہے، مگر ایک بار تم سے کہہ چکی وہ بات جو اس کے من میں چھپی ہوئی ہے اور وہ بات جو تمہیں دیکھ کر اس کے من میں اٹھی تھی وہ اب تمہارے کانوں تک بھی پہنچ چکی ہے...... میں اب یہ بات چھپانا ضروری

جھتی راجکمار ہری راج کہ میں...... میں تم سے بے انتہا پریم کرتی ہوں...... بہت چاہتی ہوں میں تمہیں...... میں نے جب تمہیں دیکھا بھی نہ تھا اور میرے کانوں میں پہلی بار تمہاری بات پڑی تھی تو نہ جانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں یہ کہنے لگی تھیں کہ وہ تم ہی ہو جس کی مجھے تلاش ہے...... میں تم سے جھوٹ نہیں کہہ رہی۔ تلک چند...... تمہارے بارے میں معلومات کرتے ہوئے بھی میرے من میں تمہارے لئے بڑی جگہ تھی اور پھر جب میں نے تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کیا تو میرے من کو اسی طرح شانتی مل گئی جیسے سنسار میں میں نے سب کچھ پالیا ہے۔ ہری راج میں تمہارے ساتھ ہوں...... میری آنکھوں میں تم نے دیکھ لیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوا ہے کہ جیسے جو کچھ میں نے کیا ہے یا جو کچھ میں نے سوچا ہے جھوٹ نہیں تھا۔ تم خود ہی بتاؤ میں اب تمہیں کیسے چھوڑ سکتی ہوں...... ہری راج! بھگوان کی سوگند میرا گیان دھیان، میرا جیون، میرے پران سب تمہارے چرنوں پر واری ہیں...... میں تمہارے بنا جیتی نہ رہ سکوں گی...... مجھے وچن دے دو، وہ دیکھو مجھے وچن دے دو، ورنہ میں مر جاؤں گی اور میرا خون تمہاری گردن پر ہو گا" پوجا نے جذباتی انداز میں کہا۔

تلک چند اس کی باتوں سے بے پناہ پریشان ہو رہا تھا/ اس نے اپنے دل کی گہرائیوں کو ٹٹول کر دیکھا تو اس لڑکی کے لئے اسے اپنے دل میں کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ اس کا من تو اس سادھی میں الجھا ہوا تھا جس سے ابھرنے والی آوازیں اس کے وجود کے لئے سب سے بڑا سکون تھیں...... وہ تو اپنی اسی پریمیکا کو چاہتا تھا جو آج تک اس کے سامنے بھی نہ آئی تھی اور چھپی ہوئی تھی، لیکن وہ اسے ہر وقت اپنے دل کی دھڑکنوں میں محسوس کرتا تھا۔

لیکن یہ لڑکی...... یہ لڑکی پوجا کتنی خطرناک ہے۔ نجانے کہاں سے آمری یہ...... نجانے اسے میرے بارے میں کس نے بتا دیا...... نجانے اسے میرے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا کروں میں...... کیا کروں...... وہ پریشانی سے سوچتا رہا اور پوجا مسحور نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی...... پھر اس نے اس کے نزدیک آ کر کہا۔

"راجکمار کیا سوچ رہے ہو؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کچھ نہیں پوجا...... بس پریشان ہوں"۔

"آخر کیوں پریشان ہو راجکمار تلک چند؟" پوجا نے اسے اپنی مدھ بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس پوجا کوئی خاص بات نہیں ہے" تلک چند نے مضمحل لہجے میں کہا۔

"نہیں تلک چند کوئی بات تو ہے؟" پوجا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں پوجا کوئی خاص بات نہیں ہے...... میں نے تم سے کہا نا...... بس اس بارے میں سوچ رہا ہوں جو کچھ تم نے کہا ہے اور اسی وجہ سے ذہن پریشان ہے" تلک چند نے بھاری لہجے میں کہا۔

"تو کیوں پریشان ہو؟ پوجا تمہارا ہر اُپکار مانے گی...... ہر جگہ تمہاری سہایتا کرے گی...... اگر کوئی کھٹنا تمہارے اوپر آئے گی، ہری راج تو وشواش کرو...... پوجا اس قسم کی لڑکی ہے جو تمہارے اوپر نثار ہو جائے گی...... دوسری بات کیا میں ایسی بدصورت ہوں...... سندر نہیں ہوں...... کیا میں؟ کہ تم مجھے اپنی پتنی کی حیثیت سے سویکار نہیں کر سکتے"۔

"یہ بات نہیں ہے پوجا" ہری راج نے مصلحتاً کہا...... وہ اپنے دل پر جبر کر رہا تھا...... اگر اسے یہ خوف نہ ہوتا کہ اس کا راز کھل جائے گا تو وہ اس کے منہ پر تھپڑ مار دیتا اور کہہ دیتا کہ جتنی سندر وہ ہے اور جتنا وہ اپنے آپ کو سمجھتی ہے...... میں اسے جوتی پر بھی نہیں مارتا...... میرے من میں جو صورت بسی ہوئی ہے اس کے بعد اس من میں کسی اور کی گنجائش کہاں؟ وہ انسانی شکل میں نہ سہی، لیکن اس کے وجود کی ہر چاپ میری زندگی بن چکی ہے...... لیکن یہ ساری باتیں تلک چند پوجا سے نہ کہہ سکا...... وہ جانتا تھا کہ اگر کیدو راج کو معلوم ہو گیا کہ وہ جے چند کا بیٹا تلک چند ہے اور جے چند اس کا دشمن تھا تو کیدو راج اسے کبھی جیتا نہ چھوڑے گا بلکہ اپنے انتقام کی ایک ایک کڑی کو پورا کر لے گا...... وہ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہری راج جے چند کا بیٹا ہو سکتا ہے...... لیکن یہ کمبخت پوجا یہ نہ جانے کہاں سے آ گئی ہے...... اس بدبخت کو نہ جانے تلک چند کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا تھا...... حالانکہ اس حسین آواز

نے اسے پوری طرح ہوشیار کر دیا تھا...... اب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی سے جھوٹ بولا جائے...... اپنے رویئے میں مصلحت پیدا کی جائے...... وہ چھوٹی سی عمر میں ہی خوب چالاک ہو گیا تھا اور اب اسے کافی سمجھ آ گئی تھی، چنانچہ اس نے اپنا چولا بدل لیا...... اس کی آنکھوں میں شرارت آمیز مسکراہٹ ناچنے لگی، پھر وہ بولا۔

"پوجا دیوی ساری باتیں اپنی جگہ مگر ذرا یہ تو بتائیں آخر آپ مجھ پر یہ قبضہ جمانے کے لئے کیوں تیار ہو گئیں؟"۔

پوجا نے جو اس کے اس بدلے ہوئے رویئے کو دیکھا تو خوشی سے نہال ہو گئی...... اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سوچنے سمجھنے کے بعد بالآخر تلک چند اس کی جانب متوجہ ہو ہی گیا ہے...... چنانچہ وہ بڑے ناز سے بولی۔

"بس ہماری مرضی...... ہمارے من نے تمہیں پسند کیا اور ہم نے فیصلہ کر لیا کہ اب تمہیں یوں نہ چھوڑیں گے...... سچ تلک چند اب تمہارے بنا جینا بڑا ہی برا لگتا ہے"۔

"پوجا تم ضرور مجھے مرواؤ گی"۔

"کیوں؟" پوجا نے پوچھا۔

"بار بار مجھے تلک چند کہہ کر مخاطب کر رہی ہو"۔

"تو کیا ہوا...... تم ہو ہی تلک چند" پوجا شرارت سے بولی۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اگر کیدو راج کے کانوں میں اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ مجھے جیتا نہ چھوڑے گا" ہری راج نے کہا۔

"اوہو تو میں کون سا تمہیں کسی کے سامنے کہہ رہی ہوں"۔ پوجا نے کہا۔

"پوجا دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں...... اگر کسی نے سن لیا تو میرا کیا بنے گا؟"۔

تلک چند نے کسی قدر ناراضگی سے کہا اور پوجا مسکرانے لگی...... پھر شرارت آمیز انداز میں اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر تلک چند کے سامنے کر دیئے اور بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"چلو ٹھیک ہے معاف کر دو......اب میں تلک چند نہیں کہوں گی...... پھر میری بات کا جواب نہیں دیا تم نے؟"۔

"کس بات کا جواب؟"۔

"مجھے وچن دو کہ راجہ بننے کے بعد تم مجھے اپنی رانی بناؤ گے"۔

"عجیب بات ہے نہ تو ابھی میں راجہ بنا ہوں اور نہ ہی مہاراج...... کیدو راج ابھی بوڑھے ہوئے ہیں...... پھر یہ سارے وچن میں تمہیں کیسے دیدوں؟" اور تم میری بات تو سنو پوجا کہ اگر میں تمہیں وچن دے دوں اور کیدو راج جی کسی اور سے میرا ادواہ کرنے کے بارے میں سوچیں تو پھر میں کیا کروں گا"۔ تلک چند نے سوالیہ نگاہوں سے پوجا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پوجا کے چہرے پر غصے کے آثار پیدا ہو گئے۔

"کیا تم لڑکی ہو؟ ہری راج"۔

"لڑکی تو نہیں ہوں پر بہر صورت کیدو راج جی کا بیٹا تو ہوں...... تلک چند نے کہا"۔

"بیٹا" پوجا ہنس پڑی۔

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"۔

تم اچھی طرح جانتے ہو ہری راج کہ تم کیدو راج کے بیٹے نہیں ہو...... جس کے بیٹے ہو اسے ابھی ابھی دیکھ چکے ہو اور اگر مہاراج کیدو راج کو پتہ چل جائے کہ تم اس شخصیت کے بیٹے ہو جس سے اس کی زبردست دشمنی رہ چکی ہے تو وہ ایک لمحے کے لئے بھی تمہیں اس زمین پر نہ رہنے دے...... تم خود سوچ لو وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟"۔

"پوجا! اب تم خود دیکھ لو...... محبت بھی کرتی ہو اور دھمکیاں بھی دیتی ہو"۔

"بھگوان کی سوگند! اس بات میں کوئی دھمکی نہیں تھی...... اب میں تمہیں کوئی دھمکی بھی نہیں دے سکتی...... تمہارے پریم بھرے لہجے نے میرے من کو بڑی شانتی دی ہے...... بس من میں ایک خیال سا آتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھے ٹھکرا دو" پوجا نے کہا۔

"نہیں پوجا ایسا نہیں ہو گا؟"۔

"وچن دیتے ہو ہری راج"۔

"پھر وہی وچن والی بات"۔

"تو آخر اس میں حرج ہی کیا ہے" پوجا نے کہا۔

"بس ابھی میں تمہیں وچن نہیں دوں گا...... پہلے تم میرے من کی گہرائیوں میں بیٹھ اس کے بعد ساری باتیں ہوں گی"۔

"میں ابھی تک تمہارے من کی گہرائیوں کو نہیں چھو سکی؟"۔

"ایسی بات بھی نہیں ہے...... تم بے پناہ سندر ہو...... پر تم نے ایک کام خراب دیا ہے"۔

"وہ کیا......؟" پوجا نے پوچھا۔

"مجھے ڈرا دیا ہے"۔

"ڈرا دیا ہے؟" پوجا نے حیرت اور تعجب سے پوچھا۔

"ہاں......ہاں میں تم سے بہت ڈرنے لگا ہوں"۔

"وہ کیوں؟" پوجا کے لہجے میں حیرت برقرار تھی۔

"بھئی دیکھو نا! تم جیسی خطرناک لڑکی کسی بھی سے میری کوئی کل مروڑ سکتی ہے...... میں تمہارے سامنے بھیگی بلی بن جاؤں گا" نہیں پوجا دیوی ایسے نہیں بن سکتی بات، پتی ں گا تو پھر پتی ہی بن کے رہوں گا...... ڈر خوف میرے نزدیک نہیں آنا چاہئے" تلک چند نے کہا اور پوجا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اوہ یہ بات تھی...... تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا ہری راج...... اچھا پتی دیو مہاراج، تی بنئے...... مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے، لیکن یہ سوچ لیں کہ اگر کبھی دھوکا دیا آپ نے تو چھا نہ ہو گا"۔

"اب تمہیں کیا دھوکا دوں گا...... تم نے تو میری گردن پر انگوٹھا ہی رکھ دیا ہے"۔

"بھگوان نہ کرے ایسا ہو...... میں تو تمہارے چرنوں کو دھو دھو کر پیوں گی...... میں تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہاری ایسی سیوا کروں گی کہ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو گی...... میں بھلا تم پر کوئی زور کیسے ڈال سکتی ہوں؟ مجھ جیسی پتی ورتا تمہیں اور کہیں نہ ملے گی ہری راج" پوجا نے نیم وا نگاہوں سے ہری راج کو دیکھا اور ہری راج بھی مسکرانے لگا۔

"بس مجھے یہی ایک خیال تھا پوجا کہ وواہ کے بعد کہیں تم مجھے الونہ سمجھ لو"۔

"ارے نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے...... میں تم پر وشواش کرتی ہوں اور تم بھی مجھ پر وشواش کرنا" پوجا نے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر ہری راج کے نزدیک پہنچ گئی......اس نے اپنا سر ہری راج کے سینے پر لگا دیا...... تلک چند کو اس کے اس لمس سے گھبراہٹ ہو رہی تھی...... اس نے آنکھیں بند کر لیں اور مجبوراً اپنے دونوں ہاتھ پوجا کے بدن کے گرد پھیلا دیئے، لیکن اس کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مجھے معاف کر دینا میری محسن، میری دوست، تمہاری رُوح کو یقیناً اس منظر سے دُکھ ہو رہا ہو گا، لیکن دیکھو نا میں بھی تو مجبور ہوں...... آخر میں کیا کروں؟ میں تم سے بے وفائی نہیں کرنا چاہتا، لیکن دوست مجھے معاف کر دینا...... میں مجبور ہوں...... میں مجبور ہوں"۔

کافی دیر تک پوجا اس کے سینے سے لگی رہی اور اس کے بعد اس نے شرارت سے آنکھیں کھول دیں۔

"چلو اب واپس چلتے ہیں...... ورنہ بہت دیر ہو جائے گی"۔

"چلو پوجا...... تلک چند نے کہا اور پھر انہوں نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔

......☆......

نندراج نے جس باغیانہ انداز میں گفتگو کی تھی اس کے بعد اسے خدشہ تھا کہ راجہ یدراج اس کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا...... سنجوگتا کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا اس نے نندراج کے دل میں انسانی ہمدردیاں جگا دی تھیں...... اس حسین لڑکی کی تصویر اس کی آنکھوں سے مٹائے نہ مٹ رہی تھی...... اس کا دل چاہتا تھا کہ اس کے سامنے پہنچ جائے لیکن کس منہ سے اس کے پاس جاتا...... اس کا بھائی نندراج کی وجہ سے مارا گیا تھا...... نندراج کیا کہتا اس سے

بلن بے کلی تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

وہ دن رات پریشان رہنے لگا...... راجہ یدراج نے ابھی تک اس سے اس سلسلے میں زید کوئی بات نہیں کی تھی...... وہ اس دن دربار میں جو کچھ کہہ آیا تھا وہ بڑی ہی خراب بات ی، لیکن نندراج اپنے خیال پر اٹل تھا...... اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر سنجوگتا کے خلاف ئی حرکت کی گئی تو وہ اور کچھ تو نہیں کرے گا بس آتم ہتھیا کر لے گا...... یہ اس کا آخری ملہ تھا اور شاید اسی آخری فیصلے نے یدراج کو بھی کسی حرکت سے باز رکھا تھا۔

نندراج دریا پار کے اچھوتوں کی طرف سے غافل نہیں تھا......اس نے اپنے چند خاص می اس بات پر لگا دیئے تھے کہ وہ اچھوتوں کے بارے میں جا کر معلومات حاصل کر کے یں کہ ان کے ساتھ کوئی ایسی بات تو نہیں ہوئی جس سے انہیں تکلیف پہنچی ہو......اس ے آدمیوں نے آکر اسے یہی اطلاع دی تھی کہ اچھوت اطمینان سے ہیں"۔

نندراج کا ایک خاص دوست پرکاش جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہی رہتا تھا آج کل نندراج لہری نگاہ رکھے ہوئے تھا...... اس دن بھی پرکاش نندراج کے ساتھ تھا، جس دن صبح کو وہ دناک واقعہ پیش آیا۔

نندراج کو یوں پریشان دیکھتے دیکھتے کئی دن گزر گئے......اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی وہ نندراج سے یہ پوچھ سکتا کہ آخر وُہ پریشان کیوں ہے؟ لیکن پھر اس نے ہمت کی اور راج کے پاس پہنچ گیا...... نندراج پرکاش کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"کوئی نئی خبر لائے ہو گے پرکاش"۔

"نہیں راجکمار......ایسی کوئی بات نہیں ہے"...... پرکاش نے جواب دیا۔

"پھر کیا بات ہے پرکاش!" راجکمار نے بدستور نرم لہجے میں پوچھا۔

"راجکمار مہاراج میں آج آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں؟"۔

پرکاش نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"کہو پرکاش کیا پوچھنا چاہتے ہو اور ہاں یہ تم خوفزدہ کیوں ہو؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں مہاراج خوفزدہ تو نہیں ہوں، مگر پرکاش آج اس بات کا اندازہ لگانا چاہتا ہے کہ پرکاش آپ کا داس ہے یا دوست"۔

"میں نے تمہیں اپنا داس تو کبھی نہیں سمجھا پرکاش" راجکمار نے کہا۔

"پرکاش کو فخر ہے لیکن مہاراج وہ اپنے من میں ہی بھاؤ تار رکھتا ہے کہ وہ آپ کا داس ہے اور بڑا مان ہے اسے اس بات پر کہ راجکمار اسے اپنے دوستوں میں جگہ دیتے ہیں"۔

"تم ہمارے سب سے خاص دوست ہو پرکاش"۔

"خاص دوستوں کا بھی کچھ حق ہوتا ہے راجکمار؟"۔

"کیوں نہیں...... ہم نے اس سے کب انکار کیا...... بتاؤ کون سا حق مانگتے ہو تم...... نندراج نے کہا"۔

"دوستی کا حق"۔

"ہم تمہیں یہ حق دینے کو تیار ہیں"۔

"تو پھر آج میں راجکمار کے من میں اترنا چاہتا ہوں"۔

"من میں" تم تو ہمارے من میں اترے ہوئے ہو پرکاش، کون سی ایسی بات ہے جو آج تک ہم نے تم سے چھپائی ہے۔

"یہی تو تعجب ہے مجھے راجکمار کہ آپ نے آج تک مجھ سے کوئی بات نہیں چھپائی ہے...... پھر اب یہ بات کیوں چھپا رہے ہو؟"۔

"آخر کون سی بات؟"۔

"آپ آج کل پریشان ہیں؟"۔

"تمہیں اس پریشانی کی وجہ تو معلوم ہے پرکاش؟"۔

"کسی حد تک" پرکاش نے جواب دیا۔

"اچھا بتاؤ کس حد تک معلوم ہے"۔

"یہ بات میرے علم میں ہے راجکمار کہ اس دن جب ایک اچھوت کا بچہ آپ کے

ی آگیا تھا اور آپ کے آدمیوں نے اسے مار ڈالا تھا تو آپ سنجوگتا سے ملے تھے...... وہ
وی جتنی بھری ہوئی تھی اور جو کچھ اس نے آپ سے کہا تھا اسے سن کر میرا دل
زاب ہو گیا تھا مگر چونکہ اس کا من دکھا ہوا تھا اس لئے آپ نے اس کے کہنے سننے کا برا
انا تھا، کیونکہ اس کا من دکھتا تھا اس لئے وہ بک رہی تھی، مگر پھر آپ نے اسے شادے
میں نے کچھ نہیں کہا...... پھر مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بھرے دربار میں اچھوتوں
لئے آپ نے بہت بڑی بڑی باتیں کہی تھیں...... یہ ایسی باتیں تھیں کہ اگر کوئی دوسرا کہتا
باغی قرار دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا، مگر آپ راجکمار ہیں...... یدراج کے
ہیں، سوراجہ یدراج نے اس سلسلے میں یقینی طور پر اپنے مشیروں سے مشورہ کیا ہو گا اور
ان کے کہنے پر انہوں نے کیا قدم اٹھایا یہ تو ہمیں نہیں معلوم...... لیکن راجہ جی کی
سے ابھی تک خاموشی ہے...... پر آپ نے ایک اور بڑی بات کہی تھی...... اس بات کا
ن ہے؟"۔

"کون سی بات" نندراج نے پوچھا۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ راجہ بنیں گے تو اچھوتوں پر سے ساری پابندیاں ختم
ئے"۔

"ہاں میں نے کہا تھا" اور پرکاش یقین کرو اگر کبھی مجھے راجہ بننے کا موقع ملا تو اس موقع
رہ اٹھاؤں گا اور واقعی اچھوتوں کو بھی انسانوں کی حیثیت دوں گا...... میں انہیں موقع
گا کہ وہ پنڈتوں، برہمنوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں...... ان کے ساتھ جئیں، ان
اتھ مریں، ان کے راہ و رسم میں شریک ہوں...... ان کی بیٹیوں سے شادیاں کریں اور
یاں ان کو دیں...... انسانوں کی یہ تفریق مجھے پسند نہیں ہے...... انسان صرف اور صرف
ان ہے، کیونکہ سب انسان ایک طرح پیدا ہوئے ہیں اور ایک طرح ہی مرتے ہیں......
برہمن ہوں یا شودر...... پھر تفریق کے یہ پہاڑ لوگوں نے کیوں کھڑے کر لئے
بھگوان کی تو یہ اچھا نہیں تھی...... بھگوان نے تو سارے انسانوں کو ایک ہی طرح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیدا کیا ہے اور سارے انسان جو برہمن ہیں یا شودر بھگوان کی ہی پرارتھنا کرتے ہیں، تب پھر شودروں کے ساتھ یہ سلوک کیا معنی رکھتا ہے۔

"مگر مہاراج ایسا ہونا بہت مشکل ہے"۔

"آخر کیوں مشکل ہے...... ایسی کون سی قیامت آجائے گی"۔

"جنم جنم سے ایسا ہی ہوتا آرہا ہے"۔

"جو باتیں جنم جنم سے غلط کی جارہی ہیں ان کا جاری رہنا کیا ضروری ہے"۔

راجکمار نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"میں...... میں آپ کی بات کی نفی نہیں کر رہا مہاراج...... بس ایک بات ہے پرکھوں کے بنائے ہوئے اصول کوئی نہ کوئی حیثیت تو رکھتے ہیں راجکمار جی"۔

"ہاں پرکھوں نے کچھ اصول بنائے اور ان کے بعد آنے والی نسلیں ان کی تقلید کرتی رہیں...... اگر کبھی سچے من سے سوچا ہوتا کہ بھگوان نے ذاتیں الگ الگ بنائی ہیں تو انسانوں میں فرق کیوں نہیں کیا...... لیکن اندھی تقلید کرنے والوں نے کبھی یہ نہیں سوچا......

"دیکھو نا بھگوان نے جانور بنائے...... کسی کو شیر...... کسی کو ہاتھی...... کسی کو کتا...... کسی کو بلی اور کسی کو چیتا...... پرندے بنائے...... آبی کیڑے اور جانور بنائے اور سب کی شکلیں الگ الگ بنائیں تاکہ ان میں تفریق محسوس کی جاسکے، یہ سمجھا جاسکے یہ کہا جاسکے کہ یہ شیر ہے...... یہ بکری ہے...... لیکن اس نے سارے انسانوں کو ایک جیسا بنایا ہے...... دو ہاتھ...... دو پاؤں...... دو آنکھیں...... ایک دماغ...... سوچنے کی ساری قوتیں سب کی یکساں ہیں...... اگر بھگوان نے انسانوں میں تفریق نہیں کی تو پھر یہ انسان کیوں انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں...... آخر یہ اونچ ذات اور نیچ ذات کیوں ہے...... میں نہیں مانتا پرکاش، میں نہیں مانتا، جس نے یہ اصول بنایا ہے غلط بنایا ہے اور اگر وہ خود اپنے اصول پر غور کر لیتا تو شاید خود ہی اسے شرمندہ ہو کر توڑ دیتا" نندا راج نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے لیکن برہمن کبھی اصول کو ٹوٹنے نہیں دیں گے راج کمار"۔

"میں اس اصول کو توڑنے کے لئے قتل عام کراؤں گا...... اتنی خونریزی کراؤں گا ں کہ زمین خون سے سرخ ہو جائے گی، جو میرے بنائے ہوئے اصول کو نہیں مانے گا میں جیتا رہنے کی اجازت نہیں دوں گا اور پھر سارے بھارت ورش میں یہ تحریک چل پڑے تمام علاقوں کے راجاؤں، مہاراجاؤں کو یہ بات ماننا پڑے گی کہ شودر، شودر نہیں ہے برہمن برہمن نہیں ہے...... جتنے ہیں سب کے سب انسان ہیں...... بھگوان کے بنائے ہیں...... ایک برابر اچھوت اچھوت نہیں رہے گا اور برہمن برہمن نہیں رہے گا، بلکہ انسان ہوں گے، صرف اور صرف انسان"۔

"آپ کا مان بہت بڑا ہے مہاراج...... ایک دوست ہونے کی حیثیت سے میں یہی کہوں بھگوان آپ کی یہ آشا پوری کرے، لیکن یدراج مہاراج کے دور میں ایسی بات مشکل آتی ہے"۔

"ٹھیک ہے...... میں انتظار کروں گا اور جب میرا وقت آئے گا تو میں اس پر عمل بھی ں گا...... لیکن مہاراج یدراج نے اگر عقل سے کام نہ لیا تو یہ وقت بہت پہلے آسکتا ہے"۔

"وہ کیسے...... پرکاش نے پوچھا"۔

"نہیں پرکاش ابھی نہیں...... اس سلسلے میں کچھ بولنا وقت سے پہلے کی بات ہے...... جو کچھ میں بولوں گا وہ ایسی بات بھی نہیں ہوگی جس پر میرا دل سکون پاسکے" راج کمار اج نے کہا اور پرکاش خاموش ہو گیا"۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اس خاموشی کو پرکاش نے توڑا۔

"پر مہاراج یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی پر آپ نے اپنے من کو یہ روگ کیوں لگالیا...... نہ ہنستے ہیں نہ بولتے ہیں، نہ کسی کھیل تماشے میں حصہ لیتے ہیں...... ہم تو پریشان رہ گئے ہیں"۔

"پرکاش بھگوان کی سوگند یقین کرو اس سنسار میں میں اپنا سب سے قریبی دوست کو سمجھتا ہوں...... میں جو کچھ ہوتا ہے وہ میں کسی کمی بیشی کے بغیر تم سے کہہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیتا ہوں...... خود میرے دل میں بھی یہ آشا تھی کہ میں اس سلسلے میں بھی تمہیں اپنا راز
بنالوں" راجکمار نند راج بولا...... اور پرکاش اسے دیکھنے لگا۔

"کس سلسلے میں مہاراج؟" اس نے پوچھا۔

"وہی تو بتانے جا رہا ہوں"۔

"تو بتایئے نا جلدی سے"۔

"پرکاش تم نے اس لڑکی کو دیکھا ہے؟"۔

"سنجوگتا کو؟"۔

"ہاں اسی کی بات کر رہا ہوں"۔

"دیکھا تھا"۔

"کیسی تھی؟"۔

"بھگوان کی سوگند بہت ہی سندر...... بہت ہی سندر اور جب آپ نے یہ بات یاد دلا
ہے تو اسے دیکھ کر آپ کی کہی ہوئی باتوں پر یقین آتا ہے...... جب بھگوان سندرتا
معاملے میں کسی برہمن اور اچھوت کی تفریق نہیں کرتے تو انسانوں کو کیا حق پہنچتا ہے ا
سندر ناری، میرا خیال ہے کسی برہمن کے گھر میں بھی نہیں ہوگی...... اس کی سندرتا تو
مثال ہے...... میں بہت کچھ سوچ رہا ہوں...... اس کے بارے میں" پرکاش نے کہا۔

"ہمارے من میں بھی یہی احساس ہے پرکاش...... بڑی سندر تھی غصے میں تھی تو
لگ رہا تھا جیسے اس کے مکھڑے پر آگ سلگ رہی ہو، ایسا سندر رنگ منش کے چہرے پر
نے کبھی نہیں دیکھا"۔

"سچ کہا راجکمار نے" مگر اس کا مطلب کیا ہے؟ پرکاش نے پوچھا۔

"مطلب یہ ہے پرکاش کہ اس کی موہنی صورت ہمارے من میں آ بیٹھی ہے" نند
نے کہا اور پرکاش ایک لمحے کے لئے بھونچکا رہ گیا"۔

"کک کیا...... کیا...... کیا آپ نے...... کیا آپ نے من کا روگ لگا لیا ہے مہاراج؟"

"نہیں پرکاش تم اسے من کا روگ مت کہو...... اس روگ کی ابتداء اس ہمدردی سے
ہوئی جو اس کے رونے سے ہمارے من میں پیدا ہوئی تھی اور جب اس نے ہمیں برا بھلا کہا تو
ہمیں کوئی غصہ نہ آیا، بلکہ ہم اس کے بارے میں سوچتے رہے کہ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی
ہے...... کسی سے اس کا اپنا بچھڑ جائے یا کسی سے اس کا بھائی چھین لیں تو اسے غصہ آنا ہی چاہئے
اور پھر جب وہ چلی گئی تو ہم اسے یاد ہی کرتے رہ گئے...... ہمارے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی
ہیں اور اب تو یوں لگتا ہے جیسے وہ ہماری رگوں کا ہماری شریانوں کا روگ بن گئی ہو"۔

"یہی تو پریم روگ ہے راج کمار نند راج جی"۔

"اگر یہ پریم روگ ہے تو ہمیں اس کی کوئی چنتا نہیں ہے بلکہ پرکاش بھگوان کی سوگند
اگر ہمارے جیون نے اس کا موقع دیا تو ہم اچھوتوں کو اس کا حق دینے کے لئے ان کی ایک لڑکی
کو اپنی بلکہ بھی بنالیں گے...... نند راج نے کہا اور پرکاش کے جسم میں تھرتھری سی پھیل گئی۔

"اس پر جو طوفان اٹھے گا اس کے بارے میں آپ نے سوچ لیا ہے راج کمار جی"۔

"ہاں...... ہر مقصد کے لئے طوفان کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے پرکاش...... پہاڑوں کو چیرنا
پڑتا ہے...... دریاؤں پر بند باندھنے پڑتے ہیں...... تب کہیں جا کر مقصد حاصل ہوتا ہے"۔

"آپ اتنے مضبوط ہیں" پرکاش نے پوچھا۔

"ہاں میں اتنا مضبوط ہوں...... میرے اندر اس سلسلے میں کوئی لچک نہیں ہے اور اگر کسی
نے اس سلسلے میں میرے آڑے آنے کی کوشش کی تو میں اس سے ٹکرا جاؤں گا اور ظاہر ہے
اس کی کوشش میں یا تو فاتح بن جاؤں گا یا پھر ٹوٹ جاؤں گا اور اگر شکست کھا گیا پرکاش تو پھر
اپنے اس جیون پر تھوک دوں گا، آتم ہتھیا کر لوں گا میں...... مرنا پسند کروں گا لیکن ٹوٹ کر
بکھرنا پسند نہیں کروں گا"۔ نند راج نے کہا اور پرکاش اس کی اس بات میں پتھروں کی سی سختی
محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا...... اب وہ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا...... اس کا دوست راجکمار اگر اپنے اس
معاملے میں اتنا مضبوط تھا تو پرکاش کا فرض تھا کہ اس کے لئے اس کے مقصد کے لئے جان
دے دے، چنانچہ وہ پر خیال انداز میں گردن ہلاتا رہا...... پھر نند راج سے کہنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ایک اور بات بتائیں راجکمار"۔

"ہاں ہاں پوچھو"۔

"آپ اس سے پریم کرنے لگے ہیں...... پر اس کے من میں آپ کے لئے دوسر خیال ہو گا"۔

"دوسرے خیال سے تمہاری کیا مراد ہے؟"۔

"بھگوان کے لئے برا نہ مانیں...... اچھے من سے یہ بات کہہ رہا ہوں وہ تو آپ کوا دشمن سمجھتی ہو گی"۔

"دشمن...... راجکمار نندراج نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا"۔

"ہاں" کیونکہ آپ کے آدمیوں نے اس کے بھائی کو قتل کیا ہے۔

"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو؟" اب کیا کیا جائے۔

"اس سے مل لیں"۔

"یہ کیسے؟"۔

"آپ کا من چاہتا ہے اس سے ملنے کو"۔

"بڑا من چاہتا ہے پرکاش، بڑا ہی من چاہتا ہے...... پر کیسے مل سکتا ہوں میں اس سے"۔

"لیجئے پریم بھی کر رہے ہیں اور ڈر بھی رہے ہیں...... ایک طرف تو اتنا بڑا مان او دوسری طرف پرکاش سے پوچھ رہے ہیں کہ اچھوتوں کی ایک لڑکی سے ملا کیسے جاسک ہے...... میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ اس سے مل چکے ہوں گے...... خیر اگر نہیں ملے تو ملنا کون سی بڑی بات ہے...... راجکمار جی...... بھگوان کی سوگند پرکاش آپ کے لئے زمین آسمان ایک کر سکتا ہے...... اٹھالاؤں اسے"۔

"نہیں نہیں...... پرکاش اسے اس طرح لا کر اس کا اپمان کرو گے...... نندراج نے کہا۔

"تو پھر آپ اس کے پاس چلئے"۔

"میرا دل بھی یہی چاہتا ہے...... مگر کیسے چلوں؟"۔

"پھر وہی بات کیسے چلوں...... دریا پار کر کے چلیں" پرکاش نے کہا۔

ر "اور اگر دیکھ لیا گیا تو کیا وقت سے پہلے بھونچال نہیں آجائے گا"۔

"دیکھ کیسے لیا جائے گا...... ہم کوری گھاٹ سے دریا پار کریں گے اور پیچھے سے گھوم کر توں کی بستی میں داخل ہو جائیں گے...... اس کے بعد گوپی ناتھ کے بارے میں پوچھنا مشکل کام نہ ہو گا"۔

"لیکن پرکاش کیا ضروری ہے کہ گوپی ناتھ ہمارا سواگت کرے"۔

"نہیں راجکمار وہ ہمارا سواگت ضرور کرے گا"۔

"یہ بات تم یقین سے کہہ رہے ہو پرکاش...... تم یہ کیوں نہیں سوچ رہے کہ اسے جب علوم ہو گا کہ راجکمار نندراج اس بستی میں آیا ہے...... وہ نندراج جس کی وجہ سے اس کے سوم بیٹے کو قتل کر دیا گیا ہے تو وہ نفرت سے ہمیں دھتکار دے گا"۔

"مجال ہے اس کی" پرکاش غرا کر بولا۔

"پھر وہی بات کرو گے...... مجال کی کیا بات ہے...... ہم نے اسے دُکھ پہنچایا ہے اس لئے ے ہم سے نفرت کرنے کا حق ہے"۔

"یہ بات تو ٹھیک ہے راجکمار، پھر یوں کرتا ہوں مہاراج کہ پہلے گوندو کو وہاں ا دوں"۔

"گوندو کون" راجکمار نے پوچھا۔

"اچھوت ہی ہے...... ہمارے گھوڑوں کی مالش کرتا ہے"۔

"کیسا آدمی ہے وہ؟"۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں...... بڑا وفادار آدمی ہے...... میں اسے تھوڑی سی باتیں بتاؤں ...... وہ گوپی ناتھ کے پاس جائے گا اس سے کہے گا کہ نندراج اس کے گھر آکر اس سے ملنا ہتا ہے...... گوندو کو میں یہ کہہ دوں گا کہ گوپی ناتھ کو سمجھا دے کہ وہ یہ بات کسی سے نہ ...... بس خاموشی سے انتظار کرے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں پرکاش پھر ایسا نہ کرو...... نندراج پر خیال انداز میں بولا اور پرکاش اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا" گوندو کو وہاں بھیجو اور معلوم کرو کہ اچھوتوں میں نندراج کے بارے میں کیا خیالات پائے جاتے ہیں...... اسے کہو یہ معلوم کر کے واپس آئے اور وہاں کی صورت حال بتائے"۔

"جو آگیا مہاراج کی، مگر ایسا کیوں نہ کریں کہ ہم بھی وہاں چلیں اگر یہ بات آپ نہیں مانتے کہ پہلے سے گوپی ناتھ کو اطلاع دی جائے تو خاموشی سے چلنا مناسب ہے...... اچھوتوں کے ہمارے بارے میں کیسے ہی خیالات کیوں نہ ہوں لیکن وہ ہمارے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے...... بھلا ان کی یہ مجال کیسے ہو سکتی ہے"۔

"مجھے اس بات کی چنتا نہیں ہے پرکاش کہ وہ ہمارے خلاف کچھ کریں گے...... بس یوں نہ ہو کہ وہ ہم سے ملنا نہ چاہیں"۔

"نہیں مہاراج ایسی بات نہیں ہو گی...... میرے خیال میں آپ چلئے" پرکاش نے کہا"۔

"تو پھر آج ہی رات چلو"۔

......☆......

دونوں ماں بیٹیاں ایک کشادہ اور وسیع کمرے میں برابر برابر لیٹی آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں...... رات کافی گہری ہو گئی تھی اور دیر تک وہ کیدوراج کے ساتھ بیٹھیں ان ہنگاموں کا لطف لیتی رہیں...... جو کیدوراج نے ان کے لئے برپا کرائے تھے، اتنی رات گئے انہیں واپس آنے کا موقع ملا تھا، چنانچہ اندر داخل ہو کر پہلے بھان متی نے اندر سے کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر پوجا کو لے کر مسہری پر آگئی اور دونوں ماں بیٹیاں آرام کرنے لیٹ گئیں۔

"میرے من میں تیرا خیال تھا پوجا...... یہ بتا کیا کیا تو نے؟"۔

"ماتا جی بڑا ہی کٹھور ہے...... اتنا کٹھور کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں"۔

پوجا نے سرد آہ بھر کے کہا۔

"مانا کہ نہیں مانا؟"۔

"مانے گا پر آہستہ آہستہ"۔

"کیا مطلب؟" کیا کوئی بات نہیں بنی...... "بھان متی نے اس سے پوچھا"۔

"بات کسی حد تک بنی ہے ماتا جی" یوں لگتا ہے جیسے کہ اس کے من میں کوئی اور ہو"۔

"یہ کیسے اندازہ ہوا تجھے؟"۔

"بس ماتا جی خیال ہے میرا...... اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ کھل کر مجھ سے پریم کا اظہار کر دیتا...... پرنت یوں لگتا ہے جیسے وہ کسی سوچ میں ڈوب جاتا ہو"۔

"کیا کیا باتیں ہوئیں مجھے بتا"۔

"بس میں کیا بتاؤں ماتا جی" گرودیو نے جس طرح اور جیسے جیسے سمجھایا تھا میں نے وہی کیا...... میں اسے ایک جگہ لے گئی اور میں نے اس سے وہ ساری باتیں کیں جو مجھے گرودیو نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بتائی تھیں...... یہ ساری باتیں سچ ہی ہیں...... ماتا جی، اس کا نام تلک چند ہے اور وہ راجہ ہے چند کا بیٹا ہے...... نجانے کیسے ماماجی کے پاس پہنچ گیا ہے...... جب میں نے اسے یہ بات بتائی تو وہ بہت پریشان ہوا اور پھر میں نے گرودیو کی آشیر باد کے ساتھ جب دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے تو فضا میں دھواں پھیل گیا اور ماتا جی اس دھوئیں میں مجھے عجیب عجیب شکلیں نظر آئیں جنہیں میں خود نہیں پہچانتی تھی...... لیکن انہیں تلک چند نے پہچان لیا...... پھر دھواں غائب ہو گیا اور میں نے اس کی شکل دیکھی، چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا بیچارے کا...... پر ماتا جی ایک بات میرے من میں ہے"۔

"کیا پوجا؟"۔

"ہری راج اتنا برا نہیں ہے اس کے خلاف کچھ کرتے ہوئے بڑا دکھ ہوتا ہے ماتا جی"۔

"پگلی ہے تو تو پوجا" گرودیو ہماری تقدیر بدلنے پر تلے ہوئے ہیں اور تو ایسی باتیں کر رہی ہے"۔

"نہیں ماتا جی...... میں کوئی ایسی ویسی باتیں نہیں کر رہی...... میں خود گرودیو کے چرنوں میں بیٹھ کر جو وعدے کر کے آئی ہوں انہیں پورا کرنے کے لئے تیار ہوں...... پر من کی بات آپ کو بتا رہی ہوں کہ ہری راج یا تلک چند اتنا برا آدمی نہیں ہے...... اسے دیکھ کر من میں پریم پیدا ہوتا ہے...... میرے من میں اس کے لئے بڑی جگہ پیدا ہو گئی ہے۔

"اری کہیں اس کے پریم میں پھنس کر گرودیو کی بات نہ بھول جانا" بھان متی نے کہا۔

"نہیں ماتا جی" کیسی بات کر رہی ہیں آپ اور پھر آپ وشواش رکھیں وہ میرے چنگل سے نکل کر کہاں جائے گا...... آخر آپ نے مجھے تربیت دی ہے" پوجا نے ہنس کر کہا۔

"چل چل بیکار باتیں مت کر، کام کی باتیں کر"۔

"تو ماتا جی آپ بتائیں"۔

"میں کیا بتاؤں، تو ہی بتانا کہ آخر بات کیا ہوئی...... کیا اس نے تجھے وچن دے دیا"۔

"نہیں ماتا جی...... وچن تو نہیں دیا"۔

"کیوں؟" بھان متی پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی"۔

"ارے ماتا جی لیٹی رہیئے...... لیٹی رہیئے...... آپ اٹھ کیوں رہی ہیں...... بس اس نے ہ ے پریم کی تھوڑی سی باتیں کیں اور کہا کہ وہ آہستہ آہستہ اپنے من کو اس کے لئے تیار رے گا کہ مجھے رانی بنائے، اس کے علاوہ ماتا جی اس نے یہ بھی کہا کہ وہ کیدوراج کا جیون چاہتا ہے، اسے راجہ بننے کی آرزو بھی نہیں ہے"۔

"ہوں آرزو نہیں ہے مگر ایک بات شاید تجھے نہیں معلوم پوجا" بھان متی نے کہا۔

"کیا ماتا جی"۔

"گرودیو کا یہ ہی کہنا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے کیدوراج کو مر جانا چاہئے اور ہری راج کو راجا بن جانا چاہیے... جتنا سمے گزرے گا اتنی ہی پریشانیاں بڑھتی چلی جائیں گی"۔

"مگر ماتا جی" یہ بات انہوں نے میرے سامنے تو نہیں کہی تھی...... پوجا نے پوچھا۔

"ساری باتیں تو تیرے سامنے نہیں کہی تھیں انہوں نے اور میں نے تجھے جو یہ بات بتائی ہے پوجا اسے تو اپنے تک ہی رکھنا، اگر تیرے لبوں سے یہ بات نکل گئی تو پھر تو یہ سمجھ لے کہ ہماری گردنیں محل کے صدر دروازے پر لٹکی ہوں گی"۔

"نہیں ماتا جی بھلا میں کوئی بات کسی کو کیوں بتاؤں گی"۔

"اپنے پریمی کو بھی نہیں" بھان متی نے کہا۔

"نہیں ماتا جی" اسے بھی نہیں بتاؤں گی، مجھے کوئی مرنا تھوڑی ہے" پوجا نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور اس کے بعد دیر تک خاموشی چھائی رہی، پھر پوجا ہی بولی"۔

"مگر ماتا جی ایک بات تو بتاؤ؟"۔

"پوچھ...... بھان متی جماہی لیتی ہوئی بولی"۔

"کیا کیدوراج ماماجی آپ کے سگے بھائی نہیں ہیں؟"۔

"سگے تو نہیں ہیں لیکن بھائی تو ہے"۔

"تو پھر ماتا جی تم اس کی موت کیوں چاہتی ہو...... کیا تمہیں اس کے مرنے کا دکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں ہو گا؟"۔

"پوجا تو بڑی بے وقوف ہے...... سنسار میں وہی کامیاب و کامران ہے جو صرف اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے...... دوسروں کی ذات سے محبت کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے...... اپنا فائدہ نہ سوچو تو کوئی کسی کا فائدہ نہیں سوچے گا...... تجھے رانی بننے کا موقع مل رہا ہے اور وہ بھی ایک ایسی راجدھانی کی جس کا بہت بڑا نام ہے...... اگر میں چاہوں تو کسی بھی طرح تجھے رانی نہیں بنا سکتی...... میرے من کی یہ آشا ہے کہ تو اپنا سارا جیون سکھی رہ کر گزارے اور اسی آشا کی پرارتھنا میں نے گرودیو سے کی تھی...... تب انہوں نے مجھے یہ ترکیب بتائی تھی تو کیا سمجھتی ہے گرودیو کو...... اری پاگل گرودیو جیسا مہان گیانی چراغ لے کر ڈھونڈو تب بھی نہ ملے گا...... یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ گرودیو ہماری سہائتا پر آمادہ ہو گئے اور خود ہی ہمارے پاس پہنچ گئے تو خود سوچ کہ اگر وہ ہمیں تلک چند کے بارے میں نہ بتاتے تو کیا سارے سنسار میں ہمیں کہیں سے یہ بات معلوم ہو سکتی تھی"۔

"نہیں ماتا جی یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن"۔

"لیکن کیا...... بات کو ادھورا مت چھوڑا کر" بھان متی تلخ لہجے میں بولی۔

"تم خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو ماتا جی...... میں تو یہ پوچھ رہی تھی کہ تلک چند کیدوراج ماما کو مارنے پر تیار ہو جائے گا"۔

"ہاں ہو جائے گا"۔

"وہ کیسے ماتا جی"۔

"تو نہیں جانتی...... یہ بڑا لمبا قصہ ہے"۔

"تو مجھے بتاؤ نا"۔

"تھوڑا بہت قصہ تو گرودیو تجھے بتا چکے ہیں...... یہ تو تجھے معلوم ہے کہ تلک چند جے چند کا بیٹا ہے اور جے چند کیدوراج کا دشمن تھا...... جے چند نے کیدوراج کے خلاف ایک ایسی سازش کی تھی کہ کیدوراج کی بڑی بدنامی ہوئی تھی اس سے...... کیدوراج جے چند کا دشمن تھا لیکن وہ اس سے بدلہ نہیں لے سکا اور جے چند اپنے بھائی کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کے بھائی مادھولال نے راجہ بنتے ہی اپنے بھتیجے کو اپنی راجدھانی سے نکال دیا...... تلک چند سازشوں کا شکار ہو کر دربدر ہو گیا...... اب تلک چند کیدوراج کے پاس پہنچا ہے...... میں یہ بات نہیں کہتی کہ تلک چند کیدوراج کے پاس کس طرح سے اور کس لئے آیا تھا، لیکن بہر صورت اسے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ کیدوراج اس کے باپ کا دشمن تھا...... تو اس کا دوست کیسے ہو سکتا ہے...... تلک چند یہ بات سب سے چھپانا چاہتا ہو گا...... اس لئے ہمارے پاس اس سے اچھا موقع اور کوئی نہیں آئے گا کہ تلک چند کو اپنی مٹھی میں کر لیں اور اپنا مقصد پورا کر لیں۔

"مگر ماتا جی ایک بات نہیں سوچی آپ نے" پوجا بولی۔

"کیا؟" بھان متی نے پوچھا۔

"اگر کیدوراج مر گیا اور تلک چند راجہ بن گیا تو کیا ضروری ہے کہ وہ ہمارے دباؤ میں آ کر مجھ سے شادی کر لے جب کیدوراج کا خطرہ سر سے ٹل جائے گا اور تلک چند راجہ بن جائے گا تو اسے کیا پڑی ہے کہ کسی دباؤ میں رہے...... جو اس کا من چاہے گا وہی کرے گا اور اگر ہم اس پر الزام لگائیں گے بھی کہ اس نے کیدوراج کو قتل کیا ہے اور یہ جے چند کا بیٹا ہے تو کون مانے گا اس بات کو...... وہ راجہ ہو گا اور ہماری زبانیں نکلوا کر رکھ دے گا" پوجا نے کہا اور بھان متی کی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل گئیں، وہ خوفزدہ نگاہوں سے بیٹی کو دیکھ رہی تھی...... تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی...... پھر گردن ہلا کر بولی۔

"یہ بات تو تو ٹھیک کہہ رہی ہے پوجا...... یہ بات تو میری سمجھ میں پہلے آئی ہی نہیں تھی"۔

"گرودیو نے اس بارے میں کیا بتایا ہے"۔

"کچھ بھی نہیں...... کچھ بھی نہیں...... انہوں نے جو کچھ بتایا تھا وہ میں نے تجھے بتا دیا ہے"۔

"تو پھر اس پر بھی تو سوچو...... فرض کرو اگر وہ مجھے وچن دے دے اور راجہ بننے کے بعد اپنے وچن کا پالن نہ کرے تو ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بالکل ٹھیک کہتی ہے تو...... مم مگر میں...... میں...... یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہو گئی...... میں نے تو اس بارے میں سوچا ہی نہیں تھا...... بھان متی نے پریشان لہجے میں کہا۔

"گرو جی سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکتی"۔

"کیسے ہو سکتی ہے ری...... ہم تو اتنی دور آ پڑے ہیں...... اب واپس جائیں اور پھر یہاں آئیں تو کیدو راج کو بھی شک ہو سکتا ہے مگر بات سوچنے کی ہے...... نجانے کیوں یہ بات گرو جی کے ذہن سے نکل گئی یا پھر ممکن ہے ایسی نوبت نہ آئے، اگر وہ تجھے وچن دے گا تو پھر اس سے پھرے گا نہیں" بھان متی نے کہا۔

"یہ ساری باتیں ٹھیک ہیں ماتا جی، مگر یہ ایک بات میرے من میں نہیں اتر رہی کہ اگر کیدو راج میرے دواہ سے پہلے مر گیا تو پھر یہ سمجھ لو کہ تلک چند بعد میں شادی وادی نہیں کرے گا اس کے لئے ضروری ہے ماتا جی کہ پہلے تلک چند سے شادی کی جائے پھر اس کے بعد کیدو راج کے بارے میں کچھ سوچا جائے...... یوں تم ان باتوں پر غور کرو"۔

"تو ٹھیک کہتی ہے پوجا...... ہمیں نئے سرے سے سوچنا پڑے گا...... یہ بات تو بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے" بھان متی نے اپنی بیٹی سے اتفاق کرتے ہوئے کہا...... اور دونوں ماں بیٹیاں کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں...... ان کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی...... پھر پوجا نے کہا۔

"یوں کرو ماتا جی میری بات مانو...... ابھی ہم اس سلسلے کو بہت زور و شور سے آگے نہیں بڑھاتے...... میں آہستہ آہستہ تلک چند یا ہری راج کے من میں اترنے کی کوشش کروں گی اور پہلے اس کے من میں اپنے لئے جگہ بناؤں گی...... جب میں اپنی جگہ بنا لوں گی تو پھر ان ساری باتوں کے بارے میں سوچا جائے گا...... یا پھر کیوں نہ ہم اس کام کی ابتداء یوں کریں کہ میں تلک چند کو اپنے پریم کے جال میں پھانس لوں اور اس سے وچن لے لوں کہ وہ راجہ بننے کے بعد مجھ ہی سے دواہ کرے گا...... اس کے بعد اگر کیدو راج کو مروانے کی ضرورت پیش آئے تو یہ کام کر لیا جائے اور اگر ذرا بھی شبہ ہے تمہیں اس بات پر تو پھر ماتا جی

ہیں بھی ایک کام کرنا ہو گا" پوجا نے کہا۔

"کیا؟"۔

"کسی بھی طرح تم اپنے بھائی کو میرے اور تلک چند کے دواہ کے لئے تیار کر لو...... ہ اس کے مرنے سے پہلے ہری راج میرے چنگل میں پھنس جائے...... اس کے لئے تم ی کوشش کرو گی"۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں کروں گی" بھان متی نے کہا لیکن میں گرو دیو سے مشورہ کئے بغیر ئی کام نہیں کروں گی...... لیکن جہاں تک تیری اس بات کا سوال ہے کہ تو ہری راج کے ن میں اترنے کی کوشش کرے گی تو میں تیری اس بات سے متفق ہوں تو اس سلسلے میں ری پوری کوشش کر جیسے بھی بن پڑے، جس طرح بھی ممکن ہو...... بھان متی نے کہا اور چار خیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

......☆......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا...... ہلکی ہلکی بوندیں برس رہی تھیں اور جب ٹھنڈی ہ
کے ساتھ یہ بوندیں چہروں سے ٹکراتیں تو پورے وجود میں مست لہریں سی دوڑ جاتیں....
دونوں گھوڑے سوار شہر سے دور دریا کے کنارے کنارے سبک روی سے سفر کر رہے تھے او
پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔

دریا کے دوسری جانب اچھوتوں کی بستی نظر آ رہی تھی...... جہاں پر روشنیاں ٹم
رہی تھیں...... کچے پکے مکان، عسرت زدہ، مفلوک الحال، ان غریب لوگوں کو زندگی
لاتعداد نعمتوں سے دور رکھا گیا تھا، حالانکہ بھگوان نے دنیا کی ہر نعمت میں ان کو بھی براب
حصہ دیا تھا، لیکن انسانوں نے ان کا یہ حق چھین کر انہیں نعمتوں سے محروم کر دیا تھا اور یہ با
آج کی نہ تھی...... ہمیشہ سے برہمن اچھوتوں پر ظلم ڈھاتے چلے آئے تھے اور ظلم کا یہ دور آ
بھی جاری تھا...... ان بیچاروں کو زندہ انسانوں میں شمار ہی نہیں کیا جاتا تھا اور اب تو یہ ا
زندگی کے عادی ہو گئے تھے...... یہ باتیں ان کے ذہن سے نکل گئی تھیں کہ خود انہیں ؟
انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا کوئی حق ہے۔

دونوں گھوڑ سواروں نے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی جہاں سے دریا پار کرنے میں کو
دقت نہ ہو اور ان دونوں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے...... مالک کے اشارے پر زند
کی بازی لگا دینے والے وفادار جانور بے تکان دریا میں اتر گئے اور پانی کا سفر طے کرنے لگ
لیکن جس جگہ کا انتخاب کیا گیا تھا وہ خطرناک نہیں تھی...... پانی گھوڑوں کے پیٹ سے اونچا
ہوا اور وہ دریا کا چوڑا پاٹ پار کر گئے۔

دوسرے کنارے پر نکل کر انہوں نے اپنے بدن جھاڑے اور مالکوں کے اشارے پر
اپڑے۔

پرکاش نندراج کی رہنمائی کر رہا تھا...... وہ کافی طویل چکر لگا کر بستی کی پشت پر پہنچے......
ٍرام کے مطابق پرکاش نے گوندو کو پہلے ہی یہاں بھیج دیا تھا...... لیکن پروگرام وہ نہیں رہا
ٍان دونوں کے درمیان طے ہوا تھا، چونکہ نندراج یا پرکاش نے کبھی گوپی ناتھ کی رہائش
ہیں دیکھی تھی...... اس لئے گوندو کے سپرد یہ خدمت کی گئی تھی کہ پہلے وہ گوپی ناتھ کی
ں گاہ کا پتہ لگا لے اور بستی کے پیچھے کسی ایسی جگہ ان کا انتظار کرے جہاں سے وہ انہیں دیکھ
...... ایسی کسی جگہ کا بھی کوئی تعین نہیں کیا گیا تھا...... بس وہ اپنے اندازے کے مطابق
رہے تھے کہ گوندو خود ہی انہیں تلاش کر لے گا۔

دونوں گھوڑے اب آہستہ روی سے چل رہے تھے اور انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ
اکے پیچھے پہنچ گئے تھے، چنانچہ نندراج نے متفکر لہجے میں پرکاش سے کہا۔

"رات اندھیری ہے پرکاش اور گوندو اُلو نہیں ہے...... وہ ہمیں کیسے دیکھ لے گا"۔

"گوندو اُلو نہیں ہے مگر اُلو کا پٹھا ضرور ہے" پرکاش نے ہنس کر کہا۔

"نہیں نہیں پرکاش...... میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم گوندو کو تلاش نہ کر سکے تو پھر
ٍگا...... ناکام ہی جانا پڑے گا...... یہاں سے"۔

"نہیں مہاراج آپ آگے تو آیئے...... میں نے گوندو سے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی اونچی
رہے اور یہ اس کا فرض ہو گا کہ وہ ہمیں خود ہی دیکھ لے...... جب وہ ہمیں دیکھے گا مہاراج
فوراً مشعل جلائے گا...... مشعل وہ اپنے ساتھ لے کر گیا ہے"۔

"اچھا...... اچھا...... لیکن کیا ہی اچھا ہوتا پرکاش اگر یہ بات تم مجھے وہیں بتا دیتے"
اج نے کہا۔

"کیوں مہاراج اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی آپ کو؟"۔

"میرا مقصد ہے کہ ہم بھی ایک مشعل لے آتے...... ممکن ہے گوندو ہمیں نہ دیکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پائے...... لیکن اگر دونوں طرف سے مشعلیں روشن ہوتیں تو ایک دوسرے تک پہنچنے آسانی ہو سکتی ہے"۔

"آپ پرکاش کو بے وقوف نہ سمجھیں مہاراج...... میں مشعل لے کر آیا ہوں"۔

"ارے واہ...... کہاں رکھی ہے؟"۔

"یہ رکھی ہے میری خود جین میں"۔

"واہ پرکاش تم واقعی سمجھدار ہو...... ورنہ میں تو یہی سوچ رہا تھا کہ روانہ ہونے پہلے ہمیں یہ تو طے کر لینا چاہئے تھا کہ گوندو ہمیں کہاں ملے گا"۔

"چنتا نہ کریں مہاراج...... پرکاش قدم قدم پر آپ کا ساتھی ہے...... آپ کو پریشا نہیں ہونا چاہئے...... اس وقت تک جب تک پرکاش زندہ ہے...... تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک جگہ رکا اور مشعل روشن کرنے لگا...... ابھی اس کی مشعل روشن ہوئی ہی تھی تھوڑے فاصلے پر ایک بلند ٹیلے پر ایک اور روشنی چمکی...... یہ بھی مشعل کی روشنی تھی، لیک شاید تیز ہوا کی وجہ سے قائم نہ رہ سکی...... اس کی مشعل بھی چند ساعت کے بعد بجھ گئی تھ چونکہ ہوا کے ساتھ بوندیں بھی پڑ رہی تھیں اور اب وہ کافی تیز ہو گئی تھیں...... لیکن انہوا نے گوندو تک پہنچنے کا راستہ دیکھ لیا تھا اور وہ تاریکی میں نگاہیں جمائے آگے بڑھتے رہے...... گوندو نے پھر مشعل جلانے کی کوشش کی لیکن ہوا کے تھپیڑوں نے اس کی مشعل کو جلنے دیا...... البتہ اب کوئی خاص فاصلہ نہ رہا تھا...... اس نے بھی شاید ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا...... وہ تیزی سے ٹیلے سے اترنے لگا اور ان لوگوں کے نزدیک پہنچ گیا...... پھر بولا۔

"جے رام جی کی سرکار" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"کیا خبر ہے گوندو" پرکاش نے پوچھا۔

"مہاراج میں گوپی ناتھ کی جھونپڑی کا پتہ لگا آیا ہوں"۔

"چل پھر ہمیں وہاں لے چل، کتنی دور ہے؟"۔

"زیادہ دور نہیں ہے...... پر ایک کام کریں تو زیادہ اچھا ہو"۔

"وہ کیا؟"۔

"گھوڑوں کو یہیں باندھ دیں سرکار...... اس ٹیلے کی آڑ میں اتنی جگہ ہے کہ اگر بارش تیز بھی ہو جائے تو گھوڑے بھیگیں گے نہیں"۔

"باندھنے کی بھی کوئی جگہ ہے"۔

"ہاں مہاراج یہ درخت ہے جس کی جڑیں اس خالی جگہ میں نکل گئی ہیں...... بڑی وط جڑیں ہیں...... پہلے تو میں انہیں سانپ سمجھا تھا مگر پھر بعد میں ٹٹول کر دیکھنے سے پتہ یہ وہ سانپ نہیں درخت کی جڑیں ہیں"۔

"چل یہ بھی اچھا ہوا...... لے تو یہ دونوں گھوڑے باندھ آ...... پرکاش اور نندراج ں گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور گوندو نے دونوں گھوڑوں کی لگامیں تھام لیں...... تھوڑی کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آ گیا...... بوندیں ایک بار پھر رک گئی تھیں...... سرد ہوائیں چلنے لگی تھیں...... لیکن یہ ہوائیں اتنی سرد بھی نہ تھیں کہ ان کے کھلے ئے بدن کے حصوں کو نقصان پہنچائیں...... بلکہ موسم خاصا خوشگوار ہو گیا تھا...... گہری یک رات میں وہ بھوتوں کی طرح آگے بڑھتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد بستی کے ونی حصے میں پہنچ گئے۔

بستی کے گھروں میں ٹمٹماتے ہوئے چراغ جل رہے تھے...... البتہ کتے بہت تھے اور لم رہے تھے...... اس وقت گو وہ نظر نہیں آ رہے تھے...... شاید موسم کی شدت نے انہیں ا پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا، لیکن یہ بات نندراج اور پرکاش کے لئے بہت بہتر تھی، کیونکہ کتے ان کے پیچھے لگ جاتے تو ان کی آمد کا راز بہت سے لوگوں پر آشکارا ہو جاتا اور یہ بات حال نندراج کے لئے بہتر نہ تھی، چنانچہ گوندو کی رہنمائی میں وہ گوپی ناتھ کے مکان پر گئے۔

یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا...... بالکل کچا تھا...... اس کے کسی کمرے میں روشنی ہو رہی اور روشنی کی ہلکی سی رمق مکان کی بیرونی دیوار پر نظر آ رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نندراج نے پرکاش کی طرف دیکھا اور پرکاش نے گردن ہلادی...... کیا خیال مہاراج آپ اکیلے جائیں گے یا ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں...... پرکاش نے پوچھا نندراج پر خیال انداز میں کچھ سوچنے لگا...... پھر بولا۔

"نہیں پرکاش ساتھ میں چلو...... نجانے گوپی ناتھ میرے ساتھ کس طرح پیش آئے

"ٹھیک ہے مہاراج چلئے" پرکاش نے کہا اور وہ گوپی ناتھ کے دروازے پر پہنچ گئے

تب پرکاش نے گوپی ناتھ کے دروازے پر دستک دی...... دوسری بار دستک دینے پر اندر ایک کانپتی سی آواز سنائی دی۔

"بابا واپس آگئے کیا...... کیسے ہیں بدری چاچا" یہ آواز نندراج کی جانی پہچانی معلوم اور اس کا دل دھڑک اٹھا...... اسی آواز میں وہ گالیاں اور کوسنے سن چکا تھا اور جن خوبصو ہونٹوں سے یہ آواز نکل رہی ہے وہ آج بھی اس کے ذہن میں اس کی آنکھوں میں م تھے...... وہ خاموش رہا اور اس نے دوبارہ دروازے پر دستک دی جس کے جواب دروازے کے قریب سے ہی آواز آئی۔

"بولتے کیوں نہیں بابا...... واپس آگئے بدری چاچا کے ہاں سے...... ٹھہرو میں دیا ہوں" آواز اس بار دروازے کے قریب ہی سنائی دی تھی اور پرکاش نے نندراج کے شا پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

"ایسے لگتا ہے جیسے وہ اکیلی ہے"۔

"ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے"۔

"تو اب کہیں وہ ڈر نہ جائے" پرکاش بولا۔

"وہ دیا لینے گئی ہے" نندراج نے کہا...... دروازہ کھلے تو دیکھا جائے...... پوچھ لیں اس سے یوں کرو پرکاش کہ تم اور گوندو پیچھے ہٹ جاؤ...... اگر وہ مجھے اندر بلالے گی تو میں ا چلا جاؤں گا...... تم لوگ باہر انتظار کرنا...... نندراج نے کہا۔

"ٹھیک ہے جو آگیا" پرکاش نے کہا اور وہ دونوں دیوار کی ایک سمت سمٹ گئے

اغ کی روشنی اب دروازے کے نزدیک ہی نظر آئی اور پھر لوہے کی سا کر کھڑ کھڑانے کی از سنائی دی اور پھر دروازہ کھل گیا۔

"کیوں واپس آگئے بابا...... اور تم بول کیوں نہیں رہے" چراغ کی روشنی جس چہرے پر ی تھی وہ خود بھی چراغ ہی تھا...... اس روشنی میں نندراج نے سنجوگتا کو پہچان لیا، لیکن پھر تا اس ہیولے کو دیکھ کر سہم کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"کک کون ہے...... کون ہو تم؟" اس نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔

"تمہارا مہمان ہوں سنجوگتا...... بڑی دور سے آیا ہوں...... تم سے ملنے...... پہچان سکتی ذ پہچان لو" نندراج نے ایسے لہجے میں کہا جس سے محبت کا امرت ٹپک رہا تھا...... یہ لہجہ کسی دھی کا نہیں ہو سکتا تھا جو کسی بری نیت سے اس دروازے پر آیا ہو" اور شاید سنجوگتا نے اس کو محسوس کر لیا۔

اس نے دیا اٹھایا اور نندراج کے چہرے کے نزدیک کر دیا...... پھر اس کے حلق سے ی سی آواز نکلی۔

"ہائے رام...... نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے...... کیا...... کیا میری آنکھیں خراب ہو گئی "اس نے چراغ پھر اوپر اٹھایا اور اسے نندراج کے چہرے کے نزدیک کر کے دیکھا...... ا تو ہے...... وہی تو ہے...... مگر...... مگر...... ہائے رام...... ہائے رام...... اب اس کی آواز ہلکی سی خوف کی آمیزی پیدا ہو گئی تھی۔

"مجھے دیکھ کر ڈر رہی ہو سنجوگتا" نندراج اسی لہجے میں بولا۔

"نن نہیں تو...... نہیں تو...... میں بھلا تمہیں دیکھ کر کیوں ڈروں گی...... میں تو...... تو بہت بہادر ہوں...... مم مگر کیا تم سچ مچ راجکمار ہی ہو...... راجکمار نندراج"۔

"مجھے راجکمار نہ کہو سنجوگتا...... اپنا مجرم کہو تو مجھے خوشی ہو گی"۔

"مجرم...... مجرم...... مگر تم...... تم تو راجکمار ہو...... راجکمار مجرم تو نہیں ہوتے...... تا نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے مجرم ہی کہو...... کیونکہ میں تمہارا مجرم ہوں سنجو گتا"۔

"نندراج جی تمہیں بھگوان کی سوگند...... تم زندہ ہو یا مر چکے ہو؟"۔

"ارے...... میں تمہیں مرا ہوا نظر آرہا ہوں" نندراج کسی قدر مسکرا کر بولا۔

"مرے ہوئے نظر تو نہیں آرہے...... پر یہ تمہارا بھوت ہی ہو سکتا ہے...... بھلا راج کمار نندراج جی راجکمار ہونے کے باوجود اچھوتوں کی بستی میں کیسے آئیں گے...... یہ تو ناپاکوں کی بستی ہے اور پھر رات کے سمے مجھے یقین نہیں آرہا نندراج مہاراج...... اچھا چلو بھگوان کی سوگند کھاؤ کہ تم نندراج مہاراج ہو"۔

"اچھا چلو بھگوان کی سوگند میں نندراج ہی ہوں" نندراج نے آہستہ سے ہنس کر کہا۔

"ہائے رام...... ہائے رام بھوت تو بھگوان کا نام نہیں لیتے...... سنا ہے بھوت بھگوان کا نام لے کر جل جاتے ہیں...... اس کا مطلب ہے تم نندراج ہی ہو"۔

"دیکھو سنجو گتا میں تمہارا مہمان ہوں...... بھوت پریت کہو یا انسان سمجھو...... آدھی رات کو میں نے دریا پار کر لیا ہے، مگر ایک بات بتاؤ کیا گوپی ناتھ گھر پر موجود نہیں ہے"۔

"نہیں ہے بابا ہی تو نہیں ہے...... اگر بابا ہوتا تو میں تو بھوت سے بھی نہیں ڈرتی، مگر راجکمار...... راجکمار میں کیسے وشواش کروں...... بھگوان میری سہائتا کرے"۔

"بھگوان تمہاری سہائتا کرے گا سنجو گتا...... مجھے اندر نہیں بلاؤ گی" نندراج نے کہا۔

"اندر بلالوں تمہیں...... اکیلی ہوں پھر بھی بلالوں"۔

"تمہاری مرضی ہے...... نہ چاہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں"۔

"نہیں نہیں...... میں تمہیں واپس نہیں جانے دوں گی...... تم جو کوئی بھی ہو آجاؤ...... جو بھگوان کرے گا دیکھا جائے گا" آواز میں، انداز میں، لہجے میں، گفتگو میں کہیں بناوٹ کا شائبہ نہیں تھا...... معصومیت ہی معصومیت تھی...... ایسی لافانی معصومیت جس کا تصور بھی ذہن میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے...... بھلا اس کومل پھول کو کون مسلنے کی سوچے گا...... کون اس کو نقصان پہنچانا پسند کرے گا۔

صحن سے گزر کر وہ چھوٹے سے دالان میں پہنچا جہاں چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں...... نجو گتا نے چراغ اس کی جگہ رکھنے کی کوشش کی...... چراغ اس کے ہاتھ سے گر پڑا...... چراغ کا یل زمین پر گر گیا تھا...... وہ بری طرح بوکھلائی ہوئی تھی...... نندراج جلدی سے اس کے ریب پہنچ گیا۔

"جلی تو نہیں تم؟"۔

"نہیں جلی تو نہیں ہوں...... مگر اب میں کیا کروں...... اب بتاؤ میں کیا کروں...... مگر ٹھہرو میں ابھی تلاش کر لیتی ہوں...... کوئی میں اندھی تھوڑی ہوں...... ابھی چراغ میں وسرا تیل ڈال لاؤں گی...... بتی تو ہوگی ہی، چراغ جل جائے گا...... ابھی جلا کر لاتی ہوں...... ں تم یہیں کھڑے رہنا" ایک لمحے کے لئے وہ زمین پر بیٹھ گئی اور چراغ تلاش کرنے لگی...... راغ مل گیا تو وہ کھڑی ہو گئی...... لیکن نندراج سے بری طرح ٹکرا گئی۔

"ارے ارے شما کرنا مہاراج جی معاف کرنا بس ابھی آئی...... وہ دوڑتی ہوئی جانے لگی۔

"دیکھو سنجو گتا اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو...... دیا آرام سے جلا لاؤ...... اس کے بعد وشنی ہو جائے گی"۔

"میں کاہے کو پریشان ہوتی...... میں کبھی پریشان ہوئی ہوں آج تک واہ...... بس میں ھی آئی...... اس کی آواز دور ہوتی ہوئی محسوس ہوئی اور نندراج اپنی جگہ کھڑا مسکراتا رہا۔

ایک ایک آواز ایک ایک لفظ اس کے دل میں گھاؤ ڈال رہا تھا...... ایسی پوتر ایسی معصوم ڑکی اچھوت کیوں ہے...... شودر کیوں ہے...... اسے نیچ ذات کیوں سمجھا جاتا ہے...... وہ پنی جگہ کھڑا سوچتا رہا...... پھر اس نے دور روشنی کی رمق دیکھی اور یہ روشنی آہستہ آہستہ اس کے قریب آگئی۔

سنجو گتا نے اس بار چراغ بڑے اطمینان سے رکھا تھا اور پھر وہ گردن ہلا کر مطمئن وگئی...... پھر دوسرے لمحے پلٹ کر اندر کی جانب بھاگی۔

"اب کیا ہو گیا؟ نندراج نے ہنستے ہوئے کہا...... اندر سے وہ چھینٹ کی ایک چادر اٹھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لائی تھی...... یہ چادر اس نے چارپائی پر بچھا دی اور پھر بولی۔

"اب بیٹھ جاؤ...... اب بیٹھ جاؤ...... اب سب ٹھیک ہے...... وہ جیسے خود کو مطمئ کر رہی تھی...... نندراج کے بیٹھنے سے پہلے وہ خود ہی اچک کر دوسری چارپائی پر بیٹھ گئی...... اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر بولی۔

"ہائے رام مگر تم آ کیسے گئے...... تم تو راجکمار ہو...... راجکمار تو اچھوتوں کے ہاں کبھ نہیں آئے اور پھر ہم جیسے معمولی سے لوگ، میری سمجھ میں نہیں آتا...... بھگوان کی سوگ میں پاگل ہو جاؤں گی"۔

"سنجوگتا دھیرج کرو...... دھیرج کرو...... مجھے افسوس ہے گوپی ناتھ جی اس وقت موجو نہیں ہیں...... میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں"۔

"مگر ایک بات بتاؤ" سنجوگتا اس کی بات ختم ہونے سے پہلے بولی...... "کیا محل میں لوگوں کو معلوم ہے کہ تم یہاں آئے ہو"۔

"نہیں کسی کو نہیں معلوم" نندراج نے جواب دیا۔

"بس ٹھیک ہے" سنجوگتا جیسے مطمئن ہو گئی...... اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر نندراج کو دیکھنے لگی...... اس کی ایک ایک حرکت پر نندراج کا دل چاہ رہا تھا کہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جائے...... لیکن وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا...... اس کی ہر ادا بھا رہی تھی...... تب نندراج نے آہستہ سے کہا۔

"دراصل سنجوگتا...... میں اسی دن سے پریشان تھا...... بھگوان کی سوگند...... میرا من اسی دن سے اداس تھا...... جس دن پاپی گھوڑے سواروں نے تمہارے بھائی کو ہلاک کیا...... میرے دل میں بڑی آرزو تھی سنجوگتا کہ تم سے معافی مانگوں...... میں تمہارا بھائی تو واپس نہیں کر سکتا، مگر میری گردن حاضر ہے...... بھگوان کی سوگند میں کسی کو کچھ بتا کر نہیں آیا...... تم اگر چاہو تو مجھ سے اپنے بھائی کا بدلہ لے لو" نندراج نے گردن جھکا دی اور سنجوگتا عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں...... راجکمار...... میں...... میں تمہیں شما کر چکی ہوں...... دوش تمہارا تو نہیں پاہیوں کو یہ ادھیکار تو مہاراج نے دیا ہے...... ہم اچھوت جو ہیں...... غلطی میری ہی میں نے اپنے بھائی کو ایسے کیوں چھوڑ دیا تھا...... بس آنکھ بچ گئی تھی...... سو وہ نکل موت ہی آ گئی تھی بیچارے کی...... پر نندراج جی بھگوان کی سوگند مجھے بڑا ہی دکھ ہے موت کا...... سنجوگتا نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مجھے بھی بہت دکھ ہے سنجوگتا...... وہ میرا خون نہیں تھا...... تمہارا بھائی تھا، لیکن بھگوان ند...... مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرے پاپی ساتھیوں نے میرے بھائی کو مار دیا ہو"۔

"ہاں میں نے دیکھا تھا...... دیکھا تھا اور مجھے یقین تھا کہ دوش تمہارا نہیں ہے...... تم آدمی ہو...... میں نے اس سے سمجھ لیا تھا...... میں جانتی ہوں تم مہاراج یدراج جیسے آدمی نہیں ہو...... مہاراج یدراج تو بہت برے ہیں...... بہت ہی برے...... انہوں نے ہی کیوں دیا ہے کہ اگر کوئی اچھوت راستے میں آ جائے تو اسے مار دیا جائے...... واہ کیا ت انسان نہیں ہوتے...... اگر انسان نہیں ہیں تو تمہاری طرح کیوں جیتے ہیں اور ی طرح کیوں مرتے ہیں" پھر ہمارے سامنے آ جانے سے کون سا اتنا بڑا فرق پڑتا ۔ سنجوگتا نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنجوگتا میں اپنی پوری برادری کی طرف سے تم سے معافی مانگتا ہوں...... مجھے شما ...... اگر گوپی ناتھ جی ہوتے تو میں ان کے چرن چھو کر بھی معافی مانگ لیتا"۔

"تم...... تم راجکمار ہو کر ہم اچھوتوں سے معافی مانگ رہے ہو"۔

"ہاں سنجوگتا میں تم سے ایک وعدہ بھی کرنا چاہتا ہوں"۔

"کیسا وعدہ؟"۔

"جب میں راجہ بنوں گا تو اچھوتوں کے ساتھ یہ سب کچھ نہیں ہوگا...... انہیں ں کی طرح برہمنوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جائے گی اور برہمنوں کو حکم دیا گا کہ وہ اچھوتوں کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کریں...... لفظ اچھوت مٹا دیا جائے گا......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب کے سب انسان کہلائیں گے...... یہ میرا وعدہ ہے...... تم سے سنجوگتا...... اگر میں جیا تو اپنا یہ وعدہ ضرور پورا کروں گا"...... نندراج نے کہا۔

"میں...... میں پراتھنا کروں گی"۔

"ضرور کرنا سنجوگتا...... میں نے تمہارا بہت وقت خراب کر دیا...... سنجوگتا اب میں جاؤں"۔

"ایک بات من میں آ رہی ہے راجکمار پر ہمت نہیں پڑ رہی" سنجوگتا نے کہا۔

"کہو...... کیا بات ہے؟"۔

"من چاہ رہا ہے نندراج راجکمار کہ تم ہمارے ہاں کچھ کھاؤ...... کچھ پیو...... پر اچھوت ہیں...... ہمارے برتن بھی گندے ہوتے ہیں...... ہمارے ہاتھ بھی گندے ہو ہیں اور ہمارے ہاں جو چیزیں ہوتی ہیں...... وہ بھی گندی ہوتی ہیں...... تم کیسے کھاؤ گے...... تو بڑی ذات کے ہو، برہمن ہو نا تم"۔

"سنجوگتا تم نے میری بات پر ابھی تک وشواش نہیں کیا...... میں نے جو بات کہی سچے من سے کہی ہے اور سنو...... کیا کھلا رہی ہو مجھے؟"۔

"کھاؤ گے؟" وہ خوشی سے اچھل پڑی اور اچھلنے کے ساتھ ساتھ ہی چارپائی سے نیچے بھی اتر گئی۔

"بتاؤ کیا کھلا رہی ہو؟"۔

"میں نے...... میں نے گوجے پکائے ہیں...... صبح ہی سے بادل تھا نا...... بابا تو بھیا کو یاد کر کے روتے رہتے ہیں...... میں کہتی ہوں ڈھنگ سے کھانا بھی نہیں کھایا جاتا تو اور رونے لگتے ہیں...... گوجے انہیں بہت پسند تھے...... سو آج میں نے ان کے لئے پکا ڈالے...... لیکن دو ہی کھائے بس...... باقی سب کے سب رکھے ہیں"۔

"تم نے نہیں کھائے؟"۔

"میں نے بھی کھائے ہیں...... لیکن ابھی اور بہت سے رکھے ہیں...... لاؤں"۔

"لے آؤ" راجکمار نے جواب دیا کسی اچھوت لڑکی کے لئے یہ اس کی زندگی کا سب سے

...ا واقعہ تھا...... جسے وہ سینے میں نہیں سمو پا رہی تھی...... وہ رسوئی میں گئی اور ایک ...ں گوجے رکھ کر لے آئی...... اس کے ساتھ ہی ایک گلاس دودھ بھی بھر کے لائی ...یہ دونوں چیزیں اس نے اس طرح راجکمار کے سامنے رکھیں جیسے اس کے مذاق کا ...رنا چاہتی ہو اور راجکمار نے صدیوں پرانی وہ رسم سنجوگتا کی اس کٹیا میں توڑ دی...... جو ...ی شان تھی...... اس نے ایک اچھوت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا اچھوت کے برتن میں ...ثابت کر دیا کہ وہ اپنے قول کا پکا ہے اور اس نے جو عہد سنجوگتا سے کیا ہے اسے وہ ضرور ...ے گا...... سنجوگتا اس بات سے اتنی خوش ہوئی کہ اس نے نیچے بیٹھ کر راجکمار کے پیر پکڑ لئے۔

"تم نے ہمیں وہ مان دیا ہے نندراج...... تم نے ہمیں وہ عزت دی ہے جس کا ہم لوگ ...ی نہیں کر سکتے تھے"۔

"میں راجکمار نندراج...... بھگوان کی سوگند اگر مجھ سے تو میرا جیون مانگے تو میں اس ...یں اپنا جیون دینے کو تیار ہوں...... راجکمار تم نے اچھوتوں کا مان بڑھا دیا ہے"۔

...نجوگتا نے کہا...... خوشی سے اس کی آنکھوں کی کوریں بھیگ گئیں۔

...ابھی نہیں سنجوگتا...... میرے من میں جو کچھ ہے اگر بھگوان نے اسے پورا کر دیا تو میں ...دکھاؤں گا کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں...... راجکمار نے سنجوگتا کے ہاتھ سے ...ے گوجے کھائے...... دودھ پیا اور سنجوگتا بے حد خوش نظر آنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد راجکمار اپنی جگہ سے اٹھ گیا...... اب مجھے آگیا دو...... سنجوگتا اب میں ...ا۔

"کیوں" سنجوگتا حیرت سے بولی۔

"ارے تو کیا اب یہیں رہ پڑوں"۔

"نہیں یہاں تو نہ رہو مگر ابھی جلدی کیا ہے؟"۔

"کوئی جلدی نہیں ہے تم کہتی ہو تو بیٹھ جاتا ہوں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں اور کیا ابھی بیٹھو، تھوڑی دیر کے بعد چلے جانا"۔

"لیکن ایک بات کا ڈر اور بھی ہے" نندراج نے کہا۔

"کس بات کا؟" وہ بولی۔

"اگر اس سمے گوپی ناتھ جی آگئے تو مجھے تمہارے پاس بیٹھے دیکھ کر ناراض ہور گے..... ہوں گے نا؟"۔

"کیوں ناراض کیوں ہوں گے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"سنجوگتا تم جوان ہو نا" اور کسی جوان لڑکی کا کسی جوان مرد کے پاس بیٹھنا اچھی بات نہیں سمجھا جاتا"۔

"میں جوان ہو گئی ہوں نا..... یہ بات کہی ہے تم نے میرے من کی..... بابا سے جب بھی کہتی ہوں وہ مان کر ہی نہیں دیتا..... کہتا ہے بچی ہوں..... بچی ہوں..... اچھلتی کودتی ہوں..... اب کیا جوان ہو کر آدمی اچھلنا کودنا بھی چھوڑ دے..... کیا راجکمار جی تم اچھلتے ہو؟"۔ اس نے شوخ انداز میں پوچھا اور راجکمار آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔

"اب مجھے آگیا دے ہی دو..... سنجوگتا" ہاں اگر تم آگیا دو تو دوبارہ بھی تم سے مل لوں"۔

"لو اس میں آگیا کی کیا بات ہے؟ تم تو اب ہمارے اپنے ہو گئے"۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو سنجوگتا؟"۔

"ہاں! اور کیا؟ دوسرے برہمنوں کی طرح تم برے آدمی نہیں ہو..... بلکہ بہت ہی اچھے ہو..... ہمارے پاس آئے..... مجھ سے اتنی ڈھیروں باتیں کیں..... اگر میں یہ ساری باتیں بابا سے کہوں تو وہ کبھی نہ مانے گا۔

تم اسے یقین دلا دینا..... اور یہ بھی بتا دینا کہ میں اس سے معافی مانگنے آیا تھا۔

"میں اسے بتا دوں گی..... مگر وہ بڑی مشکل سے مانے گا..... اچھا تو اب یہ بتاؤ کب آؤ گے"۔

"جب تم کہو؟"۔

"میں تو تمہارا انتظار کیا کروں گی"۔

"کب؟"۔

"جب تم چاہو"۔

"مگر سنجوگتا ایک مشکل پیش آئے گی" نندراج نے کہا۔

"کیا؟"

"بستی میں ابھی میرا دیکھا جانا ٹھیک نہیں ہے"۔

"ہاں یہ بات تو ہے اور میں سوچ بھی رہی تھی..... یہاں تو بڑے بڑے اپرادھی رہتے ......اگر انہوں نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو وہ چپ نہ رہ سکیں گے اور راجہ یدراج مہاراج کو پتہ اجائے گا کہ تم یہاں آئے ہو..... تو یدراج مہاراج تمہارے آنے پر پابندی لگا دیں گے"۔

"ہاں سنجوگتا" یہ خیال میرے ذہن میں بھی ہے"۔

"تو پھر تم یوں کرو نا..... لوگوں کو پتہ ہی نہ چلے..... رات کے سمے آیا کرو..... اور ہی میں چلے جایا کرو"۔

"رات کو آؤں گا تو تم سے کیسے مل سکتا ہوں"۔

"کیوں نہیں مل سکتے..... ایسے ہی ملنا جیسے اس سمے ملے ہو" سنجوگتا بولی اور نندراج نے لگا۔

"اس سمے کی بات دوسری ہے..... سنجوگتا..... اتنی رات گئے روز آنا بھی ٹھیک ہوگا"۔

اور پھر تمہاری بستی میں کتے بھی بہت ہیں۔

"ارے ہاں! یہ بات بھی ہے" سنجوگتا ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"تو پھر کیا کرنا چاہئے؟" نندراج نے پوچھا..... پھر کچھ سوچ کر بولا..... "اچھا سنو! میں ایک ترکیب بتاؤں؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ضرور بتاؤ" سنجوگتا نے کہا۔

"تم نے گورچ گھاٹ پر وہ چھوٹی سی بگیا دیکھی ہے جس میں سیب اور سنگترے کے درخت ہیں"۔

"ہاں دیکھی ہے وہ تو ادھر ہی ہے نا"۔

"ہاں ادھر ہی ہے"۔

"دیکھی ہے...... میں تو کئی بار وہاں جا چکی ہوں" سنجوگتا نے کہا۔

"گورچ گھاٹ کے باغ میں ہم لوگ ہر دوسرے تیسرے دن مل سکتے ہیں...... کیا تم وہاں تک آسکتی ہو؟"۔

"ہاں ضرور...... ہم لوگ وہاں مل لیا کریں گے"۔

"تم آ بھی سکو گی وہاں؟"۔

"ہاں"

"کس سے؟"

"جس سے تم کہو"...... سنجوگتا نے جواب دیا۔

"تم رات کو اس سے وہاں آسکتی ہو...... جب چاند نکلنا شروع ہو تو تم وہاں آجایا کرنا...... میں تمہارا انتظار کیا کروں گا" نندراج نے کہا۔

"ٹھیک ہے چاند نکلے نہ نکلے میں اس سے پہنچ جایا کروں گی" سنجوگتا خوشی سے بولی۔

"کل آؤ گی وہاں"۔

"ہاں ضرور آؤں گی"۔

"تو میں تمہیں وہاں تلاش کروں"۔

"ہاں تلاش کر لینا یا میں وہاں خود تمہیں دیکھ لوں گی"۔

"میں ضرور آؤں گا" نندراج نے کہا۔

"تو اب تم جا رہے ہو؟" اس کے لہجے میں دُکھ سمٹ آیا اور نندراج محبت بھری نگاہوں

ہ اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں دُکھ ہو رہا ہے"۔

"ہاں بڑا دل دُکھ رہا ہے میرا...... تم ابھی سے جا رہے ہو...... خیر کوئی بات نہیں...... ہرا جانا بھی تو ضروری ہے...... اس سے پہلے کہ یدراج مہاراج کو یہ بات معلوم ہو جائے تم یہاں آئے تھے...... تم یہاں سے چلے جاؤ...... جاؤ...... جاؤ...... بھگوان تمہیں سکھی ہں...... نندراج" سنجوگتا نے کہا اور نندراج اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

سنجوگتا سے رخصت ہوتے ہوئے اس کے دل میں بھی بڑے درد سمٹ آئے تھے...... ہ اسے اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ سنجوگتا نے اسے قبول کر لیا ہے...... دونوں کے ں میں محبت کے چراغ روشن ہو گئے تھے...... نندراج دروازے سے باہر نکل آیا...... تا دروازے پر کھڑی اسے اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک نندراج نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

پرکاش اور گوندو پیچھے پیچھے آ رہے تھے...... تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر وہ تینوں مل ...نندراج خاموش تھا اور پرکاش کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی...... تھوڑی دیر بعد وہ دریا پار کر رہے تھے۔

......☆......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تلک چند بے کل تھا...... پریشان تھا...... وہ بہت بری طرح...... رہ رہ کر اس کے کانوں میں وہ آواز گونج رہی تھی جسے آج اس نے دھوکہ دے دیا تھا...... کسی طور یہ نہیں ہونا چاہئے تھا کہ میں اسے سینے سے لگالوں...... میرا سینہ کسی اور کی امانت ہے...... ہے بھگوان میں کیا کروں...... کہاں ہے...... تو؟ کہاں ہے؟ مجھے اس سمے تیری ضرورت ہے...... میں اتنا پریشان ہوں کہ میرا دل پھٹ جائے گا" تلک چند نے بے قرار ہو کر اپنے تصور کو پکارا اور ایک نقرئی سرگوشی اس کے کانوں میں گونج اٹھی اور وہ اچھل پڑا۔

"تلک چند پریشان ہو...... بار بار بھول جاتے ہو...... میں تو تم سے کہہ چکی ہوں کہ جب من چاہے آواز دے لیا کرو...... اگر تمہاری آواز سچی ہوئی تو میں ضرور تم تک پہنچ جاؤں گی" تلک چند کو آواز سنائی دی اور وہ بری طرح اچھل پڑا۔

اس نے متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور بولا...... "بھگوان یہ میرے کانوں کا تصور تو نہیں...... یہ میرا وہم تو نہیں"۔

"نہیں تلک چند یہ وہم نہیں ہے...... میں تمہارے پاس موجود ہوں...... میری آتما تو ہر سمے تمہارے پاس رہتی ہے"۔

"میں بہت پریشان ہوں...... میں بڑا بے کل ہوں...... تم میری مجبوریاں جانتی ہو...... تم ہی مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"۔

"میں سب کچھ جانتی ہوں تلک چند! اور میرے من میں خوشیاں ناچ رہی ہیں کہ تمہیں میرا اتنا خیال ہے...... تم چنتا کیوں کرتے ہو...... وہ پاپی لڑکی کون ہے تم نہیں

نے...... سیلن میں جانتی ہوں اسے"۔

"مجھے نہیں بتاؤ گی؟" تلک چند نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"تم اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟"۔

"ہاں! میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں کہ آخر وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے...... کیا ہی ہے وہ؟ میں تو بڑا پریشان ہو گیا ہوں" تلک چند نے کہا۔

"تلک چند یہ گھنشیامی کی نئی چال ہے"۔

"گھنشیامی...... تلک چند نے تعجب سے پوچھا؟"۔

"ہاں گھنشیامی! ہمارا مشترکہ دشمن ہمارا سب سے بڑا دشمن جو اب گروگردھاری لال نام سے مشہور ہے"۔

"اوہ گروگردھاری لال...... ہاں میں انہیں جانتا ہوں...... بہت اچھی طرح جانتا ہوں"۔

"وہ گھنشیامی ہی ہے...... پاپی گھنشیامی جو کبھی ہمیں ایک نہیں ہونے دے گا...... وہ ت ہماری ہی تاک میں لگا ہوا ہے...... وہ گیانی ہے اور اسے معلوم ہے کہ کیا ہو رہا ہے اور نے والا ہے؟ چنانچہ وہ اپنی کوششوں میں مصروف ہے...... یہ پاپی لڑکی...... اس کی بھیجی ہے...... آواز نے کہا۔

"مم مگر یہ کون ہے؟"۔

"پوجا ہی ہے"۔

"اچھا لیکن کیا یہ گیانی بھی ہے؟"۔

"نہیں گیانی نہیں ہے...... جھوٹ بول رہی ہے پاپن کہیں کی"۔

"لیکن اس نے تو مجھے میری ماتا جی پتا جی اور دوسرے لوگ بھی دکھائے تھے...... یہ ؟"۔

"کچھ نہیں تھا...... اس کے پاس کوئی گیان دھیان نہیں ہے...... البتہ گھنشیامی نے اسے ترسکھا کر بھیج دیا ہے، چنانچہ وہ تم پر اپنا منتر آزما رہی ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم جانتی ہو وہ کیا چاہتی ہے؟"۔

"ہاں میں جانتی ہوں"۔

"مجھے بتاؤ میں جاننا چاہتا ہوں"۔

سنو گرو گردھاری لال اس جنم میں بھی نہیں چاہتا کہ ہم تم ایک ہوں...... وہ نہیں چاہتا میں تمہاری بن جاؤں اور یہ اس کی بہت پرانی خواہش ہے...... یہ شیطان ہمیشہ اسی دور میں جنم لیتا ہے...... جب میں سنسار میں آتی ہوں اور پھر وہ ان کوششوں میں مصروف ہو جاتا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان دیواریں کھڑی ہو جائیں اور ہم تم مل نہ سکیں...... سو اس بار اس نے یہ نئی چال چلی ہے...... تم نہیں جانتے تلک چند کہ جب تم دریودھن تھے تو اس نے بڑی چالاکی سے مجھے ختم کرا دیا تھا اور اب بھی وہ یہی چاہتا ہے...... اب وہ چاہتا ہے کہ میں تمہاری نہ بن سکوں اور مجھ سے پہلے پوجا تمہاری بن جائے اور اگر پوجا تمہاری زندگی میں آ جائے گی تو پھر میں کبھی تمہاری نہ بن سکوں گی...... بھگوان کی سوگند...... میں کبھی تمہاری نہ بن سکوں گی"۔

"نہیں میری دوست! میری ساتھی...... میں کبھی پوجا سے شادی نہیں کروں گا...... بھگوان کی سوگند میں کبھی پوجا سے شادی نہیں کروں گا" تلک چند نے کہا۔

"مجھے تم پر وشواش ہے" آواز سنائی دی۔

"مگر یہ بتاؤ اب میں کیا کروں؟"۔

"یہی بتانے آئی ہوں تم اتنے پریشان نہ ہو...... میں جو ترکیب بتاؤں گی تم اس پر عمل کرنا"۔

"بتاؤ بھگوان کے لئے جلدی بتاؤ؟"۔

"پوجا جس طرح تمہارے پاس آ رہی ہے...... اسے آنے دو...... اس سے پریم کی باتیں کرو...... مجھے بالکل دکھ نہ ہوگا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ یہ سب کچھ مصلحت کے تحت ہوگا...... اسے وشواش دلا دو کہ تم اسے چاہنے لگے ہو...... دیکھو تلک چند اگر وہ کوئی اچھی لڑکی

ہوتی اور تم اسے وچن دے دیتے تو یہ اچھی بات نہ ہوتی کہ وچن کو توڑ دیا جائے، لیکن جو شیطان بن کر تمہارے جیون میں داخل ہوئی ہے اسے شیطان بن کر ہی شکست دی جا سکتی ہے...... اسے اپنے پریم کا وشواش دلا دو...... وہ پاگل ہو جائے گی اور سب کچھ ہی تمہارے سامنے اگل دے گی"۔

"مم...... مگر...... مگر وہ کس ارادے سے یہاں آئی ہے؟"۔

"بس اسی ارادے سے کہ تمہیں اپنے جال میں پھانس لے اور تمہاری رانی بن جائے...... ایک بات وہ اور بھی چاہتی ہے؟"۔

"وہ کیا؟" تلک چند نے پوچھا۔

"وہ چاہتی ہے کہ راجہ کیدو راج کو قتل کر دیا جائے اور تمہیں راجہ بنا دیا جائے...... کیونکہ خود اس کے من میں رانی بننے کی خواہش کروٹیں لے رہی ہے"۔

"اوہ تو وہ راجہ کیدو راج کو قتل کرنا چاہتی ہے؟" تلک چند نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں...... میں جانتی ہوں وہ اتنی گہری نہیں ہے جتنی بننے کی کوشش کرتی ہے...... تم ذرا سی کوشش کرو تو اس سے اس کا راز اگلوا سکتے ہو؟ بھگوان کی قسم! تم نے میرا من شانت کر دیا ہے...... تم نے میری وہ بے چینی ختم کر دی ہے جو میرے من میں سلگ رہی تھی...... میرے سینے سے دھواں اٹھ رہا تھا...... میرا من آگ بنا ہوا تھا...... تم نے اس آگ پر پانی کی پھوار ڈال دی ہے...... میں تمہاری متر ہوں، تمہاری ساتھی ہوں...... تم سے پریم کرتی ہوں...... بھلا میں تمہیں چنتا میں کیسے دیکھ سکتی ہوں...... بس اب تم یوں کرو جس طرح پوجا تمہیں بے وقوف بنا رہی ہے...... الٹا تم اسے بے وقوف بنا کر رکھ دو...... آواز نے کہا اور تلک چند مسکرانے لگا۔

"تم نے میرا دل ہاتھ بھر کا کر دیا ہے...... اب وہ مجھ سے چالاکی کی کوئی بات نہیں کر سکے گی...... تم چنتا مت کرو، کل صبح سے ہی لو، صبح سے میں اسے بے وقوف بنانا شروع کروں گا...... اور تلک چند مطمئن ہو گیا...... وہ پریشانی جو اس کے سینے میں کروٹیں بدل رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی سچ مچ ختم ہو گئی...... وہ خاصا ہشاش بشاش ہو گیا"۔

دوسری صبح جب وہ کیدوراج کے سامنے پہنچا تو وہاں پر بھان متی اور پوجا بھی موجود تھیں...... تلک چند نے بڑے پریم سے مسکرا کر پوجا کی جانب دیکھا...... اس کی آنکھوں میں محبت ناچ رہی تھی اور پوجا نے اس محبت کو محسوس کیا اور اس کا دل بھی خوشی سے ناچ اٹھا...... اس نے فاتحانہ انداز میں اپنی ماں کی جانب دیکھا۔

بھان متی خود بھی تلک چند کی یہ کیفیت دیکھ چکی تھی...... وہ مسرت سے مسکرانے لگی، ان کے خیال میں ان کا کام بن گیا تھا لیکن یہ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے...... تلک چند کے دل میں کیا ہے...... یہ بات تو کوئی نہیں جان سکتا تھا...... تلک چند اب اس قدر پریشان نہیں تھا...... ان دیکھی آواز کے گم ہو جانے کے بعد اس کے ذہن نے بہت کچھ سوچا تھا...... رہی پوجا کے گیان کی بات تو اب وہ اس کے بارے میں بھی اچھی طرح جان گیا تھا۔

یوں مختلف لوگوں کے من میں مختلف خیالات تھے...... ناشتے کے بعد پوجا اٹھ کھڑی ہوئی...... "ماما جی!...... اگر آپ آگیا دیں تو میں ہری راج جی کے ساتھ سیر کر آؤں، مجھے آپ کی یہ بستی بڑی ہی پسند آئی ہے"۔

"مجھے کیا اعتراض ہے" کیدوراج نے کہا۔

"ان دونوں کے جانے کے بعد بھان متی نے کیدوراج کو دیکھتے ہوئے کہا"۔

"بھیا یہ دونوں کیسے لگتے ہیں؟"۔

"کون دونوں؟"۔

"میرا مطلب ہے ہری راج اور پوجا"۔

"دونوں بچے ہیں اور بچے کس کو سندر نہیں لگتے"۔

"میں کسی اور خیال سے کہہ رہی ہوں"۔

"کس خیال سے؟"۔

"اگر ہم ان دونوں کا وواہ کر دیں تو؟" بھان متی نے کہا اور کیدوراج چونک پڑا...... اس

چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے...... پھر اس نے عجیب سے انداز میں کہا"۔

"بھان متی بہن" پوجا بھی میری ہی بچی ہے...... لیکن تم جانتی ہو کہ میری کوئی اولاد ہے اور ہری راج کو میں نے منہ بولا بیٹا بنایا ہے...... وہ آئندہ ہونے والا راجہ ہے اور ں کی شادیاں سیاسی ہوتی ہیں...... میں اپنی حکومت، اپنی ریاست کو وسیع کرنا چاہتا...... میرے من میں تو بڑی آشا تھی کہ حکومت دور دور تک پھیلا دوں پر تقدیر نے اتھ نہ دیا اور میں ناکام رہا، لیکن یہ کام میں ہری راج کے ذریعے کرنا چاہتا ہوں"۔

"وہ کیسے؟"۔

"جگ پور کے راجہ ہرنام سہائے کے یہاں کوئی بیٹا نہیں ہے، بس اس کی ایک بیٹی ہے نام حکومت کے لئے نامزد کر چکا ہے...... میں چاہتا ہوں کہ ہری راج کی شادی ہرنام کی بیٹی سے کر دوں تاکہ یہ دونوں سلطنتیں ایک ہو جائیں اور اس کے بعد میں ایک اہش پوری کروں گا...... بہت پرانی"۔

"وہ کون سی خواہش ہے" بھان متی نے پوچھا۔

"ے چند کی سلطنت کو قابو میں کرنے کی"۔

......☆......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھان متی عجیب سی نگاہوں سے کیدوراج کو دیکھنے لگی...... اس کی آنکھوں مِ سلگ رہے تھے، لیکن چالاک عورت تھی، حالات پر قابو پانا جانتی تھی، اپنے اعصاب میں رکھ سکتی تھی، اس لئے چند لمحات کے اندر اندر اس نے خود کو پرسکون کر لیا اور کیا کو یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ اس کے دل میں کوئی خاص بات ہے۔

کیدوراج خوشی کے عالم میں اپنے دل کی کہانی سنا رہا تھا...... اس نے کہا۔

"بھان متی وشواش کرو، یقین کرو میری اس بات پر جے چند کی حکومت پر قبۃ میری اولین خواہش ہے...... میں نے اس کے بڑے بڑے منصوبے بنائے تھے لیکن جہ اپنی محنت میں کامیاب ہو گیا تو مجھ سے ایک غلطی ہو گئی...... ایک بھول ہو گئی مجھ ۔ میں جے چند کے میلے میں شریک ہو گیا...... وہاں نجانے کیسے جے چند کو میرے ارادو بارے میں معلوم ہو گیا اور اس کمبخت نے میرے خلاف ایک سازش کی، ایسی سازش نے مجھے گہرے گڑھے میں دھکیل دیا...... لوگ طنزیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے...... مجھے اپنی حیثیت بچانا مشکل ہو گئی...... مجھے راجہ کے بجائے چور سمجھنے لگے اور یہ سب کی وجہ سے ہوا...... اس کی کوششوں کی وجہ سے ہوا، میں تو ناکام ہو کر واپس آ گیا لیکن وقت سے میرے من میں چتا سلگ رہی ہے...... ایک ایسی چتا جسے بجھایا نہیں جا سکتا...... راج کی آنکھوں میں واقعی شعلے سلگ رہے تھے۔

"مگر کیدوراج مہاراج جے چند تو مر چکا ہے" بھان متی نے کچھ سوچ کر کہا۔

"جے چند تو مر چکا ہے بھان متی بہن لیکن اس کی سلطنت تو باقی ہے اور اس وقت

سلطنت پر جو شخص حکومت کر رہا ہے اس کا نام مادھو لال ہے"۔

"مادھو لال کون ہے؟" بھان متی نے پھر ہنستے ہوئے پوچھا۔

"مادھو لال جے چند کا بھائی ہے اس نے راجہ جے چند کو قتل کرنے کے بعد اس کے پر قبضہ کیا ہے...... اور اب مجھے اس تخت پر قبضہ کر کے ایک بار خود کو اس راجدھانی کا سردار کہلوانا ہے" کیدوراج نے جواب دیا۔

"مگر میں نے تو سنا تھا کہ مادھو لال سے تمہاری دوستی ہے بھان متی نے پوچھا؟"۔

"ہاں مادھو لال سے ایسی ہی دوستی ہے جیسی کہ راجاؤں کی راجاؤں سے ہوتی ہے...... ے معنوں میں سلطنتوں کی سلطنتوں سے ہوتی ہے...... ہم اس دوستی کو راج نیتی کہہ سکتے ر تم اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہو گی بھان متی کہ دوستی الگ چیز ہوتی ہے اور راج ل چیز...... میں مادھو لال سے ملنے گیا تھا...... بدھائی دی تھی میں نے اسے، لیکن اس بھی میرے من میں یہی بات تھی کہ مادھو لال جب بھی میرا بس چلا تو میں تجھے اس ے اتار کر خود اس گدی پر قبضہ کر لوں گا اور یہ خیال آج بھی میرے من میں موجود ...... تم جانتی ہو بھان متی، میری کوئی اولاد نہیں تھی، میں نے ایک ایسے گمنام لڑکے کو ر پالا ہے جس کا دعویدار کوئی نہیں ہے، جس جگہ سے میں نے اسے لیا اور جس شخص کے ہ موجود تھا وہ خود بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، چنانچہ آنے والے وقت میں وہ ات کو بھول جائے گا کہ کیدوراج میرا باپ نہیں ہے...... میری سلطنت کا حکمران بنے ھر اس وقت جب میں اس کی شادی کرنے کے بعد ایک اور سلطنت پر قابض ہو جاؤں گا دونوں قوتیں مادھو لال کے خلاف صف آراء ہوں گی اور پھر...... پھر مادھو لال سڑکوں یوں کی خاک چھانتا پھرے گا...... راج گدی ہماری ہو گی تو بھان متی تم اس بات سے ئی ہو گی کہ ہری راج کا جیون ایک مقصد کی وجہ سے ہے...... اگر میرے سامنے یہ مقصد تا تو ہری راج میرے پاس نہ ہوتا...... بھان متی میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں، ظاہر ؤ میری بہن ہے، اگر ہری راج میرا بیٹا ہوتا اور ایسی کوئی بات میرے من میں نہ ہوتی جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری ضرورت بھی ہے تو میں بڑی خوشی سے پوجا کا وواہ اس سے کر دیتا، لیکن ان حالات میں
تم خود اچھی طرح جانتی ہو۔

"ہاں میں جانتی ہوں...... بھان متی نے گہری سانس لے کر کہا"۔

"مجھے یقین ہے بھان متی، تمہیں میری اس بات کا دکھ ہوا ہو گا مگر میری مجبوری ا
بھی تم اچھی طرح سمجھتی ہو"۔

"ہاں میں تمہاری مجبوریوں کو اچھی طرح سمجھتی ہوں" بھان متی نے پرخیال اندا
میں کہا"۔

"تو پھر تم مجھے بتاؤ کہ اس بات پر تم نے مجھے شما کر دی ہے" کیدو راج نے محبت سے پوچھا۔

"ارے نہیں کیدو راج کیسی باتیں کرتے ہو، یہ بات تو بس میرے من میں یونہ
آ گئی تھی...... اگر تم پوجا کو سویکار کر لیتے تو دوسری بات تھی اور اگر تم نے یہ بات کہہ د
ہے تو یہ بھی ٹھیک ہے، مجھے تو بس تمہاری خوشی چاہئے آخر تم بھی میرے بھائی ہو اور میں
اگر تمہیں کچھ دے نہیں سکتی تو تم سے کچھ لوں گی بھی نہیں، بس ٹھیک ہے...... میں نے ت
سے اپنے من کی بات کہی اور تم نے مجھے اپنی اچھا بتا دی، اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے"
بھان متی نے مسکرا کر کہا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ بھان متی...... تم نے مجھے ایک پریشانی سے بچا لیا"۔

"کیوں تمہیں کیا پریشانی ہوتی؟"۔

"تمہارا من ٹوٹنے کی"۔

"اوہ...... بھان متی نے عجیب سے انداز میں کہا"۔

"ہاں وشواش کرو بھان متی، تمہارا من ٹوٹتا تو مجھے ہی دکھ ہوتا مجھے تم سے بڑا ہی پریم
ہے...... میں نہیں چاہتا کہ تم میرے بارے میں کوئی بری رائے رکھو"۔

"اچھا چھوڑو اس سارے قصے کو، ایک بات تو بتاؤ" بھان متی بولی۔

"ہاں ہاں پوچھو"۔

"کیا ہری راج اس شادی کے لئے خوشی سے تیار ہو جائے گا...... جو تم چاہتے ہو؟"۔

"ہری راج کی کیا مجال ہے کہ وہ تیار نہ ہو" کیدو راج بولا۔

"بچہ ہے...... ممکن ہے دماغ میں کچھ اور خیال آ جائے"۔

"اسے وہی سب کچھ کرنا ہو گا بھان متی جو میں چاہوں گا...... اسے اپنی مرضی سے کوئی
م کرنے کی اجازت نہیں ہے...... کیدو راج نے کہا اور بھان متی اسے دیکھنے لگی۔

"تو تم اس شادی میں اس کی اچھا معلوم نہیں کرو گے؟"۔

"نہیں اس کے لئے اتنا ہی کافی ہو گا کہ میں جو چاہتا ہوں وہی ہو جائے اور اسے میرے
م کی تعمیل کرنا ہو گی...... بڑا ہی ہونہار بچہ ہے جس ماں کی اولاد ہے وہ واقعی قابل فخر
ہے...... بڑی ہی عزت کرتا ہے وہ میری، میرا احسان مند ہے، کبھی کوئی ایسا کام نہیں کرے گا
ں سے مجھے تکلیف ہو......" کیدو راج نے کہا اور بھان متی مسکرانے لگی...... اس کے دل
ں کیا تھا یہ بات سنسار میں کسی کو معلوم نہیں تھی"۔

......☆......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پوجا ہواؤں کے دوش پر سفر کر رہی تھی...... خوبصورت رتھ ان دونوں کو لئے اڑا چلا جارہا تھا...... رتھ میں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے اور گھوڑوں کی لگامیں پوجا نے اپنے ہی ہاتھوں میں پکڑ رکھی تھیں...... راجکمار تلک چند بھی اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

پوجا کے لمبے لمبے بال ہواؤں میں اڑ رہے تھے اور اس کے چہرے پر عجیب سی تمکنت اور جیت لینے کا غرور تھا...... آئی تو وہ کسی اور کی سازش کا شکار ہو کر تھی، لیکن خود ہی محبت کا شکار ہو کر رہ گئی تھی...... تلک چند کی شخصیت نے اس پر ایسا جادو کر دیا تھا کہ اب وہ تلک چند کے بغیر کچھ سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔

گھوڑے دوڑانے والوں کے اشارے پر دوڑ رہے تھے اور ان کی منزل نہ معلوم تھی...... کافی دیر ہو گئی تو تلک چند نے ہی پوجا کو مخاطب کیا اور وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھنے لگی"۔

"کہاں چل رہی ہو پوجا"۔

"جہاں یہ رتھ لے جائے" پوجا نے مسکرا کر کہا۔

"واہ...... لیکن کوئی منزل تو ہو گی تمہاری"۔

"منزل...... بھگوان کی سوگند تلک چند منزل کے تصور ہی سے وحشت ہوتی ہے...... دل چاہتا ہے یہ گھوڑے فضاء میں بلند ہو جائیں اور ہمیں بادلوں کے ان سفید سفید غولوں کے درمیان لے جائیں جو نیلے آکاش پر اڑتے ہوئے بڑے ہی حسین لگتے ہیں...... بادلوں کے سرمئی ٹکڑے ہمیں خود ہی بھینچ لیں اور ان کے اندر سے پھوٹتی ہوئی پھواریں ہمیں

وریں...... پھر ہمارا یہ رتھ چاند کی بستی میں پہنچ جائے...... جہاں سونے کے درخت تے ہیں...... جہاں دریاؤں میں سنہرا پانی بہتا ہے...... ہم اس سنہرے پانی کے پاس بیٹھ کر دوسرے سے پریم کی باتیں کریں اور سنہرا پانی ایک دوسرے پر اچھالیں...... پھر یوں کہ ہم دونوں کے بدن سنہرے پانی میں بھیگ جائیں اور بدن کا رنگ سونے کا رنگ ہو جائے یہ رنگ کبھی نہ چھوٹے...... یہ سنہرا پن لئے جب ہم آکاش سے اس دنیا میں آئیں تو لوگ سمجھیں کہ چاند کے باسی آکاش سے دھرتی پر اتر آئے ہیں، پھر یوں ہو تلک چند کہ ہمیں سنسار کے باسیوں کی حیثیت سے نہ جانا جائے بلکہ ہم جہاں بھی ہوں انوکھے ہوں، لوگ دونوں کو دیکھ کر یوں سمجھ لیں کہ پوجا تلک چند کے لئے ہے اور تلک چند پوجا کے لئے ہے...... کوئی اور ان دونوں کے درمیان دخل دینے والا نہیں ہے"۔

"اوہ" تلک چند نے گہری سانس لی اور ہنسنے لگا...... اوہ پوجا واہ...... تم نے مجھے بھی ابوں کی وادیوں میں پہنچا دیا تھا۔

تلک چند بھگوان کی سوگند میرا من یہی چاہتا ہے۔

"ضرور چاہتا ہو گا، مگر من ایسی انوکھی باتیں چاہنے لگے تو...... تو یہ اچھا نہیں ہے پوجا"۔

"مجھے چاہنے دو...... تلک چند مجھے چاہنے دو...... بس میری یہ آشا ہے کہ ہم یونہی دوڑتے چلے جائیں"۔

"تمہاری آشا سے یہ گھوڑے تھک جائیں گے پوجا...... ان بیچاروں کو کیوں تھکا رہی ہو" تلک چند نے کہا اور پوجا ہنسنے لگی۔

"تمہیں ان پر رحم آ رہا ہے؟"۔

"ہاں"۔

"روک دوں انہیں؟"۔

"ہاں روک دو"۔

"اسی جگہ؟ پوجا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا...... پھر بولی"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں تلک چند یہاں نہیں"۔

"کیوں؟"۔

"بس تھوڑی سی دور اور...... وہ دیکھو وہ جو سامنے پہاڑی نظر آ رہی ہے، یوں لگتا ہے جیسے زمرد کی بنی ہوئی ہو...... اس کے پاس چل کر اس کے دامن میں بیٹھیں گے پھر وہیں باتیں کریں گے" پوجا نے دور ایک سمت اشارہ کیا اور تلک چند ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا...... دل ہی دل میں وہ پوجا کو برا بھلا کہہ رہا تھا"۔

پاگل لڑکی جو خیالات تو نے اپنے دل میں قائم کر رکھے ہیں وہ کبھی پورے نہیں ہوں گے...... یہ سارے خیالات میرے لئے ایک خواب سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتے...... جب اس خواب سے تیری آنکھ کھلے گی تو تو حیران رہ جائے گی، تو میرے خلاف سازش کرنے آئی تھی...... میں تیرے سامنے بے بس ہو گیا تھا...... اگر میری زندگی، میری روح، میری مدد نہ کرتی تو شاید میں پوری نیند سو بھی نہیں پاتا...... اگر وہ مجھے تیرے بارے میں آگاہ نہ کرتی تو میں یہی سوچتا رہ جاتا کہ تجھے میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا، بڑا ہی پریشان ہوتا میں...... لیکن پوجا جس طرح تو نے میرے اوپر قابو پانے کی کوشش کی تھی اس طرح میں بھی تجھ پر قابو پاؤں گا، تو نے میرے خلاف سازش کی ہے میں بھی تیرے خلاف سازش کروں گا"۔

پوجا ان باتوں سے بے خبر رتھ اڑائے چلی جا رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد وہ اس سرسبز پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے جو زیادہ اونچی نہیں تھی لیکن اوپر سے نیچے تک سرسبز گھاس سے لدی ہوئی تھی، یہ گھاس اتنی ہری تھی کہ دور سے اسے دیکھ کر زمرد کا ہی گمان ہوتا تھا...... پوجا نے رتھ پہاڑی کے دامن میں روک دیا۔

ایک چھوٹا سا برساتی تالاب بنا ہوا تھا جس میں بطخوں کے کئی جوڑے تیر رہے تھے...... دیکھنے میں یہ جگہ واقعی بہت حسین لگتی تھی، تلک چند اس سے پہلے یہاں نہیں آیا تھا...... اس نے مسکرا کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڑی حسین جگہ ہے پوجا" کیا اس سے پہلے تم یہاں آ چکی ہو؟"۔

"ہاں"۔

"کب؟"۔

"خوابوں میں"۔

"اوہ تم تو ہر وقت خواب ہی دیکھتی رہتی ہو"۔

"نہیں تلک چند تم یقین کرو میں نے خوابوں میں اس جگہ کو دیکھا ہے"۔

"تعجب کی بات ہے تمہیں خوابوں میں ایسی جگہیں نظر آتی ہیں"۔

"ہاں...... دیکھو نا مجھے میرے خوابوں کی تعبیر مل گئی"۔

"غلط" تلک چند بولا۔

"کیا مطلب؟"۔

"یعنی اس سے تک تو تم نے بھی مجھے نہیں دیکھا ہوگا، جب تم نے خواب دیکھا ہوگا اگر اسے خوابوں کی وادی مل گئی ہے تو میں اس میں کہاں ہوں گا؟"۔

"نہیں تلک چند تم موجود تھے"۔

"اچھا جی...... اب تم ہمیں خوابوں میں بھی دیکھتی رہی ہو"۔

"ہاں میں تمہیں خوابوں میں بھی دیکھتی رہی ہوں...... اگر نہ دیکھتی رہتی تو تم تک پہنچتی"۔

"تمہارا گیان تمہیں میرے پاس لایا ہے"۔

"ہاں...... میرے گیان نے ہی تمہیں دیکھا تھا...... تلک چند یہ گیان میرے من میں اور میرے من کی آنکھوں میں تمہاری صورت بسی ہوئی تھی"۔

پوجا نے کہا...... اور دونوں رتھ سے نیچے اتر آئے...... پوجا اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس مرغزار کے ایک خطے میں پہنچ گئی جہاں جنگلی پھول کثرت سے اُگے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ گھاس کا ایک قطعہ دور تک چلا گیا تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر تالاب کی بطخیں نظر آتی تھیں...... تالاب میں کنول کے پھول

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھلے ہوئے تھے جن کے درمیان سے گزرتی ہوئی یہ حسین بطخیں بے حد دلکش لگ رہی
وہ کافی دیر تک اس منظر کو دیکھتے رہے...... پھر پوجا نے کہا۔

"ایک بات محسوس کر رہے ہو تلک چند"۔

"کیا......؟" تلک چند نے پوچھا۔

"سارے سنسار میں پریم ہی پریم بکھرا ہوا ہے...... اگر پریم منش کے من کی بھاؤ ہوتی تو بھگوان اسے دھرتی پر کیوں اتارتا...... تم نے دیکھا تلک چند سارے سنسار پر اس پر کا اثر ہے...... یہ جانور جو معصوم ہوتے ہیں جو کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے...... یہ بھی پر کرتے ہیں اور نقصان پہنچانے والے جانور بھی ایک دوسرے سے پریم کرتے ہیں...... اگر ا کے درمیان پریم نہ ہوتا تو ان کی درندگی ان کی ہلاکت کا باعث بن جاتی...... اس سے تم ا بات کا اندازہ کرو کہ پریم کتنی بڑی چیز ہے۔

"تو میں نے کب اس سے انکار کیا ہے پوجا"۔

"کس سے؟" پوجا نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"پریم سے"۔

"تم پریم کرتے ہو تلک چند"۔

"ہاں" تلک چند نے جواب دیا اور پوجا کی آنکھیں بے خودی سے بند ہونے لگیں......
پھر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ...... رات کو تم نے کوئی سپنا دیکھا تھا"۔

"کوئی سپنا نہیں دیکھا"۔

"جھوٹ بول رہے ہو"۔

"کیوں...... اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے"۔

"مجھے یقین ہے کہ رات کو تم نے کوئی سپنا دیکھا ہے"۔

"واہ بھئی...... خود بھی خواب دیکھتی ہو اور دوسروں کے بارے میں بھی یہ یقین کر لیتی

ہو کہ وہ بھی رات بھر خواب ہی دیکھتے رہتے ہوں گے...... ارے نہیں پوجا دیوی میں بڑے آرام کی نیند سوتا ہوں...... خوابوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے" تلک چند نے کہا۔

"میں نہیں مانتی"۔

"آخر کیوں نہیں مانتیں"۔

"اس لئے کہ جب صبح تم مجھے ملے تھے تلک چند تو تمہارے اندر ایک خاص تبدیلی محسوس کی تھی میں نے"۔

"ہوں...... کیا تبدیلی تھی بھلا؟" تلک چند نے پوچھا۔

"تمہاری آنکھوں میں پریم بسا ہوا تھا"۔

"مجھے تو نظر نہیں آیا"۔

"مجھے نظر آیا تھا" پوجا نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے کسی ایک کو نظر آنا چاہئے...... تمہیں نظر آ گیا اچھی بات ہے" تلک چند نے کہا اور ہنسنے لگا۔

"مجھے بتاؤ گے نہیں تلک چند"۔

"کیا بتاؤں بھئی؟"۔

"یہی کہ تمہارے من میں یہ اچانک پریم کیسے جاگ اٹھا"۔

"پوچھے بغیر نہیں مانوں گی" تلک چند نے کہا۔

"ہاں نہیں مانوں گی"۔

"بس میں تمہاری باتوں کے بارے میں سوچتا رہا، پھر میں نے یہ سوچا پوجا کہ منش کو اگر سنسار میں پریم ملے تو اسے پریم ٹھکرانا نہیں چاہئے...... وہ ہمیشہ پریم کا بھوکا رہتا ہے...... میرے من نے یہ نہیں چاہا پوجا کہ میں تمہارا دل توڑ دوں، پر مجھے پریشانی ہے"۔

"کیا پریشانی ہے ہری راج مجھے نہیں بتاؤ گے" پوجا نے کہا۔

"کہیں میں تم سے پریم کر کے کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں"۔

"کیوں؟" پوجا نے پوچھا۔

"بس تم جانتی ہو ابھی میں راجکمار ہوں...... راج گدی مجھے نہیں ملی...... میں یہ نہ کہتا کہ کیدو راج جی کو کوئی نقصان پہنچ جائے، مگر تم یہ سوچو کہ اگر انہوں نے ہم دونوں کو کرنا پسند نہیں کیا تو کیا ہوگا" تلک چند نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا" پوجا نے سخت لہجے میں کہا۔

"تم کیسے کہہ رہی ہو؟"۔

"بس میں کہہ رہی ہوں"۔

"تمہارا گیان بھی یہی کہتا ہے کیا" تلک چند نے پوچھا۔

"میں نے اپنے گیان سے یہ بات کبھی معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی، لیکن ہر راج مجھے تمہارے لئے یہی سب کچھ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو میں کرلوں گی"۔

"کیا؟"۔

"یہ آنے والا سمے بتائے گا" پوجا نے جواب دیا۔

"بڑے خطرناک ارادے ہیں تمہارے پوجا" تلک چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی سمجھو" پوجا نے جواب دیا اور پھر محبت بھری نگاہوں سے ہری راج کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتی تلک چند" اور تلک چند پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"دیکھو پوجا تم مجھے بار بار تلک چند کہہ رہی ہو...... تمہارا یہ کہنا میرے حق میں برا بھی ہو سکتا ہے"۔

"کیا کروں بھول جاتی ہوں...... بس دل چاہتا ہے تمہیں تلک چند ہی کہوں"۔

"تمہارا تو دل چاہتا ہے، پر اگر کسی نے سن لیا تو میری تو جان ہی چلی جائے گی"۔

"بھگوان نہ کرے تلک چند...... اوہ...... بھگوان نہ کرے ہری راج اچھا میں وعدہ کرتی ہوں...... آئندہ تمہیں تلک چند نہیں کہوں گی، ہری راج ہی کہوں گی"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں پوجا میں ہری راج ہی ہوں...... اس لئے تم مجھے ہری راج ہی رہنے دو میرا فائدہ ں ہے" تلک چند نے کہا اور دونوں ہنسنے لگے۔

لیکن واپس آنے کے بعد بھان متی کی پوجا سے ملاقات ہوئی اور بھان متی نے جو کچھ سنایا اسے سن کر پوجا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں...... بھان متی بے چینی سے اس کا انتظار ی تھی...... شام ڈھلے پوجا گھر پہنچی تھی، بھان متی نے اس سے کوئی سخت سوال نہیں کیا ۔ یہ دونوں ماں بیٹیوں کا گٹھ جوڑ تھا، ماں بھی یہی چاہتی تھی کہ بیٹی پوری طرح ہری راج ے قبضے میں لے لے اور بیٹی ماں کی خواہش ہی پوری کرنے گئی تھی...... اب یہ دوسری ہے کہ وہ خود بھی ہری راج کا شکار ہو گئی تھی۔

بھان متی کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر پوجا مسکرادی۔

"کیا بات ہے ماتا جی...... بڑی چپ چپ سی ہیں"۔

"میں بڑی بے چینی سے تیرا انتظار کر رہی تھی پوجا"۔

"اچھا...... کیوں؟" میں نے تو تم سے کہا تھا ماتا جی کہ میں دیر سے آؤں گی۔

"یہ بات نہیں ہے ری"۔

"تو پھر کیا بات ہے"۔

"تیرے آنے کی تو مجھے چنتا نہیں تھی، میں جانتی تھی کہ تو دیر سے آئے گی ظاہر ہے ری راج کے ساتھ گئی تھی...... چنتا تو ایک اور بات کی ہے"۔

"کس بات کی ماتا جی" پوجا نے پوچھا۔

"جا پہلے دروازے بند کر دے اور ادھر آ میرے پاس آ کر بیٹھ" سنا نہیں ہے کہ لوں کے بھی کان ہوتے ہیں...... ہمیں جو کچھ کرنا ہے نہایت ہوشیاری سے کرنا ہے کسی ی خبر نہیں لگنی چاہئے"۔

"کوئی خاص ہی بات معلوم ہوتی ہے ماتا جی؟"۔

"ہاں...... ہاں خاص ہی بات ہے...... چل تو دروازہ تو بند کر دے جلدی سے...... بھان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

متی نے کہااور پوجانے جلدی سے دروازہ بند کردیا...... یوں بھی آج وہ بہت خوش تھی کیو
ہری راج نے اس سے اپنے دل کی تمام باتیں کہہ دی تھیں...... وہ جو یہ عظیم مقصد لے کرا
فاصلہ طے کر کے آئی تھی اس میں کامیاب ہوگئی تھی...... اس کی آنکھوں میں کامیابی رقصا
تھی، جبکہ بھان متی کی آنکھوں میں فکر و تردد کی پرچھائیاں تھیں...... پوجا جب اس
سامنے بیٹھ گئی تو بھان متی نے کہا"۔

"جب تم دونوں اجازت لے کر وہاں سے چلے تھے تو میں نے تمہارے جانے کے با
کیدوراج کے من کو ٹٹولا"۔

"اچھا ماتاجی کیا کہا آپ نے ان سے" پوجا نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میں نے اس سے یہی کہا تھا کہ آپ کو یہ دونوں کیسے لگتے ہیں...... اس کے جواب م
کیدو نے جو کچھ کہا وہ بہت ہی پریشان کن بات ہے"۔

"کیا کہا ماتاجی" پوجا نے اب کسی قدر تشویش سے پوچھا۔

"میں نے صاف صاف کہا کیدوراج سے کہ اگر ان دونوں کو ایک کر دیا جائے تو ب
رہے گا اور اس نے اس بات سے منع کر دیا"۔

"کیا ماتاجی" پوجا چلا اٹھی۔

"ہاں پوجا اس نے مجھے منع کر دیا اور افسوس بھی کرنے لگا اس کا لیکن جو بات اس
مجھ سے کہی وہ بڑی عجیب ہے"۔

"کیا کہا اس نے"۔

"اس نے کہا کہ راجاؤں کی شادیاں سیاسی ہوتی ہیں، میں اپنی ریاست کو وسیع کرنا چا
ہوں...... میرے من میں بڑی آشا ہے کہ اپنی حکومت دور دور تک پھیلا دوں، اس کے ل
میں نے جگ پور کے راجہ رام سہائے کی بیٹی سے ہری راج کا وواہ کرنے کی سوچی ہے، کیونک
رام سہائے کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور اس کی بیٹی کی شادی جس شخص سے ہوگی وہی اس ک
سلطنت کا وارث بنے گا، چنانچہ میں رام سہائے کی بیٹی سے ہری راج کی شادی کروں گا"۔

"پھر...... پھر کیا ہوا ماتاجی" پوجا نے پوچھا...... اس کی آنکھوں کی روشنی اچانک مدھم
ھی اور اب وہ کسی قدر تشویش زدہ نظر آ رہی تھی۔

"کچھ نہیں پوجا اس کے بعد میں نے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموش ہوگئی بھان متی نے کہا"۔

"کیوں ماتاجی تم نے ضد نہیں کی؟"۔

"نہیں پوجا اگر میں ضد کرتی تو کیدوراج ہماری طرف سے دل برا کر سکتا تھا اور
رت وہ راجہ ہے، اگر وہ آج ہی ہمیں اپنی راجدھانی سے چلے جانے کا حکم دے دے تو
طاقت ہمیں یہاں روک سکتی ہے"۔

"گرو گردھاری لال کی طاقت بھی نہیں ماتاجی"۔

"نہیں گروجی اس مسئلے میں کچھ نہیں کریں گے...... اگر وہ خود ہی کچھ کرنا چاہتے تو پھر
ں مقصد کے لئے یہاں نہ بھیجتے بلکہ خود ہی سارا کام کر لیتے"۔

"مم...... مگر پھر کیا ہوگا ماتاجی؟ پھر کیا ہوگا" یہ تو بڑی ہی پریشانی کی بات ہے۔

"کوئی گہری ہی بات سوچنی پڑے گی پوجا...... میں تو اس لئے خاموش ہوگئی کہ کیدو
ے لئے کسی پریشانی کا شکار نہ ہو اور ہم اطمینان سے اپنا آئندہ کا منصوبہ سوچیں"۔

"تو تمہارے من میں کچھ ہے ماتاجی؟"۔

"ابھی تک تو کچھ نہیں ہے پوجا...... لیکن کچھ نہ کچھ تو سوچنا ہی پڑے گا"۔

ایک بات میں کہے دیتی ہوں ماتاجی کہ میں ہر قیمت پر ہری راج سے شادی کروں
ر مہاراج کیدوراج نے اس سلسلے میں ہمارے ساتھ سختی کی تو پھر بہت برا ہوگا......
برا...... میں جان کی بازی لگا دوں گی پوجا نے کہا اور بھان متی پریشان ہوگئی۔

ہوش کی باتیں کرو پوجا...... ہوش کی باتیں کر...... کیسی باتیں کر رہی ہے تو، دیکھتے
ت کون سا رخ اختیار کرتے ہیں، کوئی عمدہ سی ترکیب سوچتے ہیں تو ایسی ویسی باتیں
پنے من کو خراب نہ کر"۔

نہیں ماتاجی ہری راج اب میرا جیون بن چکا ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو کون تجھ سے تیرا جیون چھین رہا ہے...... پگلی کہیں کی...... میں کہہ رہی ہوں نا عقل سے کام لے، ابھی تو ہری راج ہمارا آلہ کار بن سکتا ہے تو مجھے اس بات کا جواب دے کہ خو ہی اس سے من ہار بیٹھی ہے یا وہ بھی تیری طرف متوجہ ہوا ہے"۔

"نہیں ماتا جی آگ دونوں طرف برابر ہے"۔

"تو پھر کس بات کی چنتا ہے بھان متی اچانک خوش ہو گئی، ہری راج خود سوچے گا"۔

"نہیں ماتا جی وہ بڑا معصوم ہے...... بری باتیں تو وہ سوچ ہی نہیں سکتا، جو کچھ سوچنا ہو ہمیں ہی سوچنا ہو گا"۔

"ہاں ہاں معصوم تو تو بھی ہے جو پریم ناٹک رچا کر بیٹھ گئی...... پاگل ہری راج سے بات کرنا میری یہ بات اس سے کہہ دینا کہ ماتا جی نے کیدو ماما سے یہ بات کہی تھی تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا، دیکھنا یہ ہے کہ ہری راج اس سلسلے میں کیا کہتا ہے...... ہری راج کے من کی یہ بات معلوم ہو جائے تب پھر ہم کچھ اور سوچیں گے"۔

"مگر ماتا جی اب تو اس سے کل ہی بات ہو سکے گی"۔

"تو کل کر لینا مری کیوں جا رہی ہے"۔

"میں رات کو سکھ کی نیند کیسے سو سکوں گی؟"۔

"بستر پر لیٹنا، آنکھیں بند کرنا اور سو جانا"۔

"نہیں ماتا جی یہ کام اب اتنا آسان نہیں ہے"۔

"پوجا تو اپنی ماتا کے سامنے ہے...... یہ بات کیوں بھول رہی ہے"۔

"میں جانتی ہوں ماتا جی...... مگر میں تو اتنا لمبا سفر کر کے یہاں نہیں آئی تھی...... تم ہی مجھے لائی تھیں نا...... اور اب جب میرے من کو پریم کا روگ لگ گیا ہے تو تم مجھے ڈانٹ رہی ہو"۔

"میں ڈانٹ نہیں رہی پگلی...... میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ جو بھی کام کرو شانتی سے کرو...... منش کے من سے شانتی چلی جائے تو پھر اسے کچھ نہیں ملتا تو اس بات کو اچھی طرح

سوچ لے...... تیری کوئی لغزش تیرے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے...... تیرے ہی لئے نہیں بلکہ میرے لئے بھی اور پھر ہمارا سارا ناٹک دھرے کا دھرا رہ جائے گا اور ابھی تو ہم ید و راج کی راجدھانی میں ہی ہیں اور کیدو راج ہماری کوئی بری بات معاف نہیں کرے گا، اس کے من کو اچھی طرح جانتی ہوں...... بڑا کینہ پرور آدمی ہے جس سے دشمنی کرتا ہے را جیون اس سے دشمنی نبھاتا ہے...... کیا تو چاہتی ہے کہ ہم کیدو راج کو دشمن بنا لیں"۔

"نہیں ماتا جی میں یہ تو نہیں چاہتی...... لیکن اب تو وہ ہمارا دوست بھی نہیں رہا ہے"۔

"ٹھیک ہے دشمن کو گڑ سے مارنا چاہئے، پگلی گڑ سے، بھان متی نے گہری سانس لے کر ا اور پوجا پریشان انداز میں کچھ سوچنے لگی...... دن کے گزرے ہوئے واقعات اس کی نکھوں میں گھوم رہے تھے...... وہ ہری راج کی ایک ایک ادا پر واری جا رہی تھیں، یوں بھی ی راج اسے پسند تھا اور اوپر سے ہری راج نے اس سے پریم کا اظہار کر دیا تھا...... ہری راج ا اسے اس طرح چاہنے لگا تھا جیسے وہ ہری راج کو چاہتی تھی...... یہ ساری باتیں پوجا کو یاد ہی تھیں اور ان باتوں نے اسے رات بھر سونے نہ دیا...... صبح کو جب بھان متی نے اس کی خ آنکھیں دیکھیں تو اسے گھور کر رہ گئی۔

"تو وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا" اس نے کہا۔

"کیا ماتا جی"۔

"تو سوئی نہیں ہے ساری رات؟"۔

"ہاں ماتا جی" بھگوان کی سوگند بڑی کوشش کی پر نیند نہ آئی مجھے"۔

"دیکھ پوجا آخری بار کہہ رہی ہوں جو لوگ جلد بازی کرتے ہیں وہ جیون میں کبھی یاب نہیں ہوتے، جو کچھ کرنا ہے بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہے اور اس کے لئے من کو ت کرنا بہت ضروری ہے...... چل اشنان کر لے" بھان متی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا

پوجا اشنان کرنے چلی گئی، لیکن اشنان کے دوران بھی وہ یہی باتیں سوچتی رہی تھی...... چاہے کچھ بھی کہہ لے لیکن اسے اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک ہری راج

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ے بات نہ کرلے...... یہ کیدو راج اپنی شامت کو ہی آواز دے رہا تھا...... ہری راج کا حصول اب میرے لئے میرے من کی سب سے بڑی آشا ہے...... میں اسے کسی بھی طرح نہیں چھوڑ سکتی چاہے اس کے لئے مجھے کیدو راج کا خون ہی کیوں نہ کرنا پڑے...... اشنان کرتے وقت وہ یہ سوچ رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ اشنان کر کے نکل آئی تو بھان متی نے اسے بتایا کہ باندیاں انہیں بھوجن کے لئے بلانے آئی تھیں اور میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ پوجا اشنان کر کے نکل آئے تو بس ابھی پہنچ رہی ہوں...... بھان متی نے پوجا کو سمجھاتے ہوئے کہا"۔

"دیکھ پوجا کیدو راج پر یہ بات بالکل ظاہر نہ ہو کہ تیرے من میں کوئی خاص بات ہے...... جیسے کل ملی تھی...... ویسے ہی آج بھی رہنا اور آج یہ نہ کہنا کہ ہری راج کے ساتھ کہیں جا رہی ہوں"۔

"کیوں ماتا جی" پوجا نے پوچھا۔

"اس لئے پوجا کہ اب یہ بات کیدو راج کے کانوں تک پہنچ چکی ہے...... وہ اس بات کو سننے کے بعد تیرا ہری راج سے زیادہ میل جول پسند نہیں کرے گا...... اس کے من میں یہی بات رہے گی کہ کہیں ہری راج اور تو آپس میں پریم نہ کرنے لگیں"۔

"ہاں ماتا جی یہ بات تو ہے...... دشمن کو ہوشیار کرنا ٹھیک نہیں ہے"۔

"بے شک اب تو وہ ہمارا دشمن ہی ہے" بھان متی نے کہا اور پوجا سر ہلانے لگی...... پھر پوجا ہی بولی۔

"ماتا جی ایک بات بتاؤ؟"۔

"ہاں کیا؟"۔

"اگر میں ہری راج سے نہ ملی تو پھر یہ بات میں اس سے کیسے کہوں گی"۔

"پگلی ہے تو تو بالکل...... ہر بات مجھے ہی سمجھانی پڑے گی"۔

"کیوں ماتا جی اس میں پگلی ہونے کی کیا بات ہے"۔

"بے وقوف کیدو راج کے سامنے یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے لیکن وہاں سے نکلنے کے بعد کیا راج، ہری راج کے ساتھ ہی چمٹا رہے گا، ارے کہیں بھی جا کر اسے پکڑ لینا اور چاہو تو ی سے کہیں نکل جانا...... یا اگر نہ چاہو تو تب بھی یہی بہتر ہے کہ تو کسی بھی سنسان جگہ اس سے یہ ساری باتیں کر لے"۔

"سمجھ گئی ماتا جی" پوجا نے مسکرا کر کہا اور دونوں اس جگہ پہنچ گئیں جہاں کیدو راج ان کا کر رہا تھا...... ان کے پہنچتے ہی بھوجن پروسا جانے لگا اور سب لوگ بھوجن کھانے میں ن ہو گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرکاش اور گوند و سخت پریشان تھے...... وہ ڈرتے تھے کہ اگر کہیں مہاراج کو اس بار
میں معلوم ہو گیا تو ان کی زندگیاں مشکل میں پڑ جائیں گی، لیکن دونوں ہی راجکمار نندرا
کے بے حد وفادار تھے اور اس کے لئے جان کی بازی لگانے کو تیار تھے، چنانچہ جب راجک
نندراج نے ان سے کہا کہ وہ پھر دریا پار کر کے اچھوتوں کے علاقے میں جانا چاہتا ہے تو وہ ت
ہو گئے...... سفر کرتے ہوئے پرکاش نے دبے لہجے میں نندراج سے اس بارے میں کہا۔

"مہاراج ہماری جانیں تو ہمیشہ آپ پر نثار ہیں اور رہیں گی، لیکن اگر مہاراج یدراج
معلوم ہو گیا تو آپ سوچیں کہ ان اچھوتوں کے ساتھ کیا سلوک ہو گا"۔

"دیکھو پرکاش تم مجھے یہ بتاؤ کہ مہاراج یدراج کو یہ بات کیسے معلوم ہو سکتی ہے؟"۔

"راجکمار کوئی بھی بھیدی خبر کر سکتا ہے"۔

"مثلاً وہ بھیدی کون ہو سکتا ہے پرکاش" نندراج نے کہا۔

"کوئی بھی مہاراج...... اب ان اچھوتوں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے کوئی آپ
دیکھ کر پہچان لے اور وہ جا کر مہاراج یدراج کو خبر کر دے اور اس خبر کے نتیجے میں وہ کسی قدر
انعام پانے کا خواہشمند ہو"۔

"چھوڑو یار خبر ہو گی تو دیکھا جائے گا...... ہاں ایک بات کا وعدہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ
تمہارے اوپر کوئی بات نہ آنے دوں گا تم یہ سمجھ لو کہ یہ میرا وچن ہے"۔

"مجھے اپنی فکر نہیں ہے مہاراج"۔

"میں اچھوتوں پر کوئی مصیبت نہیں آنے دوں گا پرکاش...... میرا قصور ہے...... سزا
میں ہی بھگتوں گا...... تم بالکل بے فکر رہو، لیکن میں اس بات کو کبھی بھی تسلیم نہیں
کروں گا کہ اچھوتوں سے ملنا پاپ ہے"۔

"مہاراج جو آپ کی آ گیا، مگر جو کچھ کریں سوچ سمجھ کر کریں" پرکاش نے کہا۔

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... تم چنتا مت کرو...... آؤ دریا قریب آ گیا ہے، ہمیں دریا
پار کر لینا چاہئے" راجکمار نندراج نے کہا اور وہ تینوں دریا میں اتر گئے۔

دریا سے تھوڑے فاصلے پر وہ گھاٹ تھا جہاں سنجوگتا نے نندراج سے ملنے کا وعدہ کیا
تھا...... جب وہ وہاں پہنچا تو سنجوگتا اس کی منتظر تھی...... اس کے پیروں کی پائل چھن چھنا رہی
تھی اور اسی پائل کی آواز کے ساتھ ساتھ نندراج سنجوگتا کے نزدیک پہنچ گیا...... وہ اسے دیکھ
کر مسکرا اٹھی تھی...... خوشی سے اس کا انگ انگ ناچ رہا تھا۔

"راجکمار" وہ محبت بھرے انداز میں آگے بڑھی اور نندراج نے اسے اپنے سینے میں دبوچ
لیا...... کافی دیر تک وہ اسے لئے کھڑا رہا، پھر اس کے بالوں کو چوم کر پرسرور لہجے میں بولا۔

"کتنی دیر ہوئی تمہیں آئے ہوئے؟"۔

"بہت دیر ہو گئی" سنجوگتا مخمور لہجے میں بولی۔

"تمہارے بابا نے تو تمہیں نہیں روکا؟"۔

"میں نے بابا کو بتایا ہی نہیں"۔

"پھر بھی کیا وہ تمہیں تلاش نہیں کریں گے؟"۔

"نہیں تلاش نہیں کریں گے"۔

"کیوں؟"۔

"بس میں ان سے کہہ کر آئی ہوں کہ میں اپنی سکھی کے پاس جا رہی ہوں"۔

"اوہ...... اور اگر وہ سکھی کے پاس پہنچ گئے تو" نندراج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"واہ بھئی واہ...... کیسے پہنچیں گے"۔

"کیوں تمہاری سکھی تک پہنچنا کوئی مشکل کام ہے کیا؟"۔

"ہاں اور کیا؟"۔

"کیوں کیا بہت دور رہتی ہے وہ؟"۔

"ارے نہیں میری کوئی ایک سکھی تھوڑی ہے...... بہت ساری سکھیاں ہیں......
نے تو بابا کو اپنی سکھی کا نام بھی نہیں بتایا"۔

"ہوں...... تو میں تمہاری سکھی ہوں"۔

"ہاں نا"۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے...... ہو تو میرے دوست ہی نا"۔

"تو تم نے مجھے اپنا دوست بنالیا ہے...... سنجوگتا"۔

"میں نے کیا بنالیا...... بھگوان نے بنایا ہے...... ہم کیا کریں؟"۔

"ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے...... بھگوان نے واقعی مجھے تمہارا ہمیشہ کے لئے دوس
بنادیا ہے"۔

نندراج نے کہا اور ایک بار پھر سنجوگتا کو سینے سے لگالیا...... پھر وہ دونوں ایک جگ
جا بیٹھے...... نندراج اب بھی اس کو دیکھے جارہا تھا"۔

"ایک بات بتاؤ سنجوگتا"۔

"ہوں پوچھو"۔

"تم میرے بارے میں کیا سوچتی ہو؟"۔

"بہت سی باتیں سوچتی ہوں"۔

"کیا؟"۔

"بتاؤں گی نہیں؟"۔

"کیوں؟"۔

ہی میری مرضی"۔

یہ تو غلط بات ہے سنجوگتا"۔

کیوں غلط بات ہے"۔

میں تو تمہیں اپنے من کی ساری باتیں بتادیتا ہوں اور تم اپنے من کی باتیں مجھ سے
و"۔

سچ تم نے اپنے من کی ساری باتیں مجھے بتادی ہیں" سنجوگتا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

ہاں بتادی ہیں اور جو رہ گئی ہیں وہ پوچھ لو"۔

اچھا تو تم یہ بتاؤ کہ تمہارے من میں میرے لئے کیا ہے؟"۔

میں ابھی نہیں بتاؤں گا"۔

کیوں؟ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ پوچھ لو"۔

ہاں کہہ تو رہا تھا پر پہلا سوال میرا ہے...... اس لئے یوں کرو کہ تم اپنے من کی بات
و"۔

میں ذرا سا شرما رہی ہوں...... جب تم مجھے اپنے من کی باتیں بتادو گے تو پھر میری
ی کھل جائے گی اور میں بھی تمہیں اپنے من کی ساری باتیں بتادوں گی"۔

ہوں تو یہ بات ہے؟" راجکمار نے مسکرا کر کہا۔

ہاں یہی بات ہے"۔

"تو پھر سنو" لیکن ایسے نہیں آنکھیں بند کر کے۔

"آنکھیں کیوں بند کرلوں...... بس میں سمجھ گئی" وہ پھر ہنس پڑی۔

"کیا سمجھ گئیں"۔

"یہی کہ تمہیں بھی شرم آرہی ہے"۔

"اچھا چلو ایسا ہی سہی...... آنکھیں بند کرو" نندراج نے کہا اور سنجوگتا نے آنکھیں بند
...... تب نندراج نے آہستہ سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے، جھکا اور اس کی دونوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنکھوں کو چوم لیا...... سنجوگتا نے گھبرا کر دونوں آنکھیں کھول دی تھیں"۔

"یہ کیا؟"۔

"جو من میں تھا...... راجکمار نے جواب دیا"۔

"ہوں...... اب تم سوچو گے کہ میرے من میں بھی یہی بات ہے تو نہیں، میں نے کوئی ایسی بات سوچی ہی نہیں...... وہ کسی قدر شرمگیں آواز میں بولی"۔

"اچھا تو پھر بتاؤ تم نے کیا سوچا؟"۔

"بس میں یہ سوچتی رہی کہ تم راجکمار ہو کر کتنے مہان ہو اور یہ بھی سوچتی ہوں کہ تم...... کہ تم کتنے سندر ہو؟"۔

"میں سندر ہوں...... راجکمار نے مسکراتے ہوئے پوچھا"۔

"ہاں تم بے حد سندر ہو...... بھگوان کی قسم اس سنسار میں مجھے سب سے زیادہ مہان اور سب سے زیادہ سندر لگتے ہو، تمہاری من موہنی صورت ایک لمحے کے لئے بھی میرے من سے نہیں نکل سکی، جانتے ہو یہ پریم میرے من میں کیوں پیدا ہوا؟"۔

"میں کیا جانوں" نندراج نے اپنے لہجے کی مسرت چھپاتے ہوئے کہا۔

"تم اتنے اچھے ہو...... تم نے میرے لئے ایک سپاہی کو مارا تھا، تبھی سے میرے من میں تمہاری بڑائی کا احساس پیدا ہو گیا...... اس کے بعد تم ہمارے گھر آئے اور سب سے بڑا کام جو تم نے کیا ہے وہ آج تک کسی نے نہیں کیا...... اسی کام کی سندرتا میرے شریر میں رچ گئی ہے اور میرا رُواں رُواں اسی سندرتا سے بھرا ہوا ہے"۔

"بھلا وہ کیا؟"۔

"تم نے میرے ہاتھ کے بنے ہوئے گوجے کھائے تھے"۔

"اچھا...... اچھا...... وہ گوجے تو بہت ہی اچھے تھے"۔

"اور کھاؤ گے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"پسند آئے تھے تمہیں؟"۔

"بہت زیادہ"۔

"تو میں آج بھی تمہارے لئے گوجے بنا کر لائی ہوں"۔

"آج بھی" نندراج نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں آج بھی"۔

"تو لاؤ، جلدی سے کھلاؤ...... وہ گوجے تو مجھے بہت زیادہ پسند آئے تھے...... نندراج نے
سنجوگتا نے تھوڑے فاصلے پر موجود ایک درخت کی نچلی شاخ سے ایک پوٹلی نکالی اور لا کر
ج کے سامنے رکھ دی...... نندراج نے پوٹلی کی گرہ کھول کر اس میں سے گوجے نکالے
ے ہاتھ سے سنجوگتا کو کھلانے لگا اور گوجے سنجوگتا کو کھلانے کے بعد اس نے باقی گوجے اپنے
ر کھ لیا...... سنجوگتا سحر زدہ رہ گئی"۔

"تم نے ہمارا جھوٹا بھی کھالیا...... نندراج مہاراج"۔

"نندراج مہاراج نہیں، صرف نندراج...... میں تمہارا نندراج ہوں سنجوگتا...... اب وہ
باتیں من سے نکال دو، جو اجنبیت رہنے دیتی ہیں...... میں تم سے پریم کرتا ہوں......
ہارے سنسار میں سب سے زیادہ تمہیں چاہتا ہوں...... میں تمہارے لئے سارا سنسار
کتا ہوں سنجوگتا...... میں تمہیں اتنا ہی چاہتا ہوں اگر تم مجھے نہ ملیں تو بھگوان کی سوگند
تم ہتھیا کر لوں گا...... میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا...... سنجوگتا میں تمہارے بغیر جینے کا
بھی نہیں کر سکتا اور میں تصور نہیں کر سکتا کہ تم مجھ سے علیحدہ ہو"۔

"نندراج مہاراج...... مم...... مہاراج" سنجوگتا کی حالت بری ہو گئی تھی...... اس کا
رسوں کے پھول کی طرح پیلا پڑ گیا تھا...... بمشکل اس نے کہا...... مم مہاراج......
میں تو اچھوت ہوں۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا سنجوگتا...... تم اچھوت ہو لیکن دنیا کی نگاہوں میں......
ے لئے تو تم میری زندگی ہو...... میں تو سرے سے اچھوتوں اور برہمنوں کو مانتا ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں...... میرے نزدیک سب انسان برابر ہیں...... میرے نزدیک کسی نیچ ذات کا تصور نہیں ہے...... ہم ایک جیسے انسان ہیں اور ہمیں ایک دوسرے سے پریم کرنے کا حق ہے اور ہمیں ہمارے اس حق سے کوئی نہیں روک سکتا...... نندراج نے جذباتی لہجے میں کہا اور سنجوگتا آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو صاف کرنے لگی۔

اب تک وہ ساری باتیں سحر زدہ انداز میں سن رہی تھی، لیکن اب اس کی آنکھوں سے مسرت چھلکنے لگی تھی، چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور اس پر بے خودی طاری تھی...... وہ آہستہ سے آگے جھکی اور اس نے اپنا سر نندراج کے سینے سے لگا دیا۔

''نندراج کیا سنسار ہمیں ایک ہونے دے گا''۔

''ہاں کیوں نہیں...... آخر ہم نے سنسار کا کیا بگاڑا ہے...... یہ ہمارے من کی بات ہے...... جب سنسار میں سب اپنے من کی باتیں کرتے ہیں تو پھر کوئی ہمیں کیوں روکے گا'' نندراج نے کہا اور سنجوگتا کی معصومیت اس کے وجود میں تحلیل ہو گئی۔

نجانے وہ دونوں کب تک ایک دوسرے کے لمس سے آشنا ایک دوسرے میں کھوئے بیٹھے رہے، وقت گزر رہا تھا اور چاند آہستہ آہستہ ابھرتا نظر آرہا تھا...... جب پورا چاند نکل آیا تو نندراج اس بے خودی سے چونکا۔

''سنجوگتا تمہیں دیر تو نہیں ہو رہی''۔

''ایک دم...... سنجوگتا بھی چونک پڑی...... پھر اس کی نگاہیں آکاش پر نکلے ہوئے چاند پر پڑیں تو وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی''۔

''ہائے رام اتنی رات ہو گئی''۔

''کیوں...... پریشان ہو گئیں''۔

''ہاں...... میں نے پتا جی سے اتنی دیر کے لئے تھوڑی کہا تھا...... اگر میں کبھی اپنی سکھیوں کے پاس جاتی بھی ہوں تو تھوڑی دیر کے لئے...... پھر واپس آجاتی ہوں...... میرا خیال ہے کافی مشکل پیش آجائے گی...... پتا جی تو مجھے ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوں گے۔

''اوہ اب کیا ہو گا سنجوگتا''۔

''کچھ نہیں...... تم چنتا مت کرو...... میں سب ٹھیک کر لوں گی''۔

''چلو میں تمہیں چھوڑ آؤں''۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، میں چلی جاؤں گی...... کوئی تمہیں دیکھ نہ لے، جاؤ ...ان تمہاری رکھشا کرے'' سنجوگتا نے کہا اور نندراج اسے دیکھنے لگا۔

''نہیں سنجوگتا پہلے تم جاؤ، جب تک تم میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو جاؤ گی میں ...کھڑا رہوں گا''۔

''نہیں راجکمار تم پہلے جاؤ''۔

''نہیں سنجوگتا تم جاؤ'' نندراج ضد کرنے لگا اور سنجوگتا مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے ...لگی...... پھر بولی۔

''اب کب ملو گے راجکمار''۔

''کل شام کو اسی جگہ'' نندراج نے کہا اور سنجوگتا مسکراتی ہوئی واپس چل پڑی...... ...ج دوسری شام کے تصور میں گم وہاں سے پلٹ آیا''۔

...نجوگتا سے ملنے کا خیال سنسار میں سب سے خوبصورت خیال تھا...... وہ سوچتا تھا کہ ...کی صبح اسی سمے ہوتی ہے جب سنسار میں شام پھیل جاتی ہے...... نگر باسیوں کے من ...ام کے اندھیرے آرام اور سکون کا پیغام ہوتے ہیں...... پر من کے مارے پریمیکا کے ...ی جیون کی صبح کا آغاز کرتے ہیں اور یہ شام کی اور رات کی تاریکیاں پریمیوں کی ...ی ہے...... سو سنجوگتا کے انتظار میں سورج بھری شام کی صبح کا انتظار ہونے لگا۔

......☆......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور اچانک اس کے بعد کے صفحات گم ہوگئے...... یہ ادھوری کتاب......ادھوری رہ گئی اور مجھے یوں لگا جیسے میں ایک قدیم دنیا سے واپس لوٹ آیا...... کتاب کے ان صفحات نے مجھے جن جہانوں کی سیر کرادی تھی انہیں چھوڑنا اتنا عجیب لگا تھا کہ بیان سے باہر ہے...... در حقیقت میں اس ماحول کا ایک کردار بن گیا تھا، ایسی پر سحر کتاب میں نے زندگی میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی...... میں پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا...... آہ کہیں سے مجھے اس کتاب کے اختتامی صفحات مل جائیں اور میں آگے کی حقیقت جان لوں۔ لیکن ہر آرزو پوری ہونے کے لئے نہیں ہوتی ہے...... میں ان صفحات کی تلاش میں ناکام رہا، وہ مجھے کہیں سے بھی نہ مل سکے اور میں بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپنے لگا...... نجانے کتنا وقت اس کتاب کو پڑھتے ہوئے گزر گیا تھا...... اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ کس کس صفحے پر ہونے والی ہر صبح مجھے سورج کی آمد کا احساس دلاتی تھی اور ہر شام یوں لگتا تھا جیسے امنگوں کے چراغ روشن ہوگئے ہوں...... آرزوؤں کے دیئے جل اٹھے ہوں...... لیکن کتاب نامکمل تھی...... بقیہ صفحات کہاں تھے اتنا مجھے معلوم تھا کہ یہ کتاب سیپ کی ہے، اسی کے سامان میں موجود ہے...... کیا کروں سیپ کے مشاغل سے اب مجھے کوئی غرض نہیں تھی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ میں نے سیپ کو اپنے دل سے نکال پھینکا تھا بس گزرے ہوئے وقت نے ٹھہراؤ پیدا کر دیا تھا اور یہ ٹھہراؤ بے چینی کا باعث بالکل نہیں تھا...... میں نے سوچا کہ سیپ ملے تو اس سے اس کتاب کے بقیہ صفحات کے بارے میں پوچھوں اور یہ پوچھوں کہ یہ قلمی کتاب کس کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں جو کردار ہیں ان کا سیپ کی زندگی سے کیا تعلق

ہے...... وہ تو بالکل ہندو ماحول کی کہانی تھی...... بہر حال اس بے چینی اور تڑپ کو سنبھالنا روری تھا...... میں وہاں سے باہر آگیا...... سیپ موجود نہیں تھی...... معمول کے مطابق وہ ئب تھی...... پھر نجانے کس طرح میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور نجانے کب نیند کی غوش میں پہنچ گیا...... سیپ رات بھر نہیں آئی، دوسری صبح بھی وہ موجود نہیں تھی...... یق نے ناشتہ وغیرہ لا کر رکھا...... ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ رفیق سے سیپ کے بارے ں پوچھوں لیکن وہی خیال سامنے آگیا...... ملازموں کو ذاتی معاملات میں ملوث کرنا مناسب یں ہے اور ویسے بھی رفیق ایک اچھا آدمی ہے اسے کہیں سیپ کے ہاتھوں کوئی نقصان نہ چ جائے...... البتہ ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ایک ملازم نے آکر کہا۔

"صاحب پولیس آئی ہے"۔

"کیا؟" میں چونک پڑا۔

"جی صاحب"۔

"کیا کہتے ہیں وہ لوگ؟" میں نے پوچھا۔

"صاحب ایک افسر صاحب ہیں، چار پولیس والے ہیں...... باہر باغیچے میں موجود ...... کہتے ہیں صاحب سے ملنا چاہتے ہیں"۔

"مالکن ہیں؟"۔

"نہیں صاحب"۔

"آئی ہی نہیں ہیں یا"۔

"پتہ نہیں صاحب وہ موجود نہیں ہیں"۔

"ہوں...... تم ایسا کرو انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں آتا ہوں...... میں نے کہا اور م گردن ہلا کر باہر نکل گیا...... ایک لمحے کے لئے میرے حواس کچھ بھٹکے تو تھے میں اس کا آدمی نہیں تھا جس پائے کی زندگی گزار رہا تھا، نہ ہی ہمت تھی، البتہ پچھلے کچھ دنوں میں ی کا جو معیار منتخب ہوا تھا اس کے نبھانے کے لئے دنیا سے تھوڑا بہت سیکھ لیا تھا...... پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ بے شک آج تک تعلیم کا استعمال کبھی نہیں ہوا تھا لیکن تھا میں ایک تعلیم یافتہ اور اپنے آپ کو صورت حال کی ہر نزاکت کے لئے سنبھال سکتا تھا، چنانچہ گاؤن بدن پر پہنا اور ذرا پر وقار سی شکل بنا کر پر وقار انداز میں ہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوا...... بھاری جسامت والا ایک انسپکٹر ایک ایس آئی کے ساتھ موجود تھا...... یہاں تک آتے ہوئے بیرونی حصے میں تین کانسٹیبل بھی دیکھ چکا تھا...... میں نے جو انداز اختیار کیا تھا وہ ان پولیس افسران پر اثر انداز ہوا...... دونوں صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے...... مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے...... انسپکٹر کے عہدے والے شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہیلو" اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"ہیلو انسپکٹر...... میں نے بھی آواز کو پر وقار بنا کر کہا...... اب ظاہر ہے پوری زندگی تو قلی گیری نہیں کی تھی...... تھوڑی سی اچھی زندگی بھی گزاری تھی...... انسپکٹر نے کہا"۔

"معاف کیجئے...... آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں میں"۔

"جلیس...... میں نے جواب دیا"۔

"جلیس صاحب...... انتہائی معذرت کے ساتھ آپ سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ ایک ضروری تفتیش کے سلسلے میں آپ کو یہ تکلیف دی ہے"۔

"نہیں کوئی بات نہیں...... آپ تشریف رکھیئے...... یقینی طور پر کوئی ضرورت ہی آپ کو یہاں تک لائی ہو گی...... میں نے انہیں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود سامنے بیٹھتے ہوئے کہا"۔

"آپ کے سامنے والے پڑوسی...... آپ کی ان سے ملاقات ہے"۔

"نہیں انسپکٹر صاحب ہمیں یہاں آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا"۔

بہت مختصر وقت ہوا ہے ہمیں...... یہاں آئے ہوئے اور یہ بات تو شاید آپ بھی جانتے ہیں کہ ذرا بہتر علاقوں میں رہنے والے ایک دوسرے سے عدم شناسائی کو اپنے وقار کا مسئلہ سمجھتے ہیں"۔

"بڑی عمدہ بات کہی آپ نے...... واقعی ایسا ہے...... لیکن جناب...... ایک بات اور عرض کروں؟"۔

"جی فرمایئے"۔

"آپ بھی تو اسی علاقے میں رہ رہے ہیں؟"۔

"میں اپنے بارے میں بھی یہی بات کہتا ہوں"۔

"یعنی آپ اپنے پڑوسیوں سے ملنا پسند نہیں کرتے"۔

"یہ بات نہیں...... بلکہ انتظار کرتے ہیں ہم لوگ کہ کوئی شناسائی کا اظہار کرے تو ہم جواب دیں، لیکن ہم اپنی بات کر رہے ہیں ان کی نہیں جو یہ بھی نہیں سوچتے۔

"بڑی اچھی باتیں کر رہے ہیں آپ...... خاصے تعلیم یافتہ معلوم ہوتے ہیں"۔

"آپ نے کیسے تکلیف کی؟"۔

"جلیس صاحب آپ کی سامنے والی کوٹھی میں قدوائی صاحب رہتے ہیں...... قدوائی صاحب کے نوجوان بیٹے کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ ہلاکت جس عالم میں ہوئی ہے وہ ناقابل یقین ہے"۔

"اوہ...... بہت افسوس ہوا...... کیا یہ اسی رات کی بات ہے"۔

"جی ہاں؟"۔

"یہی وجہ ہے ورنہ کم از کم باہر نکلتے ہوئے اتنا تو علم ہو جاتا کہ اس مکان میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے لیکن آپ کو قاتل کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟"۔

"نہیں قاتل جب قتل کرتا ہے تو پولیس کے لئے کوئی خط نہیں چھوڑ جاتا کہ میں قاتل ہوں...... براہ کرم آؤ اور مجھے گرفتار کر لو...... لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ پولیس جادوگر ہوتی ہے...... طنز کرتے ہیں اس پر...... لیکن یہ چند لوگوں کا کام ہے جو وہ کر لیا کرتے ہیں اور پولیس کا جو کام ہے وہ پولیس کر لیا کرتی ہے"۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں...... مجھے بہت افسوس ہوا...... بتایئے میں کیا خدمت کر سکتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں آپ کی"۔

"آپ سے کیا عرض کیا جائے...... آپ کو تو اس بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں ہے"۔

"جی ہاں اس میں کوئی شک نہیں......! میں بالکل نہیں جانتا کہ سامنے والے بنگلے میں کون صاحب رہتے ہیں اور ان کے کتنے بچے ہیں...... لیکن بہر حال تعزیت کے لئے میں ضرور جاؤں گا"۔

"آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں؟"۔

"جی جی فرمائیے"۔

"آپ شادی شدہ ہیں؟"۔

"جی"۔

"آپ کی مسز کہاں ہے؟"۔

"اصل میں اس شہر میں ان کی دوستیاں بہت زیادہ ہیں...... ہم لوگ اس شہر میں نئے نئے وارد ہوئے ہیں...... میرا کاروبار کچھ دیہی علاقوں میں ہے...... کپاس کا تاجر ہوں اور انہی علاقوں سے تعلق رہتا ہے...... شادی شدہ ہوں...... ہم لوگ ایک اور شہر میں بلکہ یوں کہئے کہ قصبے میں رہتے تھے...... بیگم صاحبہ کا تعلق اسی شہر سے ہے چنانچہ وہاں ان کا دل نہیں لگتا تھا...... آخر کار میں نے یہ مکان خریدا اور یہاں منتقل ہو گیا۔

"اصل میں یہی تو تفصیل معلوم کرنی تھی آپ سے...... تو آپ کو قدوائی صاحب یا ان کے بیٹے شاو قدوائی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم"۔

"بالکل نہیں...... میں تو ان کی صورت سے آشنا بھی نہیں ہوں"۔

"بڑا عجیب و غریب قتل ہے یہ...... میں نے پولیس کی زندگی میں بہت وقت گزارا ہے لیکن ایسی لاش میں نے کبھی نہیں دیکھی...... وہ چھت کے پنکھے سے لٹکا ہوا تھا...... اچھا تندرست و توانا آدمی ہے...... یقینی طور پر اس کے پیروں میں رسی باندھ کر اسے پنکھے سے لٹکانا ایک آدھ آدمی کے بس کی بات نہیں معلوم ہوتی، جبکہ کمرے میں کوئی ایسی چیز بھی

نہیں ہے جس پر چڑھ کر یہ کام کیا جاسکے...... لٹکی ہوئی لاش کا نرخرا کٹا ہوا تھا اور آپ کو ایک دلچسپ خبر سن کر حیرت ہوگی کہ لاش کے بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہا تھا...... سفید لاش اور خون کا کوئی قطرہ زمین پر بھی موجود نہیں تھا، جبکہ وہاں کریم کلر کا انتہائی نفیس قالین بچھا ہوا ہے" میرے اعصاب کو ایک شدید جھٹکا لگا تھا، اگر میں اس جھٹکے کو سنبھال نہ لیتا اور طاقتور اعصاب کا مالک نہ ہوتا تو پولیس انسپکٹر کو میری اس کیفیت پر ضرور شک ہو جاتا...... ویسے بھی مجھے لاش کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے وہ خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اور اس کی نگاہ میرے چہرے پر نہیں تھی ورنہ یقینی طور پر وہ شک کا شکار ہو جاتا...... بہر حال میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا، اصل میں اس اطلاع پر مجھے یہ جھٹکا لگا تھا کہ ایسی دو لاشیں میں حویلی طاہر علی میں دیکھ چکا تھا...... اکرم اور اس کی بیوی کی لاش۔

انسپکٹر نے کہا۔

"لگتا ہے جیسے کسی بدروح کا کارنامہ ہو...... خون کہاں گیا...... یہ بات نہیں معلوم، ویسے کچھ عرصے قبل شہر میں اس قسم کی وارداتیں ہوئی تھیں"۔

"کس قسم کی؟"۔

"انسانوں کو اغواء کیا جاتا تھا اور ان کے جسم کا پورا خون نچوڑ لیا جاتا تھا"۔

"وہ کیوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"غالباً وہ خون کے تاجر تھے اور مختلف ہسپتالوں میں خون فروخت کیا کرتے تھے، لیکن اس وقت یہ کیفیت ہوا کرتی تھی کہ کہیں نہ کہیں تھوڑا بہت خون باقی رہ جاتا تھا...... اس لاش میں تو خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے...... لگتا ہے جیسے کسی بہت ہی خاص ذریعے سے سارا خون سک کر لیا گیا ہے"۔

"بڑی خوفناک باتیں کر رہے ہیں آپ انسپکٹر صاحب؟"۔

"کیا کیا جائے جناب...... یہ انسان انسان کا بدترین دشمن ہے...... یقین نہیں کہ کوئی انسان ایسے عمل بھی کر سکتا ہے"۔

"ہاں آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں"۔

"بہت بہت شکریہ جلیس صاحب...... معافی چاہتا ہوں آپ کو تکلیف دینے کی"۔

"نہیں انسپکٹر ایک اچھا شہری ہونے کی حیثیت سے آپ جب بھی چاہیں مجھے اپنی مدد کے لئے طلب کر سکتے ہیں یا تشریف لا سکتے ہیں...... میں حاضر ہوں...... ایک اچھا شہری ہونا اسی بات کی دلیل ہوتا ہے کہ قانون سے مکمل تعاون کیا جائے۔"

انسپکٹر مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا...... اس کے چہرے کا اطمینان بتاتا تھا کہ اسے میری ذات پر کوئی شک نہیں ہوا ہے، لیکن میرا اطمینان رخصت ہو گیا تھا...... میرے لئے فکر کے بے شمار لمحے پیدا ہو گئے تھے...... اول تو کچھ اس نامکمل کتاب نے ذہن کو بالکل بری طرح الجھا دیا تھا، دوئم یہ کہ میں ایک عجیب و غریب احساس کا شکار ہو گیا تھا...... شاید میرے ذہن کے بند خانے کھل گئے تھے اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ سیپ کی اصلیت کیا ہے؟ ویسے تو بار بار میں نے اس بارے میں سوچا لیکن آج میرے سوچنے کا انداز بالکل بدل گیا تھا...... آج میں شروع سے غور کر رہا تھا...... اس رات پر، جب رات کو چار بجے ایک عورت چہرے پر نقاب لگائے ریل سے نیچے اتری تھی اور مجھ سے حویلی طاہر علی کا پتہ پوچھا تھا...... پھر بقول امام دین کے وہ ٹوٹی حویلی میں اتری تھی اور اس کے بعد اکرم کی بیوی قتل ہو گئی تھی...... پھر میں ٹوٹی حویلی میں سیپ سے ملا تھا اور سیپ کی آنکھیں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہی وہ آنکھیں تھیں جو چھپے ہوئے چہرے کے ساتھ ریلوے پلیٹ فارم پر اتری تھیں...... گویا سیپ ہی وہ عورت تھی، مجھے سیپ کے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اور سیپ نے مجھے کبھی اس کے بارے میں بتایا بھی نہیں تھا اور پھر یہ ہوا تھا کہ اکرم نے دوسری شادی کر لی تھی اور اس کے بعد اکرم بھی ہلاک ہو گیا تھا...... اکرم کی دوسری بیوی کون تھی؟ کیا سیپ؟ بس یونہی ایک تصور میرے ذہن میں اترا تھا اور اس کے بعد سیپ، جس کا کہنا تھا کہ یہ اس کا اصل نام نہیں ہے...... میں خود اس کا کوئی نام رکھ لوں اور اس کا نام سیپ سامنے آیا تھا...... اس نے آج تک مجھے اپنا اصل نام نہیں بتایا تھا...... آخر یہ سیپ ہے کیا چیز...... وہاں سے نکلنے کے بعد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاں آئے تھے...... سیپ نے کون کون سے ذرائع سے اتنا مال و دولت حاصل کر لیا تھا کہ ہم اعلیٰ ترین حیثیت کے مالک تھے...... سامنے والے گھر میں قتل ہو گیا ہے...... اگر تفتیش ی بڑھی اور مجھ سے یہ پوچھا گیا کہ کون سے علاقے میں میرا کپاس کا کاروبار ہے تو کیا لوں گا وہ تو اتفاق کی بات ہے ذہن میں فوراً ایک خیال آ گیا تھا اور میں نے انسپکٹر کو مطمئن یا تھا، لیکن اگر وہ بعد میں پھر کسی شبہے کا شکار ہو گیا اور مزید تفتیش کا آغاز ہوا تو کیا میں اسے لوں گا کہ کون سے علاقے میں میرا کاروبار ہے اور جب میری بات جھوٹ نکلے گی تو ے ساتھ کیا سلوک ہو گا...... یہ تو واقعی پریشانی کی بات ہے...... یہ تو بہت پریشانی کی بات ، مگر مجھے کرنا کیا چاہئے، کیا سیپ کوئی مشکوک شخصیت ہے، کون ہے وہ...... کیا ہو سکتی ؟ میں بری طرح تڑپنے لگا...... پریشان ہونے لگا، کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی...... پ دوپہر تک واپس نہیں آئی...... دوپہر کو رفیق بابا نے مجھے کھانا لا کر دیا اور میرا چہرہ دیکھنے پھر بولا"۔

"صاحب پتہ چل گیا نا آپ کو؟"۔

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"قدوائی صاحب کا بیٹا قتل ہو گیا ہے"۔

"ہاں...... میں نے سنا ہے"۔

"وہ بس صاحب...... بڑی عجیب بات ہے...... کریم بخش کا بھی یہی کہنا ہے...... کہ کام ابدروح کا ہے"۔

"بدروح......" میں نے چونک کر رفیق کو دیکھا۔

"ہاں"۔

"بابا کریم بخش اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟"۔

"بس وہ کیا کہا جائے صاحب ہم معمولی دماغ کے لوگ ہوتے ہیں...... ہم کیا کہہ سکتے ہیں"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں...... پھر بھی تم لوگ اسے کسی بدروح کا کارنامہ قرار دیتے ہو؟"۔

"صاحب لاش میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں...... میں نے پہلے بھی اس لڑکے کو دیکھا تھا...... سانولے سلونے رنگ کا مالک تھا، لیکن اب خون کا ایک قطرہ بھی اس کے بدن میں نہیں ہے...... زمین پر بھی نہیں گرا...... آپ بتایئے، چلو ٹھیک ہے گردن کاٹ دی کسی نے اس کی...... کوئی دشمنی بھی ہو سکتی ہے، لیکن خون کہاں لے گیا اور کس چیز میں بھر کر لے گیا صاحب بدن میں خون اتنا کم نہیں ہوتا"۔

"رفیق یار کیوں مجھے پریشان کر رہا ہے"۔

"نہیں صاحب معافی چاہتے ہیں آپ پریشان ہو گئے ہیں...... ہم نے اس لئے یہ بات نہیں بتائی تھی آپ کو"۔

"رفیق بابا کریم بخش کہاں ہیں؟"۔

"اپنے کوارٹر میں ہیں صاحب"۔

"بیگم صاحبہ تو واپس نہیں آئیں...... میں نے سوال کیا اور رفیق نے مجھے چونک کر دیکھا اور پھر پتہ نہیں کیسے پر اسرار سے انداز میں بولا"۔

"جی صاحب نہیں آئیں"۔

"ہوں...... ٹھیک ہے تم جاؤ...... میں کھانا کھالوں گا"۔

"صاحب ایک بات کہیں؟" رفیق بولا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں بولو"۔

"وہ بابا کریم بخش آپ سے ملنا چاہتے ہیں"۔

"کیوں خیریت ہے؟"۔

"بس کہہ رہے تھے کہ ہمت کر کے صاحب سے بات کرنی ہی ہو گی"۔

"کیوں کیا بات ہے؟"۔

"پتہ نہیں صاحب آپ حکم دیں تو انہیں"۔

"نہیں ایسا نہ کرو بلکہ بابا صاحب سے کہو کہ میں خود ان کے کوارٹر پر آ کر ان سے ملوں گا"۔

"ٹھیک ہے صاحب، رفیق واپس چلا گیا...... میں کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا...... اس سے قبل مجھے سیپ کا اتنا انتظار نہیں رہتا تھا بلکہ اب تو میں عادی ہو گیا تھا...... کبھی تین تین دن تک کے لئے غائب ہو جایا کرتی تھی...... پہلے کچھ وقت پھر پوری رات پھر دن اور اس کے بعد تین تین دن...... میں بھی اب اس کے لئے بہت زیادہ جذباتی رہا تھا لیکن کبھی کبھی وہ مجھ سے اس طرح اظہار محبت کرتی، میرے ذہن میں اگر کوئی غلط بھی اس کے بارے میں ہوتا تو صاف ہو جاتا...... البتہ یہ بات مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ سیپ جاتی کہاں ہے...... میں نے پوچھا تھا ایک بار اس سے، کہنے لگی کچھ راز ہوتے ہیں جنہیں راز رکھنا مناسب ہوتا ہے، پہلے یہ بات بتاؤ کہ کیا تم میرے کردار پر شک کرتے ہو؟"۔

"نہیں سیپ"۔

"سچ کہو جھوٹ مت بولو"۔

"ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں"۔

"اگر سچ کہہ رہے ہو تو باقی باتیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں ان پر غور مت کرنا"۔

"ٹھیک ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے...... میں نے تو بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا"۔

"محسوس نہ کرنا میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں"۔

"سیپ کیا کر رہی ہو یہ...... میں نے اتنے جذباتی انداز میں یہ بات تو نہیں پوچھی تھی"۔

"نہیں...... میں نے تم سے کہہ دیا کہ اگر تمہیں میرے کردار پر بھروسہ ہے تو پھر باقی باتوں کو نظر انداز کر دیا کرو"۔

"ہاں سیپ مجھے تمہارے کردار پر پورا بھروسہ ہے، ایسی کوئی بات نہیں بلکہ اب مجھے اس بات پر افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے یہ سوال تم سے کیوں کر ڈالا اور سیپ مسکرا کر خوش ہو گئی تھی۔

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے اس بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا تھا، یہ ذرا الگ سی بات سنی تو نجانے کیوں میرے ذہن میں کچھ سناٹے سے گھر کرنے لگے۔ اکرم اس کی بیوی ان کا قتل ان کی لاشوں کا انداز اور پھر قدوائی صاحب کے بیٹے کا قتل تینوں لاشوں کا ایک ہی انداز، اس میں ایک چیز مشترک تھی، وہ یہ کہ سیپ ایسی جگہوں موجود تھی جہاں یہ لاشیں پائی گئی تھیں اور اس کی شخصیت مشکوک ہو چکی تھی......

پورے دعوے کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ جو کتاب میں نے پڑھی تھی اس کے بع تمام شکوک و شبہات میرے ذہن میں پیدا ہوئے تھے ورنہ اس سے قبل بھی اس کی شخصیہ مجھے علم تھا لیکن ایسا کوئی تصور اس کے بارے مین دل میں نہیں ابھرا تھا، اس کی کیا وجہ ہے

بابا کریم بخش نے مجھ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا...... میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ سیپ یہ بات معلوم ہو، اب میرے ذہن میں یہ بات خاصی جڑ پکڑ گئی تھی اور اچھا ہی ہوا میں نے کریم بخش کو نہیں بلایا اور وہ میرے پاس نہیں آیا، کیونکہ تقریباً ڈھائی بجے سیپ واپس آ تھی اور جس انداز میں وہ واپس آگئی تھی وہ میرے لئے بڑا سنسنی خیز تھا، اس کا چہرہ آگ طرح سرخ ہو رہا تھا...... آنکھوں کی چمک بے پناہ بڑھ گئی تھی...... میک اپ وہ کبھی نہیں کر تھی مگر اس کے ہونٹ عنابی یعنی (گلابی) تھے اور گالوں پر جیسے شفق اتری رہا کرتی تھی...... شفق آگ کی سرخی اختیار کر گئی تھی...... اتنا چمک رہا تھا اس کا چہرہ کہ اگر نگاہ ڈالو تو نگا ٹھہرنے پائے...... بہت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی، میرے پاس آگئی اور مسکر نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

پھر بولی۔

"تم تو گوشہ نشین ہو گئے ہو؟"۔

"گھر میں کسی کا رہنا تو ضروری ہوتا ہے میں نے کہا"۔

"ارے واہ تو اب تم گھر والے ہو؟"۔

"ہوں تو سہی"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گھر کی حفاظت کرتے ہو؟"۔

"شاید؟"۔

"کیوں؟"۔

"کیا مطلب؟"۔

"مطلب یہ ہے کہ گھر کو کیا نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے...... ملازم ہیں...... دیکھ بھال تی ہے اور پھر میں ہوں تمہیں ایسے ہزار گھر بنا کر دے سکتی ہوں...... گھوما پھرا کرو گھر بیٹھے صحت خراب ہو جائے گی"۔

"ہاں سیپ ٹھیک کہتی ہو، تمہاری صحت تو بہت اچھی ہوتی جا رہی ہے...... غالباً یہ گھر رہنے کا نتیجہ ہے...... سیپ نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولی"۔

"طنز کر رہے ہو؟"۔

"کبھی کیا ہے طنز تم پر"۔

"نہیں کیا اسی لئے تو حیرت ہو رہی ہے"۔

"حیرت کی بات نہیں ہے...... اس وقت بھی طنز نہیں کر رہا؟"۔

"میں کہتی ہوں تم باہر نکلا کرو...... بلکہ باقاعدگی سے سیر و سیاحت کو جایا کرو"۔

"سامنے والے گھر میں ایک واردات ہو گئی ہے" میں نے سیپ کے چہرے پر بغور جمائے ہوئے کہا اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا تھا اور دیکھنے کے انداز میں ایک عجیب تھی اس کی آنکھوں کی چمک ایک لمحے کے لئے شعلے کی طرح بھڑک اٹھی تھی لیکن ارمل ہو گئی تھی"۔

"واردات"۔

"ہاں"

"کیسی واردات؟"۔

"ایک لڑکا قتل کر دیا گیا ہے"۔

"کون؟"۔

"وہ ایک نوجوان لڑکا تھا"۔

"سامنے والی کوٹھی میں؟"۔

"ہاں"

"اہو مگر وہاں تو کوئی نظر نہیں آرہا؟"۔

"صبح کو پولیس آئی تھی"۔

"کہاں؟"۔

"یہاں ہمارے گھر میں...... میں نے کہا اور سیپ کے چہرے پر تشویش کے آثا پھیل گئے"۔

"بھلا پولیس یہاں کیوں آئی تھی؟"۔

"تفتیش کرنے"۔

"مگر ہمارے گھر میں کیا تفتیش کرنے آئی تھی وہ؟" سیپ کے لہجے میں کچھ ناگوار سی کیفیت پیدا ہو گئی"۔

"کیسی باتیں کرتی ہو سیپ جب حویلی طاہر علی میں قتل ہوا تھا تو وہاں بھی پولیس آئی تھی...... تفتیش تو کرنا ہوتی ہے...... پولیس کو، میں نے کہا اور سیپ نے ایک بار پھر چونک کر مجھے دیکھا...... اس کی آنکھوں کی چمک پھر اسی انداز میں بڑھی تھی لیکن پھر وہ فوراً ہی خود کو سنبھال گئی...... اس نے کہا۔

"پولیس کو یہاں آنا نہیں چاہئے تھا...... اگر تم کہو تو میں اس سلسلے میں"۔

"ہاں بولو...... میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی...... پھر کہنے لگی"۔

"کوئی بات نہیں ہے...... اگر آئی بھی تھی تو یہاں سے کیا لے جائے گی"۔

"یہ الگ بات ہے...... میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا"۔

سیپ کے انداز میں ایک ناگوار سی کیفیت نمایاں تھی...... چند لمحوں کے بعد اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے آپ کو سنبھال لیا پھر بولی۔

"لنچ لے چکے ہو"۔

"ہاں"

"سنو ان تمام خیالات کو ذہن سے نکال دو...... حویلی طاہر علی میں بے شک پولیس آئی نی...... وہ حویلی طاہر علی کی بات تھی...... یہ ہمارا گھر ہے...... بے فکر رہو آئندہ یہاں پولیس ہیں آئے گی" اس کے لہجے میں ایسا ٹھوس اعتماد تھا جو اگر محسوس کیا جائے تو بدن میں کپکپی سی یدا کر دیتا تھا...... بہر حال میں نے اس کے بعد خاموشی اختیار کی...... وہ کہنے لگی۔

"لباس تبدیل کر لوں...... کچھ ایسی مصروفیات رہی ہیں کہ تھک گئی ہوں...... تم بھی رام کرو...... میں شام کو پھر جاؤں گی...... محسوس نہ کرنا پلیز...... بلکہ باہر نکل جانا"۔

"تم فکر نہ کرو......" میں نے فوراً اپنا رویہ بھی تبدیل کر لیا...... فوری طور پر اس سے کوئی گڑا مول نہیں لیا جا سکتا تھا...... اب مجھے ہوشیاری سے کام لینا تھا، کیونکہ میری بھی ساری ندگی کا معاملہ تھا جو کچھ ہوا تھا وہ ہمارے لئے خطرناک بھی ہو سکتا تھا، یعنی حویلی طاہر علی سے زاکرم کی گمشدگی اور میرا غائب ہو جانا دونوں باتوں پر غور کیا جا سکتا تھا اور اگر اس بارے ں تفتیش ہوتی تو میں مشکل میں گرفتار ہو سکتا تھا اور یہ انتہائی نادانی کی بات تھی کہ اپنے آپ بالکل ہی مفلوج کر کے رکھ لیا جاتا اپنی حفاظت کے لئے خود بھی ہاتھ پاؤں ہلانا بے حد روری تھا...... وہ چلی گئی تھی اور اب چونکہ میرے دل میں اس کے لئے کچھ شکوک و شبہات یدا ہو گئے تھے اس لئے مجھے اس پر نگاہ بھی رکھنی تھی...... کوئی آدھے گھنٹے تک میں نے اپنی ہ وقت گزارا اور اس کے بعد دبے پاؤں وہاں سے باہر آگیا...... دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے؟ میں نے اس کے کمرے میں جھانکا اور یہ دیکھ کر ایک دم ساکت رہ گیا کہ وہ اسی کتاب کو ھ رہی ہے جس نے میرے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا تھا...... اس سے پہلے پتہ نہیں وہ اس اب کو اسی طرح دیکھتی رہی ہے یا اسے کوئی شبہ ہو گیا ہے...... یہ بات میری سمجھ میں نہیں رہی تھی...... وہ اس کا ایک ایک ورق پلٹ رہی تھی اور بوسیدہ اوراق کو بہ مشکل تمام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سنبھال پارہی تھی...... پھر میں نے اسے کتاب سمیت اٹھتے ہوئے دیکھا اور برق رفتاری ۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی...... پتہ نہیں وہ باہر آرہی ہے یا کتاب کو پوشیدہ کرنے جار ہے...... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی، لیکن دروازہ کھلا اور وہ باہر نکل آئی... اسے شاید اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ میں اس کا جائزہ لے رہا ہوں...... وہ سیدھی کچن م پہنچی تھی، چونکہ باورچی کھانا تیار کر چکا تھا اور ہم لوگ کھانا کھا چکے تھے، اس لئے اس وقت ک خالی پڑا ہوا تھا...... کچن میں داخل ہو کر اس نے اسے اندر سے بند کر لیا اور میں نے اپنی ج چھوڑ دی...... میں کچن کے عقب میں کھڑکی پر پہنچ گیا تھا...... کھڑکی بند تھی، لیکن اس م اتنی دراڑیں تھیں کہ اگر میں اندر جھانکنا چاہتا تو اندر کا منظر دیکھ سکتا تھا...... دروازہ بند کر سے کچن میں اندھیرا ہو گیا تھا، لیکن اس نے چٹ کی آواز کے ساتھ روشنی جلالی تھی اور میں نے دیکھا کہ اس نے چولہے جلائے اور کتاب کا ایک ایک ورق اس پر جلانے لگی...

میرے ذہن میں فوراً یہ بات آگئی تھی کہ اسے یہ علم ہو چکا ہے کہ میں کتاب پڑھ چ ہوں...... یہ کتاب کیا حیثیت رکھتی ہے؟ حالانکہ اس میں ایک خوبصورت کہانی در تھی...... لیکن اس کا اس طرح کتاب کو جلانا اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ اب اس کی زیا چھان بین کرنا اسے ہوشیار کر سکتا ہے...... مجھے اپنے آپ کو نارمل ظاہر کرنا چاہئے...... کو ایک گھنٹہ کے بعد وہ دوسرے لباس میں ملبوس میرے پاس پہنچی تو میں بیٹھا ہوا ایک رسا دیکھ رہا تھا...... وہ کہنے لگی۔

"میں سمجھی تم سو رہے ہو؟"۔

"کوشش کی تھی" میں نے بستر کی طرف اشارہ کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر؟"۔

"دن ہو یا رات تمہارے بغیر نیند کہاں آتی ہے مجھے؟"۔

"ہائے نہیں ایسی بھی کیا بات...... تھوڑی سی عادت ڈالو" اس نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا...... یہ اطمینان اس کے چہرے سے جھلک رہا تھا...... ممکن ہے اسے اس بات پر ترد

میں وہ کتاب پڑھ چکا ہوں، لیکن اس میں تردد کی کوئی بات تھی نہیں...... فرض کرو اگر اس سے اس کتاب کے بارے میں سوال کر دیتا تو وہ یہ کہتی کہ یہ ایک قدیم قلمی کتاب ہے یں سے اس کے ہاتھ لگی ہے...... بھلا اس میں شک کی کیا گنجائش تھی...... یہ شک خود اس میرے دل میں پیدا کر دیا تھا...... میں نے اسے تیار دیکھ کر کہا۔

"گویا آپ جا رہی ہیں؟"۔

"سوری جلیس! بعض کام اتنے اہم ہوتے ہیں کہ جانا ضروری ہوتا ہے"۔

"میں نے کبھی تم سے ان اہم کاموں کی تفصیل نہیں پوچھی"۔

"اگر تم کہیں جاؤ گے تو میں بھی تم سے تمہارے بارے میں یہ نہیں پوچھوں گی...... کرو...... دنیا اپنے لئے ہوتی ہے...... بے شک اس میں غیر بہت بڑی حیثیت اختیار اتے ہیں، لیکن پھر بھی میں یہ سمجھتی ہوں کہ دنیا اپنے ہی لئے ہوتی ہے"۔

"ہاں شاید!" میں نے بلاوجہ اس سے اختلاف کر کے زیادہ سمجھدار بننے کی کوشش کی تھی...... بہر حال وقت اس طرح سے گزرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے باتیں کے وہ چلی گئی...... میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا، کوئی ساڑھے پانچ بجے میں اپنی جگہ سے ور بابا کریم کی جانب چل پڑا...... کریم بخش میرا انتظار ہی کر رہا تھا...... مجھے دیکھ کر اس نے ب انداز میں سلام کیا اور بولا۔

"معافی چاہتے ہیں صاحب! اپنی اوقات سے بڑی بات کی ہے ہم نے اور آپ کی محبت ہربانی کہ آپ خود چل کر یہاں آئے"۔

میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں بابا صاحب...... آپ عمر میں مجھ سے بہت بڑے ہیں...... ٹھیک ہے جو آپ یہاں اس گھر میں کرتے ہیں...... وہ آپ کا اپنا معاملہ ہے، لیکن بہر حال آپ نے بات کرنا چاہی میں یہاں آ گیا...... کوئی فرق نہیں پڑتا"۔

"ہاں ٹھیک ہے صاحب اصل میں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اس کے کہنے سے پہلے یہ جو تا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتار کر آپ کے ہاتھ میں دیتے ہیں...... ہماری زبان سے اگر کوئی بری بات نکل جائے تو جتنا دل چاہے مار لیجئے"۔

"باباکریم بخش کیوں مجھے گناہ گار کر رہے ہیں؟"۔

"نہیں صاحب بات ہی ایسی ہے...... پہلے آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ جو دل میں ہے وہ کہہ دیں"۔

"آپ کہہ دیجئے بابا صاحب! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" میری اجازت کے باوجود باباکریم بخش کچھ دیر الجھن میں ڈوبا رہا...... پھر اس نے کہا۔

"صاحب ہم آپ کے ادنیٰ غلام ہیں اور آپ ہمیں بتائیں گے کہ بیگم صاحبہ کہاں جاتی ہیں" کریم بخش کے سوال پر میں چونک پڑا...... میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟ کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"آپ نے کبھی غور کیا صاحب؟"۔

"نہیں"۔

"دیکھئے صاحب! ایک مرشد ہوا کرتے تھے ہمارے...... کچھ دنوں تک ہمیں یہ ذرا چلوں وغیرہ کا شوق رہا ہے...... اس سلسلے میں ہم نے اپنا ایک پیر بنایا تھا...... اب وہ پردہ کر گئے ہیں...... لیکن ہمیں کچھ باتیں بتا گئے تھے...... بس وہ باتیں ہمارے دل میں رہ گئی ہیں...... صاحب بہت بڑی بات کہنے جا رہے ہیں...... اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہہ رہے ہیں کہ دل میں کوئی برائی نہیں ہے...... مالک تو آپ ہیں...... ہم آپ کا نمک کھا رہے ہیں...... اس لئے یہ بات کہہ رہے ہیں"۔

"کیا تم نے بات بہت لمبی نہیں کر دی کریم بابا؟"۔

"ڈر رہے ہیں صاحب کہتے ہوئے ڈر رہے ہیں"۔

"اگر ڈر رہے ہو تو پھر مجھے اجازت دو...... ورنہ جو کہنا چاہتے ہو کہہ ڈالو" اتنی طویل گفتگو پر میرا موڈ بگڑ گیا تھا۔

"صاحب ہم بیگم صاحبہ کے کردار پر الزام بالکل نہیں لگا رہے ہیں...... آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں جاتی ہیں...... ہم کون ہوتے ہیں یہ بات پوچھنے والے...... یہ تو آپ کا اپنا ذاتی معاملہ ہے"۔

"تو پھر"۔

"کچھ ایسی علامات پائی ہیں صاحب ہم نے جو ہمیں شبہ کا شکار کر رہی ہیں"۔

"کیسے شبہ کا؟"۔

"صاحب! یا تو وہ کسی جادو کے زیر اثر ہیں...... کوئی انہیں اپنے جادو کے لئے استعمال کر رہا ہے...... یا پھر صاحب...... یا پھر صاحب وہ خود کالے علم کی ماہر ہیں" کریم بخش کی بات نے مجھے لرزا دیا تھا...... میں چند لمحات کریم بخش کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"تمہیں اس بات کا شبہ کیسے ہوا کریم بخش؟"۔

"صاحب بس ہو گیا ہے...... یہ نہ پوچھیں آپ یا تو گردن سے پکڑ کر ہمیں باہر نکال دیں...... یا پھر ہم جو کہہ رہے ہیں وہ کریں"۔

"بولو کیا کہہ رہے ہو تم؟"۔

"اگر آپ اس بات کی تصدیق چاہتے ہیں صاحب تو ہم آپ کو ایک مزار پر لے چلیں گے...... وہاں سے آپ کو معلومات حاصل ہو جائیں گی"۔

"ہونہہ! اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا کریم بخش؟"۔

"کچھ نہیں صاحب! بس آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا"۔

"کب جاؤ گے؟"۔

"یہ آپ بتائیے صاحب؟"۔

"نہیں تم بتاؤ؟"

"کل شام کو چلیں صاحب؟"۔

"کتنا فاصلہ ہے یہاں سے مزار کا؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہے تو زیادہ...... مگر اب اتنا بھی زیادہ نہیں ہے...... آپ یوں سمجھ لیجئے...... شہر کے آخری کنارے پر ہے"۔

"ٹھیک ہے کل شام کو میں تمہارے ساتھ چلوں گا" میں نے کہا اور کریم بخش نے اٹھ کر میرے پاؤں پکڑ لئے"۔

"صاحب آپ برا بالکل نہ مانیئے...... آپ یقین کریں ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں صرف آپ کی بہتری کے لئے کہہ رہے ہیں...... اللہ کرے ہمارا خیال غلط نکلے"۔

"ان باتوں پر شرمسار مت کرو...... بس ٹھیک ہے تم نے محبت سے یہ بات کہی ہے...... کل شام کو میں تمہارے ساتھ چلوں گا" میں نے کہا اور اس کے بعد میں واپس آ گیا...... لیکن میرے لئے شدید الجھنوں کا ماحول پیدا ہو گیا تھا...... میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے آگے کیا کرنا چاہئے؟ کیا خاموشی اختیار کر لوں یا اس سلسلے میں چھان بین کروں؟ لیکن انسان کی فطرت میں تجسس ہوتا ہے اور جو شخصیت اپنے آپ سے اس قدر قریب ہو اس کے بارے میں تجسس تو ضروری ہوتا ہے...... چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ کل شام کو بابا کریم بخش کے ساتھ مزار پر ضرور جاؤں گا۔

......☆......

دوسرے دن میں تمام تیاریاں کر چکا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اور بابا کریم بخش جانے والے تھے کہ اچانک ہی وہ واپس آ گئی...... مسکراتی ہوئی مجھ تک پہنچی تھی حالانکہ اسے دیکھتے ہی میرے رگ و پے میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی تھی...... کہنے لگی۔

"کیا بات ہے؟ کہیں جانے کی تیاریاں کر رہے ہو؟"۔

"ہاں تمہارا انتظار کرتے کرتے تھک گیا تھا...... سوچا کہیں باہر ہی گھوم آؤں"۔

"او ہو تب تو میں دوبارہ چلی جاؤں؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"نہیں اب ایسی کوئی بات بھی نہیں ہے"۔

"چلو ٹھیک ہے اب میں آ گئی ہوں...... بیٹھو میرے ساتھ"۔

"ہاں ضرور" میں اسے ساتھ لئے خاص طور سے باہر لان پر آ بیٹھا...... یہیں میں نے اپنے لئے چائے وغیرہ طلب کر لی...... میں چاہتا تھا کہ بابا کریم بخش کو دور ہی سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ کمبخت آ گئی ہے اور اس وقت میں ان کے ساتھ نہیں جا سکتا...... شام کی چائے ہم نے پر سکون انداز میں پی...... وہ مجھ سے بہت سی باتیں کرتی رہی...... ان باتوں میں کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی جو قابل غور ہوتی یا اس بات کا احساس ہوتا کہ اسے کسی بات کا شبہ ہوا ہے...... وہ بہت دیر تک یہ باتیں کرتی رہی، پھر اس کے بعد بولی۔

"اب میں جانے کی بات کروں گی تو تم برا مانو گے؟"۔

"جانا ہے کہیں؟"۔

"ہاں" اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے...... تمہاری مرضی ہے اگر تم جانا چاہو تو چلی جاؤ"۔

"تم کہیں جاؤ گے؟"۔

"دیکھوں گا"۔

"گھوما پھرا کرو...... میں کہتی ہوں گھوما پھرا کرو...... دیکھو کیسا چہرہ مرجھانے لگا ہے"۔

"ہاں میں سوچ رہا ہوں تھوڑی سی سیر و تفریح کروں"۔

"گاڑی لے جانا کوئی ایسی بات نہیں ہے"۔

"تم کیسے جاؤ گی؟"۔

"ارے میری پرواہ مت کیا کرو چلی جاؤں گی" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس دن واقعی وہ پیدل ہی باہر نکلی تھی...... اس نے مجھ سے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ اسے کہیں چھوڑ دوں...... دیر تک میں اس کے بارے میں سوچتا رہا...... سورج چھپ چکا تھا اور تقریباً پونے آٹھ بجے تھے...... اس کے جاتے ہی میں بابا کریم بخش کے پاس پہنچا اور میں نے کہا۔

"بابا صاحب آپ نے دیکھا کہ وہ آ گئی تھی...... اب اس کے سامنے تو میں آپ سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا"۔

"ہم نے دیکھ لیا تھا صاحب"۔

"پھر کیا کریں؟"۔

"جیسی آپ کی مرضی اب تو وہ چلی گئی ہیں"۔

"ہاں"۔

"تو چلئے"۔

"کوئی حرج تو نہیں ہے؟"۔

"بھلا حرج کیا ہو سکتا ہے؟" کریم بخش نے کہا...... کریم بخش مجھے لے کر جس جگہ پہنچا وہ واقعی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی...... شہر کے مشرقی حصہ میں یہ مزار بنا ہوا تھا...... پہاڑی ٹیلے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے...... درختوں کا سلسلہ بھی طویل تھا اور یہاں

عجیب سا ماحول پیدا ہو گیا تھا...... مزار پر روشنی ہو رہی تھی...... زائرین آ جا رہے تھے، ن زیادہ لوگ نہیں تھے...... بس اکا دکا افراد آتے جاتے نظر آ جاتے تھے...... البتہ مزار کے روں کی تعداد خاصی تھی...... بابا کریم بخش نے کہا۔

"آپ آئیے صاحب! ہم اوپر نہیں جائیں گے، بلکہ کچھ سیڑھیاں نیچے کو جاتی ہیں...... جہاں آپ کو لے جانا چاہتا ہوں وہ ایک چشمہ ہے...... جس کا پانی عجیب و غریب ہے کوئی ن اسے پیتا ہے...... اگر چشمہ کا پانی نمکین ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص کسی سحر زیر اثر ہے اور اسے نقصان پہنچ جانے کا خطرہ ہے اور اگر پانی میٹھا ہوتا ہے تو کوئی پرواہ کی نہیں ہوتی"۔

"چلئے کریم بابا جیسا آپ کہیں اب اس وقت تو سارے معاملات آپ کے ہاتھ میں" ہم مزار کے عقبی حصہ میں پہنچ گئے...... یہاں تقریباً نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی...... م بخش اور میں ان سیڑھیوں تک پہنچ گئے...... جو نیچے چشمہ تک جاتی تھیں...... لیکن ابھی وہاں پہنچے ہی تھے کہ اچانک اس طرف سے دو موٹے موٹے فقیر نکل آئے...... کالی کفنی ے ہوئے تھے...... انہوں نے میرا گریبان پکڑ لیا اور لاتیں اور گھونسے مارنے لگے...... مار مار انہوں نے مجھے نیچے گرا دیا تھا...... بابا کریم بخش انہیں روک رہے تھے...... چیخ رہے تھے۔

"ارے سنو تو بھائی...... سنو تو بھائی کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تمہیں...... ہم چور نہیں ...... چوری کرنے تھوڑی آئے ہیں...... ہم تو چشمہ پر جا رہے تھے اور اب چشمہ پر جانے قت نہیں ہے بھائی تو روک دو...... مارو پیٹو تو نہیں" بابا کریم بخش کو کوئی نہیں مار رہا تھا وہ مجھے پیٹے جا رہے تھے اور اچھی خاصی پٹائی کر ڈالی تھی انہوں نے میری...... پھر کچھ دیر لئے وہ رکے تو میں نے کہا۔

"سنو تو سہی! میرا قصور تو بتا دو مجھے...... کیوں مار رہے ہو؟"۔

"حرام حلال کی تمیز ہے تجھے؟" ان میں سے ایک فقیر نے بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے رتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں سمجھا نہیں"۔

"جو کچھ کر رہا ہے...... جو کچھ کھا رہا ہے اس کا اندازہ ہے تجھے؟ تیری رگوں میں جو گندا خون دوڑ رہا ہے اسے لے کر تو اس پاک چشمہ تک جانا چاہتا ہے"۔

"گندا خون؟"۔

"تو اور کیا محنت کی روٹی کھا رہا ہے یا کسی کی گندی کمائی"۔

"مگر گندی کمائی؟"۔

"اور کیا؟ وہ تیری بیوی ہے "جورو ہے تیری...... نکاح میں ہے تیرے"۔

"کون؟"۔

"کمینے جس کے ساتھ تو رہ رہا ہے" فقیر بولا۔

"مم...... مم...... میں"۔

"جا نکاح کر لے اس سے...... جا دیکھ تو سہی تماشہ...... نکاح کر لے گی وہ تجھ سے...... اگر نہیں کر رہی...... تو تو نے سوچا بھی نہیں کہ ایسا کرنا چاہئے اور آ گیا ہے یہاں مزاروں پر اور اے بڈھے لے جا اسے...... ورنہ تیری بھی شامت آ جائے گی"۔

"مگر بات تو سنو...... میں اسی لئے تو اسے لے کر آیا ہوں...... تم لوگ اسے مار رہے ہو...... میں کہتا ہوں اسے بچاؤ...... اس کی مدد کرو"۔

"ارے ہم کیوں کریں مدد...... عقل نہیں ہے اس میں...... پڑھا لکھا ہے...... دنیا دیکھی ہے...... عقل ہوتی تو وہیں سمجھ جاتا...... یہ تو ایسا سمجھ گیا کہ اس کا جھوٹا کھانے لگا...... اور تم اس کی سفارش لے کر آئے ہو...... جاؤ لے جاؤ اسے ورنہ اچھا نہیں ہوگا"۔

"سنو...... سنو...... بات سنو...... بات سنو" ایک طرف سے ایک آواز آئی...... یہ شخص سفید لباس میں ملبوس تھا...... لمبی داڑھی تھی...... چہرہ بڑا نورانی تھا...... اس نے آہستہ سے کہا۔

"دیکھو اگر کوئی گنہگار اپنے گناہ سے ناواقف ہو تو پہلے اسے اس کا گناہ بتاؤ، سمجھاؤ......

اگر اتنے ہی باکمال ہو تم لوگ تو ذرا مجھے ایک بات کا جواب تو دو کہ اسے اپنے گناہ کا علم ہے؟"

اس بات پر وہ دونوں فقیر خاموش ہو گئے۔

"بولو جواب دو...... مارنے لگ گئے بڑے اللہ والے بن رہے ہو؟ اسے پتہ ہے اس کے گناہ کا"۔

"تو پتہ تو کرنا چاہئے...... عقل تو ہے اس میں"۔

"کرنا چاہئے...... پر کیا تو نہیں ہے نا؟"۔

"تو پھر ہم کیا کریں؟ یہاں کیوں آیا ہے"۔

"تم یہ کر سکتے ہو کہ اسے یہاں سے ہٹا دو...... کہہ دو کہ یہ پاک جگہ ہے...... اسے سمجھا دو بھائی اپنا گناہ تلاش کر...... اگر یہ اپنا گناہ تلاش کر لیتا ہے اور اس کی نفی کر دیتا ہے تو پھر جو کچھ تم یہ کر رہے ہو...... یہ تو اچھی بات نہیں ہے نا"۔

"دیکھو اسے لے جاؤ یہاں سے...... ہم یہاں اس کی گندگی کو برداشت نہیں کر سکتے...... چاروں طرف سڑاند پھیل گئی ہے"۔

"آؤ تم میرے ساتھ آؤ" سفید ریش بزرگ نے کہا...... میں اور کریم بخش اس کے ساتھ چل پڑے تھے...... اچھی خاصی پٹائی کر دی تھی ان لوگوں نے...... بدن کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا...... حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا...... مجھے خطرہ تھا کہ چہرے پر بھی کہیں دو چار چہرے اور نمودار نہ ہو جائیں...... ورنہ جواب دینا مشکل ہو جائے گا...... وہ فقیر مجھے وہاں سے باہر لے آیا اور مزار سے کافی فاصلے پر درخت کے نیچے پہنچ گیا...... پھر اس نے کہا۔

"بیٹھو بیٹھو...... بیٹھ جاؤ" میں اور بابا کریم بخش بیٹھ گئے...... بابا کریم بخش کی حالت بری تھی...... میری پٹائی پر وہ بہت خوفزدہ تھے...... کیونکہ انہیں یہ خدشہ تھا کہ اب اس کے بارے میں میں ان سے سوال کروں گا...... سفید ریش بزرگ نے کہا۔

"میرا نام حماد علی ہے...... سمجھ رہے ہو کیا نام ہے میرا؟"۔

"حماد علی"۔

"ہاں ایسا کرو...... تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تم کس مشکل میں پھنس گئے ہو؟"۔

"ہاں! باباصاحب میں نہیں جانتا"۔

"حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے...... ہر چیز روزِ روشن کی طرح عیاں ہے...... ہر چیز تمہارے سامنے ہے...... ہر بات جانتے ہو...... تفصیل میں جانا بے کار ہے جہاں سے آئے ہو...... وہاں بھی کچھ ہو چکا ہے...... اگر عقل سے کام لیتے تو پتہ چل جاتا"۔

"باباصاحب میری رہنمائی کیجئے"۔

"ارے بھائی ایک گندی روح کو اپنے پیچھے لگائے پھر رہے ہو...... اس سے زندگی کے وہ رشتے استوار کرلئے ہیں جو نہیں ہونے چاہئیں...... وہ گندگی تمہارے وجود میں بھی اتر گئی ہے اور اس کا اختتام کہاں ہوگا؟ نہ تم جانتے ہو نہ میں...... خیر تقدیر جب فیصلے کرتی ہے تو اچھے فیصلے کرتی ہے...... یہاں تم نے آکر مار کھائی ہے...... دیکھو گناہوں کی اگر تھوڑی بہت سزا مل جائے تو گناہوں میں کسی حد تک کمی ہو جاتی ہے...... انہوں نے مار کر تمہیں ہوشیار کیا ہے...... لیکن آگے چل کر جو ہوگا اس کی ذمہ داری تمہیں خود سنبھالنی پڑے گی"۔

"مجھے...... مجھے بتائیے باباصاحب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا میں وہاں سے بھاگ جاؤں"۔

"بچنے کی بات مت کرو...... اگر تم وہاں سے بھاگے تو وہ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گی...... اب میں بھی اتنا اونچا نہیں ہوں کہ ساری باتیں سمجھ سکوں...... اتنا میں بتا سکتا ہوں کہ وہ ایک بدروح ہے...... ایک ناگن ہے...... ایک ساحرہ ہے...... ایک چڑیل ہے...... جو کسی خاص مقصد سے تمہارے پیچھے لگی ہے...... تم اس کے لئے اتنی بڑی اہمیت نہیں رکھتے...... جسے چاہے وہ اپنے شکنجے میں پھانس سکتی ہے...... تمہیں بتایا تھا ایک ملازم نے یہ کہ وہ کہاں سے اکرم کے پیچھے لگی تھی...... پھر اس نے اس کی بیوی کو مار دیا...... اس کا خون پی گئی...... اس کے بعد اس نے اکرم کا خون پی لیا، کیونکہ تم اسے مل گئے تھے...... اس وقت وہ تمہیں نہیں پہچانی تھی...... جب تم نے اسے حویلی تک پہنچایا تھا...... بعد میں اس نے تمہیں پہچان لیا...... جب تم حویلی میں اس سے ملنے گئے اور پھر وہ تمہارے ساتھ لگ گئی...... تم جیسے ہزاروں اسے مل سکتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جسے چاہے اپنے سحر کے جال میں پھانس سکتی ہے...... مگر تم اس کے لئے اتنی ہی رکھتے ہو کہ وہ تمہیں ساتھ لے کر یہاں آگئی...... اب اس سے زیادہ اور کیا بتاؤں"

میں دنگ رہ گیا تھا...... ایک اجنبی شخص اگر کسی کو اس کی زندگی کا سارا کچا چٹھا بتا دے ھ لو کہ وہ کیا ہو سکتا ہے...... میں آگے بڑھ کر باباصاحب کے قدموں میں گر گیا...... میں کہا۔

"باباصاحب! آپ نے بالکل صحیح کہا...... حقیقت سے نا آشنا تھا میں اور نا آشنا ہوں...... جانتا کہ یہ سب کیا ہے؟ آپ میری مدد کیجئے...... میں اس سے ہٹنا چاہتا ہوں...... میں بھاگنا ہوں...... میں سڑکوں پر زندگی گزار سکتا ہوں...... لیکن کیا وہ مجھے چھوڑ دے گی؟"۔

"بالکل نہیں چھوڑے گی...... بلکہ اگر تم نے ایسی کوشش کی تو تمہاری زندگی خطرے پڑجائے گی.. تم سے کوئی بڑا کام لینا چاہتی ہے"۔

"اور آپ یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ بڑا کام کیا ہے؟"۔

"ہاں میں یہ نہیں بتا سکتا"۔

"تو پھر مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں؟"۔

"اسے اسی کے جال میں پھانسنے کی کوشش کرو"۔

"کیسے؟" میں نے سوال کیا اور بزرگ نے اپنی جیب سے کوئی چیز نکالی...... میری ف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ چار کیلیں ہیں اور تم یہ لو" انہوں نے ایک ڈبیہ نکال کر باباکریم بخش کو دیتے ئے کہا۔

"اس ڈبیہ میں کاجل ہے...... تم ایسا کرنا کہ یہ چاروں کیلیں اپنے گھر کے چاروں کونوں زمین میں گاڑ دینا...... اس طرح اس کے راستے بند ہو جائیں گے...... ایک دروازے کا رہ جائے گا...... وہ اس سے بھاگنے کی کوشش کرے گی...... تم رات کو اس وقت جب نکلنے لگے اس کاجل کی ایک لکیر دروازے پر بنا دینا...... ہوشیاری کے ساتھ...... پتہ نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلنے پائے اسے...... اس کے بعد دیکھیں گے کہ کیا صورت حال ہوتی ہے...... بس اب جاؤ" بابا حماد علی نے کہا۔

"باباصاحب اگر مجھے آپ کی دوبارہ ضرورت پڑے تو میں کیا کروں؟"۔

"دیکھا جائے گا...... دیکھا جائے گا...... کوئی ایسی بات نہیں ہے...... جب ضرورت ہو گی دیکھ لیں گے"۔

"ٹھیک ہے باباصاحب...... جیسا آپ کہیں" میں نے کہا...... میرا دل ڈر رہا تھا...... ڈوب رہا تھا...... جب میں کریم بخش کے ساتھ وہاں سے واپس چلا تو میرے بدن میں لرزشیں تھیں...... کریم بخش نے کہا۔

"صاحب! ہمیں تو بس اس بات کی خوشی ہے کہ ہم نے آپ کو روشن راستے دکھادیئے"۔

"مگر کریم بخش میں ڈر رہا ہوں"۔

"صاحب انسان کو ہمت تو کرنی ہی پڑتی ہے"۔

"وہ ایک چڑیل ہے...... بدروح ہے...... اور میں اس کے ساتھ"۔

"اب ان باتوں کا سلسلہ چھوڑ دیجئے صاحب"۔

"کیسے چھوڑ دوں بابا کریم بخش؟ میرے تو ہوش وحواس ہی سلب ہو گئے ہیں"۔

"نہیں صاحب! ہمت ہی سے کام لینے سے بات بنتی ہے"۔

"وہ تو ٹھیک کہتے ہو لیکن"۔

"اب لیکن ویکن کچھ نہیں...... آپ کو اب محنت کرنا ہو گی...... مشکل میں پھنس گئے ہیں اور پتہ چلانا ہو گا کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتی ہے؟"۔

"یہ کیلیں مجھے ہی ٹھونکنا ہوں گی؟"۔

"ہاں یہ آپ کو ٹھونکنا ہوں گی...... ورنہ یہ کیلیں بھی وہ باباصاحب مجھے دے دیتے"۔

"تم ان باباصاحب کو جانتے ہو؟"۔

"بالکل نہیں"۔

"انہوں نے اپنا نام حماد علی بتایا ہے"۔

"جی"

"کبھی نہیں دیکھا تھا انہیں؟"۔

"کبھی نہیں"۔

"اور وہ فقیر؟"۔

"وہ مجاور تھے"۔

"اس مزار کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"۔

"بس صاحب یہ کہ بہت لوگوں کی مشکل وہاں جا کر حل ہو جاتی ہے"۔

"کیا میری مشکل بھی حل ہو جائے گی؟"۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو"۔

"پتہ نہیں وہ آچکی ہو گی یا نہیں؟"۔

"دیکھ لیں گے صاحب"۔

"کہیں اس کی نگاہ ان کیلوں پر نہ پڑ جائے"۔

"اللہ مالک ہے...... آپ ایسا کیجئے یہ کیلیں مجھے دید یجئے...... میں گھر میں بعد میں داخل ں گا...... آپ پہلے چلے جائیے...... اگر اسے پتہ چل بھی گیا تو کیلوں کا نہیں پتہ چلے گا اسے میں موقع ملنے کے بعد آپ یہ کیلیں گاڑ دیجئے...... میں ہتھوڑی وغیرہ تیار رکھوں گا"۔

"ٹھیک ہے!" میں نے باباکریم بخش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا...... پھر منصوبے کے ابق پہلے میں اندر چلا گیا...... پورے گھر کا جائزہ لیا میں نے لیکن وہ واپس نہیں آئی تھی...... ہم اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے...... باباکریم بخش بھی آگئے تھے اور انہوں نے مجھے ں واپس کر دی تھیں...... میں نے ایک ایسی جگہ بسیرا کیا تھا جہاں سے میں اسے اندر آتے ئے دیکھ لوں، چونکہ ہدایت کے مطابق مجھے کیلیں اسی وقت گاڑنی تھیں جب وہ گھر کے ر ہو اور پھر رات کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے وہ گھر میں داخل ہوئی...... اس دوران میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ذہن کی جو حالت ہوئی تھی میں آپ کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا...... میں زندگی میں پہلی بار اس قدر خوف کا شکار تھا...... آہ! میں کتنے بڑے جنجال میں پھنس گیا ہوں...... میں نے ایک عذاب اپنے ہاتھوں مول لیا ہے...... غور کرتا تو اپنے آپ ہی کو گناہ گار پاتا تھا...... واقعی یہ کیوں نہ سوچا کہ آخر میں کس حیثیت سے اس کے ساتھ رہ رہا ہوں، نہ وہ میری بیوی ہے، نہ میرا اس سے کوئی رشتہ ہے...... وہ ایک اجنبی شخصیت ہے، لیکن ہمارے درمیان کوئی اجنبیت نہیں ہے...... گناہ اور ثواب کی ایک حیثیت ہوتی ہے اور انسان خود اپنا حساب کر سکتا ہے...... میں نے اس حساب کی کوئی اہمیت نہیں سمجھی...... یہ تو غلط تھا، ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا اور اب جو کچھ بھی ہو جائے وہ کم ہے...... واقعی بڑا عجیب مسئلہ تھا...... وہ اندر داخل ہوئی تو میں چوروں کی طرح باہر نکل آیا...... بابا کریم بخش اور رفیق میرے واقعی بہترین رفیق تھے...... انہوں نے فوراً میری مدد کی اور انتہائی برق رفتاری سے میں نے گھر کے چاروں کونوں پر زمین میں یہ کیلیں گاڑ دیں...... ہتھوڑی وغیرہ بابا کو واپس کی...... بابا کریم بخش نے جلدی سے دروازے پر کاجل کی لکیر بنا دی تھی...... رفیق چوکیدار کو اپنے ساتھ باتوں میں لگا کر لے آیا تھا اور بابا کریم بخش اپنا کام کر کے اپنے کوارٹر میں داخل ہو گئے تھے...... جب میں اندر پہنچا تو میں نے اس کے کمرے میں روشنی جلتی ہوئی دیکھی...... پتہ نہیں اس نے میرے بارے میں چھان بین کی یا نہیں؟ لیکن بہر طور میں خاموشی سے جا کر اپنے بستر پر لیٹ گیا تھا...... پورا بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اب نہ جانے کیا ہو گا؟ پھر تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد میں نے اٹھ کر دور سے اس کے کمرے کو دیکھا...... روشنی بجھ چکی تھی، اس کا مطلب ہے یا تو وہ آرام کرنے لیٹ گئی ہے یا اپنے کسی شیطانی عمل کا شکار ہے...... میری آنکھوں میں البتہ نیند نہیں تھی اور میں بہت سی باتیں سوچ رہا تھا...... میں سوچ رہا تھا کہ تقدیر نے کیا انوکھا گل کھلایا ہے...... کیسے برے چکر میں پھنسا ہوں...... واقعی عقل سے کام لینا چاہئے تھا...... یہ سارا کھیل کیا ہے؟ اس کا نتیجہ کیا ہو گا...... کوئی خاص معلومات بھی نہیں تھی...... فقیروں نے جو مرمت کی تھی وہ بھی میرے ہوش و حواس پر برق بن کر گری تھی، جو الفاظ انہوں نے کہے

وہ ملامت آمیز تھے...... انہوں نے کہا تھا کہ حرام و حلال کی تمیز چھوڑ دی میں نے...... ں بات تو سچ تھی، لیکن اب کیا کروں؟ اب تو مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں...... کیسے جان ں گا اس سے" رات ان ہی سوچوں میں گزر گئی...... صبح کے وقت نیند آ گئی تھی...... پتہ ں کیا ہوا...... کوئی ساڑھے دس بجے آنکھ کھلی...... میں نے چونک کر گھڑی دیکھی اور پھر اتھ دھوئے بغیر باہر نکل آیا...... راہداری میں دوڑتا ہوا اس کے کمرے تک پہنچا...... میں دیکھا کہ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی بال بنا رہی ہے...... اس کے چہرے پر مسکراہٹ ا اور اس کا سارا وجود اتنا ہی حسین نظر آ رہا تھا...... وہ پرسکون تھی، دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا ا بھی تک اس بات سے واقف نہیں ہو سکی کہ اس کے خلاف کیا سازش کی گئی ہے، یا پھر س سازش پر حاوی ہو گئی ہے...... میں الٹے قدموں واپس پلٹا...... نہایا دھویا اور اس کے لباس وغیرہ تبدیل کر کے میں اس کے کمرے کی جانب چل پڑا...... اتنی دیر میں وہ تیار چکی تھی...... میں نے دروازے پر دستک دی تو وہ بولی۔

"آ جاؤ...... اب تم کچھ زیادہ تکلف نہیں برتنے لگے" میں نے دیکھا کہ وہ ایک بصورت لباس میں ہے، لیکن لباس گھریلو ہی تھا...... یعنی وہ کہیں جانے کا ارادہ نہیں رکھتی ں...... چہرہ اتنا حسین نظر آ رہا تھا جس طرح کہ پہلے دن نظر آ رہا تھا...... خاموشی سے میری ورت دیکھتی رہی...... پھر بولی۔

"کیا بات ہے؟ کیا آج کل راتوں کو نیند نہیں آ رہی"۔

"نہیں پچھلی رات ہی ذرا دیر سے سویا"۔

"کیوں اپنے وجود کو گھن لگا رہے ہو؟"۔

"ہاں کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے"۔

"مگر کیوں؟"۔

"بس ایک بے زاری سی ذہن پر سوار ہے"۔

"اس کے لئے تمہیں کوئی طریقہ کار دریافت کرنا پڑے گا"۔

"کیا طریقہ ہو یہی تو سمجھ نہیں آ رہا"۔

"یہ تو میں بھی تمہیں نہیں بتا سکتی"۔

"تم"۔

"ہاں!"

"تم کوئی مشورہ تو دو مجھے"۔

"میں مشورہ دیتی ہوں تم مانتے نہیں ہو؟"۔

"اب بتاؤ"۔

"بھئی اپنی دوستیاں بڑھاؤ...... جن لوگوں سے رابطے قائم کرنا چاہتے ہو کرو یہ ضروری ہے اس سے تمہیں فائدہ بھی ہوگا...... طبیعت بھی بہل جائے گی...... مال دولت کی کوئی کمی نہیں ہے تمہارے پاس...... نوکری کرنے کی ضرورت نہیں ہے...... ہاں اگر اپنے لئے کوئی مشغلہ کرنا چاہو تو وہ کرلو...... مجھے اعتراض نہیں ہوگا" میں اس بارے میں سنجیدگی سے غور کر رہا ہوں"۔

"غور ہی کرتے رہو گے یا عمل بھی کرو گے"۔

"نہیں عمل بھی کروں گا"۔

"ناشتہ تو نہیں کیا ہوگا؟"۔

"تم نے کرلیا"۔

"ہاں"

"میرے لئے کسی سے مناسب ناشتہ منگوادو" میں نے کہا اور اس نے گردن ہلادی......

میں سوچتا رہا کہ اب کیا کروں...... نہ جانے وہ گھر میں کیوں ہے؟ ہو سکتا ہے اسے میری کارروائی کا علم ہو گیا ہو، لیکن اس کے چہرے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا...... ناشتہ کیا...... دوپہر کا کھانا کھایا...... شام ہو گئی...... اس کے ساتھ باہر لان پر آ گیا...... رات کے نو بج گئے......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ے کا کھانا کھایا...... آج وہ پورا دن گھر پر ہی گزار رہی تھی...... ایک بار بھی اس کے چہرے اس بات کا اظہار نہیں ہوا تھا کہ کوئی اہم بات ہے...... رات کو گیارہ بجے اس نے مجھے راتے ہوئے انداز میں دیکھا اور بولی۔

"کیا خیال ہے؟ سونے جا رہے ہو"۔

"جیسا تم کہو"۔

"جاؤ سو جاؤ"۔

"ٹھیک ہے" میں نے کہا اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑا...... وہ مجھے میرے کمرے دروازے تک چھوڑنے آئی تھی...... میں اندر داخل ہو گیا...... پھر میں نے روشنی بھی کردی، لیکن جاگتا ہی رہا تھا...... پتہ نہیں کیا ہوا ہے، نہ جانے مجھے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا وئی سنسنی خیز بات ضرور ہونے والی ہے اور میرا اندازہ درست نکلا...... دروازہ کھلنے کی سنائی دی تھی...... میں نے اپنے دروازے سے جھانک کر دیکھا وہ سیاہ لباس میں ملبوس باہر رہی تھی...... لمبے گھنے بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور رات ہونے کے داس کا آتشیں چہرہ دمک رہا تھا...... وہ بڑے پروقار انداز میں ایک ایک قدم آگے بڑھاتی دروازے کی جانب جا رہی تھی...... میں نے اس کا تعاقب شروع کر دیا...... وہ عمارت صدر دروازے سے باہر نکل گئی اور میرا دل دھڑکنے لگا...... وہ جو کچھ ہو جانے والی کیفیت اب وہ اور شدید ہوتی جا رہی تھی...... میرا اندازہ درست نکلا...... وہ دروازے پر پہنچی کا چوکیدار غالباً سو رہا تھا اور گیٹ پر موجود نہیں تھا...... اس نے گیٹ پر پہنچنے کی کوشش لن اچانک ہی ایک زبردست سفید رنگ کا شعلہ بھڑکا اور وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی...... میں ستون کی آڑ میں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا...... شعلہ اتنا روشن تھا کہ سارا ماحول ایک لمحے لئے روشن ہو گیا تھا، بالکل اس طرح جیسے بجلی کڑکتی ہے...... ایک دم سے مجھے کاجل کی وہ اد آ گئی تھی...... وہ ششدر کھڑی ہوئی تھی...... چند لمحے وہ کھڑی ہو کر ادھر ادھر دیکھتی اور پھر اس نے دوبارہ قدم آگے بڑھائے...... لکیر تک پہنچی تو ایک دم سے شعلہ پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روشن ہو گیا اور اس بار آگ دیر تک رہی تھی...... اس کے حلق سے غراہٹ سی نکلی...... جو وہاں تک سنی جا رہی تھی...... اس نے کہا۔

"چوکیدار...... چوکیدار کہاں مر گیا تو؟" چوکیدار جو تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا گھبرا کر اس کے قریب آ گیا۔

"جی بی بی صاحب"۔

"یہ...... یہ سب کیا ہے؟"۔

"کہاں بی بی صاحب؟"۔

"بھئی دیکھ یہ سب کیا ہے؟" اس نے کہا اور ایک قدم پھر آگے بڑھایا...... جیسے ہی اس کے پاؤں نے لکیر کو چھوا...... شعلے ابل پڑے...... چوکیدار کی تو گھگھی بندھ گئی تھی...... وہ چیخ مار کر دوڑا اور اوندھے منہ زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا...... وہ آگے بڑھی...... اس نے چوکیدار کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور اسے بے ہوش پا کر زور سے دھکا دے دیا......

"بزدل کمینہ کہیں کا...... مگر...... مگر...... کیا ہے یہ سب کچھ کیا ہے" اور پھر وہ دوڑتی ہوئی گھر کی ایک دیوار تک پہنچی...... اس نے دیوار پر ہاتھ جمائے...... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ عورت ہو کر...... اتنی خوش لباس اور خوبصورت ہو کر کوئی ایسا قدم اٹھائے گی...... لیکن اب اس کے انداز سے بے چینی ظاہر ہو رہی تھی...... وہ شاید دیوار کود کر بھاگ جانا چاہتی تھی، لیکن جیسے ہی اس نے دیوار چھوئی پوری دیوار سے سرخ شعلے اُبل پڑے اور وہ چیختی ہوئی وہاں سے پیچھے ہٹی اور اس کے بعد اس کی دیوانگی دیکھنے کے قابل تھی، گھر کے ہر گوشے کو وہ دیکھ رہی تھی اور ہر جگہ سے آگ اُبل رہی تھی، میں ساکت و جامد کھڑا ہوا تھا۔ ملازم بھی جاگ گئے تھے اور یہ کوشش دیکھ رہے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا...... کوئی کچھ نہیں بولا تھا...... پھر اچانک ہی میں نے ایک اور بھیانک منظر دیکھا...... وہ زمین پر بیٹھ گئی تھی...... کالے لباس میں وہ اپنا سر گھٹنوں میں دے کر زمین پر بیٹھ گئی تھی اور چند لمحوں کے بعد اس منظر نے میرے ہوش و حواس ہلا دیئے...... سو فیصدی کالی بلی

تھی، وہ اس کی آنکھیں بلیوں کی مانند ہی چمک رہی تھیں لیکن اس کی جسامت کسی کتے کے برابر تھی...... اتنی بڑی جسامت کی بلی شاید کبھی کسی انسان نے نہ دیکھی ہو، وہ تیزی سے پیچھے ہٹی اور اس کے بعد اس نے چھلانگ لگا کر دیوار پر چڑھنا چاہا لیکن جیسے ہی اس کے کندھے دیوار سے ٹکرائے دیوار سے شعلے اُبلنے لگے اور وہ کئی قلابازیاں کھا کر پیچھے گری اور اس کے بعد اس رہائش گاہ میں ایک خوفناک ہنگامہ شروع ہو گیا...... پتہ نہیں اس ہنگامے کی آواز باہر تک جا رہی تھی یا نہیں، ملازم سب ڈرے سہمے ہوئے اپنی اپنی جگہ دُبکے ہوئے تھے یا پھر خوف سے بے ہوش ہو چکے تھے چونکہ کسی کی کوئی آواز نہیں آ رہی تھی، البتہ ایک بلی کے چیخنے اور غرانے کی آواز نے پوری عمارت میں شور برپا کیا ہوا تھا، وہ غرا رہی تھی، پنجے زمین پر مار رہی تھی، اِدھر سے اُدھر بھاگ رہی تھی، چاروں طرف ایک خوفناک بلی کی مانند وہ دوڑتی پھر رہی تھی، دیوار پر جہاں بھی اُس نے چڑھنے کی کوشش کی ہر جگہ آگ کے شعلوں نے اسے اپنا شکار بنانے کی کوشش کی اور وہ وہاں سے پیچھے پلٹ پڑی...... تقریباً آدھے گھنٹے تک یہ ہولناک کھیل جاری رہا اور اگر اس کھیل کو دیکھنے والا کوئی ہوتا تو یقینی طور پر اس کے دل کی دھڑکن بند ہو چکی ہوتی، ایسا ہی خوفناک منظر تھا۔

میری جو کیفیت تھی میں وہ بھی محسوس کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ بابا کریم بخش مجھے وقت پر اس مزار پر نہ لے جاتے اور مجھے یہ سہارا نہ مل جاتا تو میں یقینی طور پر اس بدروح کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا جو انتہائی طاقتور تھی، جب وہ تھک گئی تو اسی طرح زمین پر بیٹھ گئی اور چند لمحات کے بعد جب اس نے سر اٹھایا تو وہ بلی نہیں عورت تھی اور تھکی تھکی نظر آ رہی تھی...... پھر وہ تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے کی جانب چل پڑی تھی...... میں نے پھرتی سے اپنے کمرے کی جانب دوڑ لگا دی...... میرے سینے میں سانس نہیں سما رہی تھی، اس وقت اگر وہ میرے پاس آ جاتی تو میری کیفیت کو دیکھ کر یقینی طور پر اس بات سے ہوشیار ہو جاتی کہ اس کے خلاف جو کچھ بھی کیا ہے اس کا کرتا دھرتا میں ہوں...... کاش وہ ادھر نہ آئے اور اس کو روکنے کے لئے میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا لیکن کسی بدروح کے لئے بند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمرے کا دروازہ کھول لینا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا، لیکن وہ اس طرف آئی ہی نہیں تھی، کیونکہ آدھا گھنٹہ، پونا گھنٹہ، پھر ایک گھنٹہ گزر گیا اور میرے کمرے کے دروازے پر کوئی آہٹ نہیں اُبھری تھی...... آہ میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس نے میرے ہوش و حواس اس بری طرح خراب کئے تھے کہ میں بری طرح چکرا رہا تھا، مجھے یوں لگ رہا تھا کہ زمین گھوم رہی ہو، اپنے آپ کو سنبھالنا ایک مشکل کام لگ رہا تھا...... اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ ایک مکمل بدروح ہے لیکن اس خوبصورت کہانی سے اس کا کیا تعلق ہے؟ یہ خاص طور سے اس آبادی تک کیوں پہنچی تھی، کیا چاہتی ہے وہ مجھ سے، کالی بلی بن کر جس طرح اس نے اچھل کود مچائی تھی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کمبخت کافی طاقت ور بھی ہے...... کیا میں اس کو روک سکوں گا؟ کیا کوئی ایسا لمحہ نہیں آجائے گا کہ یہ خود میری جان لے لے، بچا سکتا ہوں اس سے اپنے آپ کو، مشکل ہی نظر آ رہا تھا بہر حال آنکھوں آنکھوں میں صبح ہو گئی...... مجھے یہ خوف تھا کہ نجانے دن کی روشنی میں اس کا کون سا روپ سامنے آئے...... بہر حال پریشان کن بات تھی...... سوچتا تھا کہ کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے...... کافی وقت اسی طرح گزر گیا تھا پھر صبح کی روشنی نمودار ہو گئی تھی اور میں اٹھ کر غسل خانے میں داخل ہو گیا تھا...... غسل خانے میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ اندر سے کھول دیا تھا...... بہر حال اس کا سامنا تو کرنا تھا، اگر وہ اندر آجاتی ہے تو دیکھنا ہو گا کہ اس کا رویہ کیا ہوتا ہے...... حقیقتاً میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے، لیکن مجھے اس کے آنے کی آہٹ ذرہ برابر بھی نہیں سنائی دی تھی...... غسل خانے سے باہر نکلا تو اپنی مسہری پر اسے لیٹے ہوئے دیکھا...... شاید غسل کر کے آئی تھی...... انتہائی لمبے بال لہرا رہے تھے...... چہرہ پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہا تھا...... آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹی تھی...... ایک لمحے کے لئے تو دل کانپنے لگا...... جی چاہا کہ دروازے سے نکل کر باہر بھاگ جاؤں، لیکن بالکل مناسب نہ ہوتا، میں باہر آگیا اور اس نے میری آہٹ پا کر آنکھیں کھول دیں...... میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ ان آنکھوں میں کس بلا کی نشہ آلود کیفیت تھی...... ہونٹوں پر ایک سبک سی مسکراہٹ، اتنی دلکش لگ رہی تھی وہ اس

وقت کہ انسان اگر واقعی انسان ہو تو دنیا کو بھول کر حواس کھو بیٹھے اور اس کے قدموں میں ختم ہو جائے، لیکن انسان اگر رات کے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہو اور اس کے بعد ایسا کر کے دکھا دے تو اسے واقعی ہم "سپرمین" کہیں گے...... اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی اور اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی...... پھر نشہ آلود لہجے میں بولی۔

"چائے منگواؤ بہت تھک گئی ہوں میں"۔

میں نے موقع غنیمت جانا اور تیزی سے باہر نکل آیا، لیکن پھر میرے قدم رُک گئے...... گھر سے باہر نکل کر بھاگ تو نہیں سکتا تھا، جاتا بھی تو کہاں جاتا، اپنے آپ کو بالکل مفلوج کر کے رکھ لیا تھا اور یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی...... پھر میں نے خود کو سنبھالا، ملازم سے چائے کے لئے کہا، پوری طرح آنے والے وقت کے لئے اپنے آپ کو تیار کر کے اندر آگیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا...... وہ پھر بستر پر دراز ہو گئی تھی اور مجھے دیکھے جا رہی تھی، میں نے اس کی جانب دیکھا اس وقت جو اس کا انداز تھا بلاشبہ وہ اس سے زیادہ حسین پہلے کبھی نہیں لگی تھی...... پھر اس نے مدھم لہجے میں مجھے پکارا"۔

"جلیس...... میں چونک کر اسے دیکھنے لگا...... پھر میں نے کہا"۔

"جی"۔

"ایک بات بتاؤ گے؟"۔

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں"۔

"کیا میرا وجود اب تمہارے لئے کشش کھو بیٹھا ہے"۔

"بالکل نہیں تمہیں یہ احساس کیوں ہوا؟"۔

"سچ بولنا اچھی بات ہے اور سچ سے بہت سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں...... سچ بولو...... فریب نہ کرو"۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے اندر یہ خیال پیدا ہی ہوا ہے...... جس کی وجہ سے میں نے تم سے یہ سوال کر لیا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وجہ؟"

"تم مجھ سے بہت دور رہتے ہو...... تمہیں میری قربت کی خواہش بھی نہیں ہے"۔

"نہیں یہ خیال غلط ہے تمہارا"۔

"اور پہلا خیال"۔

"اگر یہ خیال تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے تو کیا تم نے اس کی وجوہات پر غور نہیں کیا؟"۔

"نہیں...... نہیں کیا"۔

"خود غور کرو"۔

"پلیز مجھے بتاؤ؟"

"تم اس دوران کتنے وقت میرے ساتھ رہی ہو"۔

"ہر وقت"۔

"نہیں ایسا نہ کہو...... تم جانتی ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو وہ غلط ہے"۔

"تمہیں شکایت ہے مجھ سے؟"۔

"نہیں...... تم خود دیکھو مجھے نہیں معلوم کہ تم کہاں جاتی ہو...... کیا کرتی ہو...... کچھ بھی نہیں معلوم مجھے...... اور معلوم کر بھی نہیں سکتا...... میرے پاس اس کے ذرائع بھی نہیں ہیں"۔

"ہاں کہہ سکتے ہو، واقعی کہہ سکتے ہو، لیکن ایسی بات ہے نہیں"۔

"شاید تمہارا کہنا درست ہو؟"۔

"اچھا یہ بتاؤ ناراض ہو مجھ سے؟"۔

"ناراض نہیں ہوں...... بس مجھے اس بات کا احساس ہے کہ تم نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے اور بہت کچھ کر رہی ہو...... میرا خیال ہے کہ مجھے اس کے صلے میں خاموش ہی رہنا چاہئے"۔

"اوہ...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری طرف سے تم اتنے بد دل ہو چکے ہو...... اچھا

او اس کے علاوہ اور کوئی شکایت؟"۔

"تمہارے خیال میں کیا ہو سکتی ہے"۔

"مجھ سے ہی سوال کئے جا رہے ہو، میں کہہ رہی ہوں تم مجھے بتاؤ؟"۔

"نہیں...... میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا، کیونکہ میں نے اس دوران تمہارے

ۓ کچھ نہیں کیا ہے؟"۔

"تو کچھ کرو نا میرے لئے؟"۔

"بتاؤ کیا کروں"۔

"محبت کرو مجھ سے اپنے دل میں میرے پیار کو قائم رکھو...... کچھ کرنے سے اگر
ری مراد دولت کا حصول ہے تو یہ بات تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھے اس کی
رت نہیں ہے...... بہت کچھ ہے ہم دونوں کے پاس...... ہم اس کے خواہشمند نہیں ہیں
ں سے ہٹ کر جو تمہاری ذمہ داریاں ہیں وہ تم پوری کرو"۔

"کوشش کروں گا...... میں نے کہا"۔

"آؤ آج کوئی اچھا سا پروگرام بناتے ہیں...... یہ کیا ہم ایک دوسرے سے الگ ہو کر رہ
یں"۔

میں نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اسے دیکھا...... نجانے کیسا پروگرام بنانا چاہتی
ئی دیر میں ملازم چائے لے آیا...... جب وہ چلا گیا تو اس نے مجھے لاڈ بھری نگاہوں سے
ور بولی۔

"بناؤ چائے آج میرے اوپر بڑی کہولت سوار ہے"۔

میں جانتا تھا کہ یہ کہولت کیسی ہے...... میں نے اسے چائے بنا کر دی، اپنے لئے بھی
بنائی اور وہ کہنیوں کے بل اٹھ کر گرم گرم چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی......
ں اتنی گرم چائے کو ہونٹوں سے نہیں لگا سکتا تھا...... عام حالات میں میں نے اسے کبھی
م چائے پیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، لیکن اس کے چہرے پر کسی قسم کی تکلیف کے آثار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی نہیں تھے...... بڑے مزے سے وہ چائے کے گھونٹ لے رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

"جلیس...... اگر زندگی سے اکتاہٹ ہو رہی ہے...... یہاں سے کہیں اور چلیں...... کسی اور ملک...... کسی اور جگہ...... تمہارے پسند کے کسی شہر"۔

"نہیں سیپ...... اکتاہٹ نہیں ہو رہی...... بس تنہائی کا احساس ہوتا ہے"۔

"میں چلی جاتی ہوں اس لئے"۔

"ہاں ظاہر ہے تمہارے بعد تو یہاں صرف ملازم رہ جاتے ہیں نا"۔

"تم ایسا کرو کہ ایک سیکرٹری رکھ لو...... لیڈی سیکرٹری...... اس نے تجویز پیش کی"۔

"پھر؟"۔

"اس سے بات چیت کر لیا کرو"۔

"اور تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ تم کہاں جاتی ہو؟"۔

"دیکھو میں صرف تمہیں ایک بات بتاؤں...... جہاں میں جاتی ہوں وہاں جانا میری مجبوری ہے"۔

"اسی لئے میں نے تمہیں نہیں ٹوکا"۔

"تمہیں میرے جانے پر اعتراض ہے؟"۔

"کہا نہ نہیں ہے...... بس ایک اتنی سی بات تھی کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ تم کہاں جاتی ہو؟"۔

"ہوں...... اس بار اس نے آنکھیں جھکا لیں...... ہتھیلی سے ماتھے کو پکڑ کر کچھ سو... رہی...... اس کے بعد بولی"۔

"چلو آج کا دن باہر گزاریں گے...... اس کی اس فرمائش پر میں نے اس کو بغور دیکھا اور سچی بات یہ ہے کہ اس فرمائش نے میرے چھکے چھڑا دیئے تھے...... وہ مکان سے باہر نہ نکل سکی تھی...... کیا اب وہ مجھے اپنے ساتھ لے جا کر اس مکان سے باہر نکلنا چاہتی ہے؟ ایسا ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے...... لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس

...ائش پوری کروں اور اس کے لئے اس نے باقاعدہ کام شروع کر دیا...... ساڑھے گیارہ ...ے بارہ بجے کے قریب ہم باہر نکلے...... کار میں ڈرائیو کر رہا تھا، وہ میرے برابر بیٹھی ہوئی ...... چوکیدار نے گیٹ کھولا اور کار باہر نکل گئی تھی...... اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا ...... کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا...... باہر نکل کر میں نے اس سے پوچھا۔

"اب بتاؤ کہاں چلیں؟"۔

"جہاں دل چاہے"۔ اس نے جواب دیا۔

"ساحل پر؟"۔

"میں نے کہا نا جہاں دل چاہے...... چنانچہ میں نے کار کا رخ ساحل کی جانب کر دیا...... ...جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا...... ان احکامات کی خلاف ورزی تو ہوئی تھی اسے بابا حماد علی نے ...یں روکا تھا لیکن میں اسے ساتھ لے کر باہر نکل آیا تھا...... میں سوچ رہا تھا کہ کرتا بھی تو ...کرتا...... کچھ دیر کے بعد ہم ساحل پر پہنچ گئے...... اس نے ایک حسین لباس پہنا ہوا تھا...... ...ل سمندر پر ہم دونوں چہل قدمی کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے...... عام طور سے اس ...پر لوگ کم آتے تھے...... آگے جا کر کالی اور بدنما چٹانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، جب ...س طرف بڑھنے لگی تو میں نے کہا۔

"اس سے آگے نہیں"۔

"تھک گئے؟"۔

"ہاں"

"مرد ہو کر...... اس نے میری ہمت کو ابھارنے کی کوشش کی"۔

"اس میں مرد عورت کا کیا سوال ہے؟"۔

"میں تو نہیں تھکی"۔

"تم بہت بہادر ہو؟"۔

"اور طاقتور بھی؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں"

"چلو ٹھیک ہے اب بتاؤ کہاں چلیں؟"۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے"۔

"پھر آؤ کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھائیں گے...... پھر وہاں سے واپس چل پڑ
اور میں نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا...... اصل میں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو
کے بعد مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ وہ کچھ بھی کر سکتی ہے...... ایک انسان اگر جسمانی
طاقتور ہو تو اس سے زندگی کی بازی لگا کر جنگ کی جا سکتی ہے، لیکن اگر ایک انسان انسان
ہو تو کیا کیا جا سکتا ہے...... اور مجھے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ میں اس سے مقابلہ نہیں
تھا...... یہ بھی اس نے رعایت کی تھی میرے ساتھ اور میں سوچ رہا تھا کہ وہ ایسا کیوں
ہے...... کار ڈرائیو کرتے ہوئے میں نے دل میں یہی فیصلہ کیا تھا کہ اصل میں وہ مجھ سے
تعاون کر کے اپنا کوئی اہم مقصد حاصل کرنا چاہتی ہے...... بہرحال جب تک میرا کوئی
چل سکتا ہے...... میں بھی اس سے تعاون کروں گا اور جب میرے فریب کا پردہ چاک ہو
حقیقت اس کے علم میں آ گئی تو پھر میں وہ کروں گا جو حماد علی صاحب کہیں گے۔

ہم ایک عالی شان ہوٹل میں آ بیٹھے...... میں نے ساحل پر بھی محسوس کیا تھا کہ
جتنے افراد تھے ان کی نگاہوں میں اس کے لئے پسندیدگی کے اثرات تھے اس جیسی
عورت کو دیکھ کر ہر شخص اسے گھورتا ضرور تھا...... یہاں ہوٹل میں بھی جتنے افراد موج
ان سب کی نگاہیں ہمارا تعاقب کر رہی تھیں...... ہم ایک میز پر بیٹھ گئے...... ویٹر نے
منگوایا اور اس کے بعد کھانے کا انتخاب کرنے لگے...... میں دل ہی دل میں ملال سے س
تھا کہ کاش اتنی حسین عورت حقیقت میں میری ساتھی ہوتی...... میری دوست ہوتی او
کہ حماد علی صاحب نے کہا تھا...... وہ بغیر نکاح کے میرے ساتھ رہ رہی ہے...... میں
خوشی کے ساتھ اس سے نکاح کرتا...... صرف اسے ہی کچھ نہ کرنے دیتا...... خود بھی ہاتھ
ہلاتا...... وہ تو ماں کی موت کے بعد طبیعت کچھ بیزار سی ہو گئی تھی اس دنیا سے...... چنا

گیری کر لی تھی ورنہ میں اتنا بھی نکما اور ناکارہ نہیں تھا کہ دنیا میں اپنے لئے کوئی مقام نہ حاصل
کر سکتا...... یقینی طور پر میں اپنا ایک مقام بنا سکتا تھا، لیکن اب ذرا مشکل ہی کام تھا...... ویٹر نے
کھانا ہمارے سامنے سجا دیا...... وہ کہنے لگی"۔

"جو انداز پہلے تمہارے اندر تھا، جو پذیرائی پہلے تم میری کرتے تھے یقین کرو اب اس کا
نام و نشان بھی نہیں ہے"۔

"بس چھوٹی چھوٹی سی وجوہات تھیں...... سیپ میں تمہیں بتا چکا ہوں"۔

"کھانا شروع کرو...... اس نے کہا اور ہم لوگ کھانا کھانے لگے...... کھانا کھاتے ہوئے
وہ ایک دم چونکی اور بولی"۔

"وہ کون سا طریقہ ہو سکتا ہے جس سے ہمارے درمیان محبت کے یہ لمحے پھر سے تازہ
ہو سکیں جن سے ہم نے آغاز کیا تھا"۔

"تم کر پاؤ گی؟"۔

"کیا؟"

"میرا نام کیا ہے؟"۔

"جلیس"۔

"جلیس کے مذہب کے بارے میں کیا جانتی ہو؟"۔

"مسلمان ہو"۔

"مسلمانوں کے بارے میں کیا یہ بات جانتی ہو کہ وہ نکاح کرتے ہیں؟"۔

"ہاں کیوں نہیں؟"۔

"تم مجھ سے نکاح کر لو؟"۔

"کیا؟" وہ کھاتے کھاتے رُک گئی...... اس کی حسین آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت
کے نقوش اجاگر ہوئے تھے...... کچھ لمحے وہ مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک
محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی اور آنکھوں سے محبت کے آثار جھلکنے لگے...... اس نے کہا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جلیس تم مجھے آزمانا چاہتے ہو؟"۔

"نہیں"۔

"تو پھر؟"۔

"بس اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں"۔

"تمہارے دل کے اطمینان کے لئے میں دنیا کا ہر وہ کام کر سکتی ہوں جو تم چاہو" اس نے کہا اور اب میرے خاموش ہونے کی باری تھی...... مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر میں اس سے یہ الفاظ کہوں گا تو صحیح رد عمل کا پتہ چل جائے گا...... رد عمل تو یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خلوص دل کے ساتھ مجھ سے منسلک ہونے کے لئے تیار ہے...... اب اس سے آگے میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا...... وہ خاموشی سے کھانا کھاتی رہی اور بڑے دلکش انداز میں مجھے دیکھ دیکھ کر مسکراتی رہی...... میں نے بھی کھانا کھالیا تھا...... کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"تم سے نکاح کرنے کے لئے مجھے مسلمان ہونا پڑے گا"۔

"ہاں ظاہر ہے...... ویسے کیا تم مسلمان نہیں ہو؟"۔

"پتہ نہیں تم تو ایسے ہی کہہ رہے ہو مجھ سے...... جیسے میں مسلمان ہوں ہی نہیں" میں نے ایک لمحے کے اندر محسوس کیا جیسے اس نے پہلے جملے ادا کرنے کے بعد اپنی غلطی کا احساس کیا ہو اور پھر ایک دم اپنے آپ کو الفاظ کے خول میں چھپانے کی کوشش کی ہو لیکن یہ میرا خیال بھی ہو سکتا تھا جو بات انسان کے ذہن میں ہوتی ہے اس سے منسلک بہت سی باتیں ذہن تک آتی رہتی ہیں، جبکہ ان کی اصلیت کچھ نہیں ہوتی لیکن بہر حال میں اپنے آپ کو پوری طرح محتاط رکھنا چاہتا تھا...... کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔

"تو جناب آپ کہاں اور کس جگہ ہمیں اپنی زوجیت میں قبول کر رہے ہیں؟" چلئے یہ بھی سہی ہمیں بھلا کیا انکار ہو سکتا ہے"۔

"واقعی اگر تم تیار ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایسا کرلوں"۔

"اور تیاری کا اظہار کس طرح کیا جا سکتا ہے...... آپ حکم دیجئے ہم مانیں گے...... اس نے بڑی محبوبیت سے کہا اور میں تھوڑا سا نروس ہو گیا...... بہر حال ساری باتیں اپنی جگہ، غور رنے کا مقام تو تھا پھر وہ بولی"۔

"خیر آپ فیصلہ کر لیجئے لیکن آئیے ہم بھی آپ کو اپنا ٹھور ٹھکانہ دکھائیں...... آپ کو لف آئے گا"۔

"کیا مطلب؟"۔

"نہیں ہم نے آپ سے کوئی مطلب پوچھا...... وہ بولی" اور میں خاموش ہو گیا...... ھانے سے فراغت حاصل کر لی گئی...... ویٹر کو بل وغیرہ بھی ادا کر دیا گیا اور اس کے بعد ہم ہاں سے اٹھ گئے...... اب ظاہر ہے اس نے میری خواہش پر آمادگی کا اظہار کر دیا تھا اور یرے پاس اس سے کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں رہا تھا...... میں نے اتنا طویل سفر طے کیا تھا، ہاں تک آئے تھے اور یہاں زندگی کے حسین ترین لمحات گزارے تھے...... ایک لمحے میں ھ پر شکوک و شبہات کے پہاڑ تو نہیں ٹوٹ سکتے تھے...... اس پر اعتبار کرنا تھا ہم چلتے ہے...... شہر سے باہر نکل آئے اور پھر میرے سامنے کھنڈرات کا ایک عظیم الشان سلسلہ گیا...... یہ کھنڈرات نجانے کون سے دور کے بنے ہوئے تھے...... بہت سی ٹوٹی دیواریں، ٹے برج اور اینٹوں کے ڈھیر یہاں اس نے کار روک دی...... میں نے حیران نگاہوں سے ے دیکھا...... وہ نیچے اتر گئی تھی...... پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"ڈر رہے ہو؟"

"نہیں کیوں؟"

"تو پھر آؤ"۔

"آ رہا ہوں میں نے کہا اور نیچے اُتر گیا"۔

"آجاؤ میرے ساتھ"۔

"مگر سنو تو؟"

"ہاں بولو وہ رُک کر بولی؟"۔

"کون سی جگہ ہے یہ؟"۔

"پوچھنا ضروری ہے؟"۔

"میں اس سے پہلے یہاں کبھی نہیں آیا؟"۔

"اب تو آئے ہو"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن...... پھر بھی"۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ تعجب سے کھڑی ہو گئی۔

"مجھے بتاؤ تو سہی تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟" جواب میں وہ ہنس پڑی اور پھر اس نے ہنستے ہوئے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے کوئی نوخیز کنواری کسی شیطان نما مرد کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہو...... آؤ مرد بننے کی کوشش کرو۔

یہ میری غیرت کے لئے للکار تھی...... میں آگے بڑھ گیا...... واقعی میرے ان الفاظ نے یہ ماحول پیدا کیا تھا جیسے میں اس سے خوفزدہ ہوں...... پھر یہ بھیانک کھنڈرات میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے، خاص طور سے اس لئے کہ اس کی شخصیت میری نگاہوں میں مشکوک ہو چکی تھی...... کھنڈرات کی اینٹوں کے ڈھیر کے درمیان راستے جیسے بنے ہوئے تھے اور یوں لگ رہا تھا جیسے ان راستوں پر لوگ آتے جاتے رہتے ہوں، لیکن ان کھنڈرات کے بارے میں مجھے بالکل معلوم نہیں تھا...... وہ آگے بڑھتی رہی میں نے اسے آواز دی"۔

"سیپ...... وہ رُک گئی...... پھر بولی"۔

"ہاں"

"میری بات تو سنو کم از کم...... کسی مسئلے کے بارے میں بتانا تو ضروری ہے"۔

"اچھا ایک بات بتاؤ؟"۔

"ہاں پوچھو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم نے مجھ سے نکاح کے لئے کہا تھا؟"۔

"کہا تھا؟"

"میں نے تم سے اس بارے میں کوئی ایک لفظ بھی پوچھا؟"۔

"نہیں"

"تو پھر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ایسی بھیانک جگہ"۔

"تم مرد ہو اور میں عورت ہوں"

"ہاں ٹھیک ہے"

"مجھے خوفزدہ ہونا چاہئے یا تمہیں"۔

"خیر یہ ضروری نہیں ہے کہ...... تم مجھے خوفزدہ ہی سمجھو"۔

"تو پھر آ جاؤ نا میرے ساتھ کیوں ضد کر رہے ہو...... اس نے کہا اور ایک بار پھر میں م آگے بڑھا دیئے...... لیکن میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ آگے بڑھنے والا ہر قدم ی کی جانب جا رہا ہے...... بہر حال ہمارا اختتام ایک ٹوٹے ہوئے در پر ہوا...... اندر کے پر ایک ایسی بھیانک نحوست طاری تھی کہ دیکھ کر انسان کا دل بیٹھنے لگے...... بس یوں ہوتا تھا کہ وہ جگہ جیسے شیطان کا گھر ہو...... اس کی چھت نہیں تھی، بس دیواریں ور ان دیواروں پر عجیب و غریب نقوش بنے ہوئے تھے...... ٹوٹی ہوئی اینٹوں نے کچھ یانک شکلیں اختیار کر لی تھیں، کہیں کوئی ہنستا ہوا ٹیڑھے سے منہ والا مرد، کہیں کوئی نما عورت، ایک عجیب و غریب ماحول تھا یہاں...... پھر اچانک ہی ایک عجیب واقعہ میرے پیروں کے نیچے کی زمین کھسک گئی تھی...... ایک لمحے کے لئے دونوں ہاتھوں پنے آپ کو بیلنس کر کے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن بہت سی اینٹوں کے ساتھ کہیں نیچے میرے پیروں میں چوٹ بھی لگی تھی لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ بھی میرے تھی اور اس طرح سیدھی زمین پر آ کھڑی ہوئی تھی جیسے پرواز کرتے ہوئے آئی ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبکہ میں زمین پر گر پڑا تھا اور کئی اینٹیں میرے دائیں بائیں گری تھیں...... وہ تو شکر ہے
کوئی سریا میرے جسم پر نہ لگا...... ورنہ لطف ہی آ جاتا...... ایک لمحے کے لئے تو میرے حوا
نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا، لیکن پھر میں نے خود کو سنبھالا اور جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا...... ؛
نے چاروں طرف دیکھا بہت ہی صاف ستھری جگہ تھی...... ایک وسیع و عریض تہہ خانہ ج
میں چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے روشنی اندر آ رہی تھی، کئی سوراخ دیواروں میں بھی
لیکن اتنے چھوٹے کہ روشنی کے سوا اور کوئی چیز وہاں سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی...... ؛
نے حیرت سے چاروں طرف کے ماحول کو دیکھا...... پھر اسے دیکھا...... وہ پر اسرار انداز ؛
مسکرا رہی تھی...... میں نے اس سے کہا"۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے سیپ"۔

"تم اسے بدتمیزی کہو گے؟"۔

"تو اور کیا کہوں گا"۔

"چھت میں نے گرائی ہے"۔

"تم مجھے اس کھنڈر میں لائی کیوں ہو؟"۔

"ایک بہت ضروری کام کے لئے"۔

"کیا ضروری کام ہے؟"۔

"تم مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہو نا؟"۔

"کیا تم اس بات کو میری چڑ بنا رہی ہو؟"۔

"نہیں پوچھ رہی ہوں؟"۔

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا یہاں سے نکلو"۔

"کیسے نکلوں...... دیکھو چھت کا سوراخ بھی بند ہو چکا ہے...... اس نے کہا اور یہ با
میں نے پہلی بار محسوس کی...... سر اٹھا کر دیکھا تو جہاں سے میں اینٹوں سمیت نیچے گرا تھا وہ جگ
تو بالکل مضبوط اور پائیدار تھی، وہ سوراخ خود بخود بند ہو گیا تھا...... میرے اوسان خطا ہو-

گے...... یہ تو بڑا خوفناک چکر ہے...... دل اندر سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ پھنس گیا بیٹے......
سی برے جال میں...... اب بچو اس مصیبت سے...... میں وحشت زدہ انداز میں اِدھر اُدھر
دیکھنے لگا پھر میں نے کہا"۔

"سیپ دیکھو مذاق بند کرو...... چلو یہاں سے نکلو...... کیسی وحشت ناک جگہ ہے یہ"۔

"آؤ ذرا میں تمہیں کچھ دکھاؤں...... اس نے کہا اور ایک طرف بڑھ گئی...... اس کے
علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اس کے ساتھ آگے بڑھوں...... وہ مجھے لئے ہوئے کافی
آگے آ گئی...... حیرت انگیز جگہ تھی، حالانکہ سامنے والی دیوار نظر آ رہی تھی لیکن جیسے جیسے
میں آگے بڑھتا جا رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دیوار پیچھے ہٹتی جا رہی ہو اور یہ تہہ
خانہ کشادہ سے کشادہ تر ہوتا جا رہا ہو...... اچانک ہی وہ بائیں جانب مڑی اور ایک طرف اشارہ
کر کے بولی۔

"ادھر دیکھو...... میں نے ادھر دیکھا پتھر کا ایک ہیبت ناک مجسمہ ایک سنگی چبوترے پر
بنا ہوا تھا...... اتنا ہیبت ناک مجسمہ کہ اسے دیکھ کر دہشت طاری ہونے لگے...... میں نے پلٹ
کر دیکھا لیکن اسی وقت مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میرے پیروں سے کوئی چیز لپٹ گئی
ہو...... پھٹی پھٹی حیران نگاہوں سے میں نے اس چیز کو دیکھا تو اچانک ہی دو رسیاں میرے
ہاتھوں میں آ پڑیں اور میں دہشت سے چیخ پڑا...... چاروں رسیاں اچانک کھنچ گئی تھیں اور میں
انگریزی کے ایکس کی شکل اختیار کر گیا تھا...... میں نے اسے دیکھا...... اب اس کے چہرے پر
سنجیدگی تھی اس نے کہا"۔

"دیکھو تمہیں اب وہ کرنا ہے جو میں کہوں...... جو کچھ بھول چکے ہو اسے یاد دلانا
ضروری ہے...... یہ مجسمہ دیکھ رہے ہو نا تم یہ تمہاری رہنمائی کرے گا...... یہ تمہیں بتائے گا
کہ تمہیں آگے کیا کرنا ہے...... بہت بڑا مان حاصل کرنے والے ہو تم...... وہ ملنے والا ہے
تمہیں جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے...... سمجھ رہے ہو نا میری بات...... بہت
کچھ ملنے والا ہے تمہیں"۔

"سیپ یہ کیا طلسم خانہ بنا رکھا ہے تم نے؟"۔

"نہیں میں نے کوئی طلسم خانہ نہیں بنا رکھا ہے...... یہ صرف تم ہو جو سب کچھ بھول چکے ہو...... میں تمہیں ایک لفظ بھی نہیں یاد دلاؤں گی...... پر یہاں سب کچھ تمہیں خود ہی یاد آ جائے گا...... دیکھو ادھر اس مجسمے کے سینے پر ایک شبد جگمگا رہا ہے اسے پڑھو...... یہ مجسمہ تمہیں اس کا مطلب سمجھائے گا...... ہر گھڑی تمہیں ایک شبد نظر آئے گا...... اسے اپنے من میں بٹھاتے رہو اور جب یہ سب کچھ پورا ہو جائے گا تو تمہارے من میں ایک روشنی اترے گی اور وہ روشنی تمہیں بتائے گی کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے سیپ"۔

"دماغ تو تمہارا خراب ہو گیا تھا...... مگر اب ٹھیک ہو جائے گا...... اچھا میں چلتی ہوں...... تمہارے لئے سارے انتظامات موجود ہیں"۔

اچانک ہی میں نے اسے دھوئیں میں تبدیل ہوتے دیکھا...... اس کے ارد گرد دھواں پھیل گیا تھا اور اس کا وجود خود بھی دھواں بنتا جا رہا تھا...... پھر یہ دھواں فضا میں بلند ہوا اور میں نے اسے ایک سوراخ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا...... یہ صرف پلک جھپکتے ہوا تھا...... کچھ لمحوں کے بعد کچھ بھی نہ تھا...... وہ فضاء میں تحلیل ہو گئی تھی اور میں اس تہہ خانے کا قیدی بن گیا تھا...... اوہ میرے خدا کھا گیا نا میں اس سے مات، ظاہر ہے وہ ایک آوارہ روح تھی...... جیسا کہ حماد علی صاحب نے بتایا تھا اور میں تو کچھ بھی نہیں تھا...... آہ واقعی میں تو کچھ بھی نہیں تھا...... پھر اس کے بعد ایک بدترین دور کا آغاز ہو گیا...... نجانے کتنے گھنٹے گزر گئے...... میرے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں دکھنے لگے...... مجسمے کے سینے پر روشن الفاظ کی لکیر چلتی رہی مگر میں نے ایک بار بھی ان کی طرف نہیں دیکھا...... مجسمہ بار بار منہ کھولتا تھا اور اس کے منہ سے مختلف الفاظ نکلا کرتے تھے۔

"سوجے لم......"

"سوجے لم......"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تیاجو تشنم......"

"ماترم......"

"سوجے لم......"

"سوجے لم......"

"سوجے لم...... میں نے اس کے منہ سے یہ بھیانک آوازیں نکلتے ہوئے دیکھی نہیں...... لیکن اپنے اندر اتنی طاقت پیدا کر لی تھی میں نے کہ ان بھیانک آوازوں کو میں اپنے کانوں تک نہیں پہنچنے دے رہا تھا، حالانکہ میرا چہرہ اس مجسمے کی جانب ہی تھا لیکن میں ان الفاظ کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا...... پہلے کچھ گھنٹے شدید کرب اور بے چینی کے عالم میں گزرے اور اس کے بعد لمحہ لمحہ میں نے اپنے آپ کو سکون دینے کی کوشش کی...... آہ بہت برا ہو گیا تھا...... بہت ہی برا ہو گیا تھا...... اب کیا ہو گا نجانے اب کیا ہو گا۔

......☆......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاید یہاں میری پہلی رات گزر گئی، بڑے سکھ اٹھائے تھے میں نے زندگی میں...... حالانکہ اس سے پہلے بہت تکلیف میں تھا...... لیکن یہ تکلیف ہزاروں راحتوں سے زیادہ اچھی تھی...... اسٹیشن کی بنچ پر ایسی نیند آتی تھی کہ اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا تھا...... قدرتی ایئرکنڈیشنر چلتے رہتے تھے...... ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے، بے فکری دوستوں کا ساتھ، نہ کوئی مشکل، نہ کوئی اور خیال نجانے اس جنجال میں کیوں پھنس گیا تھا...... نجانے یہ سب کیا ہو گیا تھا...... بہرحال جو تقدیر میں تھا وہ ہوا، اب کیا کروں صبح ہو گئی...... چھت کے سوراخوں سے روشنیاں جھلکتی رہیں اور آہستہ آہستہ وقت گزرتا رہا...... بھوک پیاس نے الگ نڈھال کر رکھا تھا اور مجسمہ اپنے عمل میں بدستور مصروف تھا...... شاید رات بھر مصروف رہا تھا یا ممکن ہے رات کو اس کی آواز بند ہو گئی ہو، میں بھی نیند کی آغوش میں جا پہنچا تھا، اس لئے مجھے کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی، البتہ صبح سب سے پہلی آواز اسی منحوس مجسمے کی تھی...... میں نے ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی...... لفظ روشن ہو رہے تھے اور ماحول عجیب و غریب کیفیت اختیار کرتا جا رہا تھا...... بھوک پیاس نے نڈھال کر رکھا تھا...... زبان پر کانٹے پڑے ہوئے تھے...... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں...... ایک درد، ایک کرب کا شکار تھا لیکن کیا کرتا...... گزارنی تھی، اسی درد کرب میں گزارنی تھی...... پھر روشنی دھندلا گئی...... ہوش اور بے ہوشی کے درمیان جیتا رہا تھا اور بس کچھ نہیں کہہ سکتا تھا...... پھر آہستہ آہستہ اس تہہ خانے میں اندھیرا پھیلتا چلا گیا...... اب تک میں نے نہ کوئی آواز سنی تھی نہ کوئی سرسراہٹ، لیکن تھوڑی دیر کے بعد اچانک ہی مجھے بلندی پر کوئی سرسراہٹ سی محسوس ہوئی...... میں نے

ت کی طرف دیکھا...... چھوٹے سے سوراخ سے کوئی عجیب سی شے جھانک رہی تھی...... نے اپنی بصارت پر زور دیا اور اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ یہ چھوٹی سی شے کیا کتی ہے...... پھر میں نے ایک چوہے کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا، لیکن یہ دیکھ کر ان رہ گیا کہ چوہا دیوار پر چڑھ کر چھت پر پہنچا اور پھر الٹا چلتا ہوا اس جگہ تک آنے لگا جہاں رسی کے کنڈے لگے ہوئے تھے جو میرے ہاتھ میں بندھی ہوئی تھی...... چوہا ان میں سے کنڈے میں لٹک گیا...... الٹا لٹک کر وہ اسی رسی کو اپنے منہ سے آہستہ آہستہ کاٹنے لگا...... ی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں...... پھر تھوڑی دیر کے بعد رسی کٹ گئی اور ایک ہاتھ نیچے لٹک گیا...... اتنی دیر تک ایک طریقے سے بندھے رہنے سے خون کی رک گئی تھی اور میرا بے جان ہاتھ ایسے جھول رہا تھا جیسے اس میں زندگی ہی نہ ہو، چوہا رے ہاتھ کی جانب بڑھ گیا...... دوسرے ہاتھ کی بھی یہی کیفیت ہوئی، اب میرے کام کر رہے تھے...... ہاتھوں میں دوران خون بحال کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ طرح وہ بے جان انداز میں رسی سمیت لٹکے ہوئے ہیں میں انہیں جنبش دینے کی کوشش اور اپنی تمام تر قوت ارادی کو استعمال کرتے ہوئے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تیز جنبشیں دینا شروع کر دیں...... میرے ہاتھ پنکھوں کی طرح فضا میں گردش کر رہے تھے ہر ادوران خون بحال ہوتا جا رہا تھا...... اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے دل میں ایک خواہش پیدا ہو گئی تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے میں یہاں سے نکل جاؤں...... پھر نے اپنے پیروں کی رسیاں کھولیں...... اس مہربان چوہے کی یہ عنایت میری سمجھ میں آئی تھی، ایسا لگتا تھا کہ جیسے خصوصی طور پر وہ صرف ان رسیوں کو کاٹنے کے لئے آیا بہرحال جب ایک بڑی مصیبت میں انسان پھنسا ہوا ہوتا ہے تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر رنے کے بجائے وہ یہ سوچتا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے یہاں سے نکل جایا ...... آخرکار وہیں اسی تہہ خانے میں میں نے اپنے پیروں کو بھی جنبش دے کر اپنا خون مکمل طور پر بحال کر لیا، اس کے بعد میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دوانیٹیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اٹھالیں تھیں کہ اگر راستے میں کسی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے تو میں اس کا مقابلہ کر سکوں...... اس وقت میرے اندر بڑی جرات پیدا ہو گئی تھی اور میں ہر خطرے سے نمٹنے کے لئے تیار تھا، چنانچہ میں برق رفتاری سے تہہ خانے سے باہر جانے والے راستے کی طرف لپکا، کافی جدوجہد کرنا پڑی تھی لیکن آخر کار میں باہر نکلنے کا راستہ دریافت کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور جب میں نے اس منحوس کھنڈر کے اوپر کے حصے میں قدم رکھا تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے میرا استقبال کیا تو میں خوشی سے کانپنے لگا...... مجھے تو امید نہیں تھی کہ میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں گا، لیکن بہر حال خدا نے میری مدد کی تھی...... میں کامیاب ہو گیا تھا...... باہر تاریکیاں پھیلی ہوئی تھیں...... نجانے رات کا کیا وقت تھا، اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ اچھی خاصی رات گزر گئی ہے...... تاروں کی مدھم چھاؤں میں میں نے آگے قدم بڑھائے...... یہ سن گن لیتا جا رہا تھا کہ کوئی آس پاس موجود تو نہیں ہے...... اینٹوں کے ڈھیر چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑ رہا تھا...... کسی جگہ اینٹیں میرے پیروں سے نکل گئی تھیں اور مجھے اپنا توازن برقرار رکھنے میں دقت پیش آئی تھی...... تھوڑا سا آگے بڑھا ہوں گا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میرے علاوہ اور کوئی بھی ان کھنڈرات میں موجود ہے...... بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی، لیکن میں خوفزدہ ہو گیا تھا...... ان کھنڈرات میں اس بدروح کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا، کوئی اس طرف آنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا...... اب کیا کروں، کس طرح بچوں یہاں سے...... میں نے دل میں سوچا...... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا آئندہ قدم کیا ہو اور پھر جلد ہی یقین ہو گیا کہ کوئی دبے قدموں میرا تعاقب کر رہا ہے...... میرے حلق سے دہشت بھری چیخ نکلنے ہی والی تھی کہ اچانک ہی میرے اوپر رسی کا پھندا آیا اور اس طرح آیا جیسے گھوڑوں کو پکڑنے کے لئے رسیوں کے پھندے ڈالے جاتے ہیں...... ایک لمحے کے لئے میں سمجھا تھا...... لیکن ان رسوں نے مجھے کھینچ لیا اور میں بری طرح اینٹوں پر گر پڑا...... چوٹیں لگی تھیں لیکن کوئی مسلسل رسہ گھسیٹ رہا تھا، اب میرے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں اور ان کراہوں کے

جواب میں میں نے مردانہ قہقہے سنے، دو تین افراد تھے جو ہنس رہے تھے...... مجھے اینٹوں پر ے گھسیٹ کر ایک صاف جگہ لے جایا گیا اور اس کے بعد اچانک ہی دیواروں میں کئی مشعلیں روشن ہو گئیں...... مشعلوں کی اس روشنی میں...... میں نے ان تین افراد کو دیکھا جنہوں نے مجھ پر رسہ ڈال کر مجھے اپنے جانب کھینچ لیا تھا...... یہ تینوں تندرست و توانا اور خوفناک شکلوں والے تھے...... دو افراد کام کر رہے تھے اور ایک جوان جو سب سے زیادہ طاقتور تھا...... بڑی بڑی مونچھوں والا وہ دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا...... ایک لمحے کے لئے مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ جو لوئی بھی ہے کم از کم وہ بدروح نہیں ہے...... جسم کے کچھ حصوں سے خون رسنے لگا تھا جس جگہ انہوں نے مجھے گھسیٹا تھا وہ ایک ٹوٹا در تھا جس کی زمین صاف ستھری تھی یا پھر شاید یہاں سے اینٹیں ہٹا کر اسے صاف ستھرا کر لیا گیا تھا...... میں زمین پر لیٹ کر اپنے آپ کو اس کی لرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگا...... ان دونوں آدمیوں نے میرے ہاتھ پیچھے لر کے پشت پر باندھ دیئے اور پھر رسی کا پھندا میرے جسم کے گرد سے نکال لیا...... تیسرا اُدمی جوان کا سربراہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور مجھے غور سے دیکھ کر ہنستا ہوا بولا"۔

"ارے واہ رے جاسوس کے پٹھے...... بڑی بات ہے...... پہنچ گیا تو ہم تک"۔

"جاسوس کا پٹھا" میں نے حیرت سے کہا۔

"الو کا پٹھا ہو گا ایک ہی بات ہے اس شخص نے کہا اور زور زور سے ہنسنے لگا...... پھر اس کے دونوں ساتھی بھی ہنسنے لگے تھے...... میرے دل کو ڈھارس ہوئی، وہ لوگ شاید مجھے ہاسوس سمجھ رہے تھے میں نے کہا"۔

"سنو"۔

"سنا بیٹا سنا"۔

"تم کون ہو؟"۔

"ارے واہ تیرا ہمارا تو بڑا رشتہ ہے اور تو ہم سے پوچھ رہا ہے ہم کون ہیں؟"۔

"دیکھو تم غلط فہمی کا شکار ہو"۔

"شکار تو تو ہوا ہے بیٹا اب"۔

"کوئی بڑی غلط فہمی ہوئی ہے تجھے...... میں نے کہا"۔

"ہو سکتا ہے"۔

"میں تمہیں بالکل نہیں جانتا؟"۔

"جھوٹ مت بول"۔

"میں سچ بول رہا ہوں"۔

"کوئی ماننے والی بات ہے"۔

"میری بات مان لو"۔

"مان لیں گے...... ذرا چھری تلے دم تو لے"۔

"دیکھو میں...... میں تو خود ایک بدنصیب ہوں"۔

"وہ تو ہے کیونکہ اب چنگل میں آ پھنسا ہے"۔

"اچھا تم مجھے ایک بات بتاؤ"۔

"سو باتیں بتائیں گے چندا...... پوچھ کیا پوچھتا ہے؟"۔

"تم مجھے کیا سمجھ رہے ہو؟"۔

"جانِ جگر" وہ بولا اور پھر ہنس پڑا۔

"مذاق مت اڑاؤ میرا"۔

"تو بتا...... تو کون ہے؟"۔

"میں نے کہا نا ایک بدنصیب ہوں"۔

"وہ تو ہم نے بھی کہا ہے تجھے...... کیونکہ ہمارے چنگل میں آ پھنسا ہے"۔

"اگر تم میری بات پر ذرا غور کرو...... تو میرے ساتھ زیادتی کر کے تمہیں خود افسوس ہو گا"۔

"چل غور سے سنا اپنی بات"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے یہاں قید کر دیا گیا تھا"۔

"ارے واہ رے واہ...... کون تھا تجھے قید کرنے والا"۔

"ایک بری رُوح"۔

"ڈرا رہا ہے ہمیں سسرے"۔

"تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟"۔

"مخبر ہے تو پولیس کا...... ہماری کھوج میں آیا ہے"۔

"نہیں بالکل نہیں...... اگر ایسا ہو تو تم میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا"۔

"وہ تو ہم کریں گے چندا" ہمیں ٹکڑے کرنے کا بہت شوق ہے...... کسی انسان کے لڑے اگر تو خود دیکھ لے تو تجھے مزا آئے، مگر ایک بات اب ہمیں بھی بتا دے"۔

"ہاں کیا؟"۔

"کتنے آدمی ہیں تیرے ساتھ؟"۔

"اگر ایک بھی میرے ساتھ ہو تو تم جو سلوک چاہو میرے ساتھ کر سکتے ہو؟"۔

"اکیلے ہو؟"۔

"ہاں"

"وائرلیس ہو گا تیرے پاس"۔

"وائرلیس"۔

"ہاں"

"نہیں"۔

"پھر کیسے اطلاع دے گا اپنے آدمیوں کو کہ ہم یہاں چھپے ہوئے ہیں؟"۔

"میں نے کہا نا...... نہ میرا کوئی آدمی ہے اور نہ میں تمہاری کھوج کر رہا ہوں، بلکہ اگر ب تم چاہو تو مجھے بتا دو کہ تم کون ہو؟"۔

"اپنے باپ کھنا کو نہیں جانتا؟"۔

"کھنا؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں"

"میں واقعی تمہیں نہیں جانتا؟"

"واقعی ڈاکو مکھنا کو نہیں جانتا تو" وہ شخص بولا۔

"ڈاکو"۔

"اور کیا"۔

"تم لوگ، ڈاکو ہو؟"۔

"ہاں"۔

"تو پھر سنو مجھے اپنے ساتھ لے چلو...... خوشی سے میرے ہاتھ پاؤں باندھے رکھو...... جہاں تم رہتے ہو وہاں مجھے ڈال دینا...... میری نگرانی کرنا...... اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میں پولیس کا آدمی ہوں تو میں تم سے بارہا کہہ رہا ہوں کہ جو سلوک تم میرے ساتھ چاہو کر سکتے ہو"۔

"ارے پاگل ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے...... ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے...... مکھنا کو...... بیس لاکھ کا انعام لینا چاہتا ہے تو"۔

"کیا مطلب"۔

"بیس لاکھ کا انعام ہے ہماری کھوپڑی پر...... زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کو بیس لاکھ روپے انعام دیئے جائیں گے اور تو چل پڑا بیس لاکھ روپے لینے کے لئے...... یہ نہیں سوچا کہ مقابلہ مکھنا سے ہو گا"۔

"دیکھو مکھنا...... اگر تم مکھنا ہی ہو تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا"۔

"بیس لاکھ تو لینا چاہتا ہے تو"۔

"نہیں لینا چاہتا...... بیس کروڑ بھی نہیں لینا چاہتا"۔

"تو ٹھیک کہتا ہے ایک طرف سے آواز آئی اور میں چونک پڑا...... میں نے دیکھا سیپ سیاہ لباس میں کھڑی ہوئی ہے"۔

"ارے واہ ری حرام زادی...... تو بھی آ گئی...... ڈاکو مکھنا نے ہنستے ہوئے کہا۔

سیپ گہری نگاہوں سے مکھنا اور اس کے ساتھیوں کا جائزہ لے رہی تھی...... مکھنا نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

"مولا جب دینے پر آتا ہے تو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے رے...... یہ سسرا تو تھا ہی، مگر لونڈیا جوردار ہے...... جرا سنبھالو اسے...... وہ دونوں سیپ کی جانب دوڑ پڑے اور میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا...... میں سمجھ گیا تھا کہ اب ان کی شامت آنے والی ہے...... سیپ پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں یہ لوگ...... ایک گندی روح پر اور یہی ہوا جو میں نے سوچا تھا...... جیسے ہی وہ دونوں سیپ کے قریب پہنچے...... سیپ نے دونوں ہاتھ پھیلا کر ان کی گردنیں پکڑ لیں اور میں نے دیکھا کہ سیپ کے ہاتھوں کی انگلیاں اپنی جسامت سے کئی زیادہ بڑی ہو گئی ہیں...... ان انگلیوں نے ان کی گردن پر جس طرح حلقہ قائم کیا تھا وہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا، ان کے ہاتھ پاؤں پھیل گئے اور آنکھیں حلقوں سے اُبل پڑیں...... سیپ نے ان کی گردنیں اس طرح پکڑی تھیں جیسے بچوں کے کھلونے پکڑ لئے جاتے ہیں...... ڈاکو مکھنا کی ہنسی رُک گئی، وہ اپنے آدمیوں کا حشر دیکھ رہا تھا اور پھر اچانک ہی اس نے قریب رکھی ہوئی اسٹین گن اٹھائی اور دوسرے لمحے سیپ پر بے تحاشا گولیوں کی بوچھاڑ کر دی...... سیپ نے گردن سے پکڑے ہوئے دونوں آدمیوں کو سامنے کر دیا تھا اور ان کے پورے جسموں میں سوراخ ہو گئے تھے...... ان کے جسم خون اگلنے لگے تھے اور ڈاکو مکھنا کا منہ حیرت سے پھیل گیا تھا...... سیپ کی آنکھیں اُبلی پڑ رہی تھیں اور وہ ڈاکو مکھنا کو دیکھ رہی تھی...... پھر اس نے ان دونوں آدمیوں کو اِدھر اُدھر پھینک دیا، میں چونکہ زمین پر پڑا ہوا تھا اس لئے کسی قسم کی ضرب سے محفوظ تھا لیکن ڈاکو مکھنا اب ساکت و جامد تھا...... سیپ نے ایک ہاتھ سے اس کے بال پکڑے اور اسے زمین پر گرا لیا...... دوسرے ہاتھ سے اس نے اس رسی کو اٹھایا جس سے پھندا بنایا گیا تھا، موٹی رسی کا پھندا اس نے مکھنا کے پیروں میں ڈالا اور اس کے بعد اس کا ایک سرا چھت کی جانب اچھال دیا...... چھت میں ایک کڑا پڑا ہوا تھا جسے میں نے تو نہیں دیکھا تھا، لیکن سیپ کی آنکھوں نے دیکھ لیا تھا...... پھر میں نے جو منظر دیکھا وہ میرے لئے بڑا دردناک اور خوفناک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا...... میں نے دیکھا کہ سیپ نے اس رسے کو کھینچا اور کھنا الٹا لٹکتا چلا گیا، اب اس کے حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ کہہ رہا تھا"۔

"چھوڑ دو مجھے...... میں کہتا ہوں چھوڑ دے...... چھوڑ دے مجھے...... لیکن وہ اوپر اٹھتا چلا گیا...... یہاں تک کہ وہ انسانی قد کے برابر اوپر اٹھ گیا...... خود لمبا تڑنگا آدمی تھا...... اس لئے اس کا قد بھی لمبا تھا، اب وہ کڑے سے لٹکا جھول رہا تھا اور میں سیپ کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا...... میں خود تھوڑے سے فاصلے پر تھا...... مشعلوں کی روشنی میں ایک ایک منظر صاف نظر آرہا تھا...... سیپ نے اپنے لباس سے ایک خنجر نکالا اور میری آنکھوں میں خوف کی چمک لہرا گئی...... یقینی طور پر کھنا بھی ہلاک ہونے جا رہا تھا...... پھر جو کچھ ہوا اس نے میرے ہوش و حواس چھین لئے...... سیپ نے اس کے نرخرے پر خنجر کا چرکا لگایا اور فوراً ہی اس پر اپنا منہ رکھ دیا...... خون کا ایک قطرہ بھی نیچے نہ گرنے پایا تھا...... لیکن کھنا تڑپ رہا تھا اور سیپ اس سے اس طرح چپکی ہوئی تھی کہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا...... سیپ کے حلق سے بلیوں جیسی غراہٹ نکل رہی تھی اور مجھے وہ لمحات یاد آگئے تھے جب ایک کالی بلی اس مکان کے حصار سے باہر نکلنے میں ناکام ہوگئی تھی...... میں خوف سے لرزتا رہا اور سیپ اس کی گردن سے چپکی رہی...... پھر اس کے بعد کھنا کی لاش جھولتی رہی اور مجھے گزرے ہوئے مناظر یاد آگئے......

طاہر علی صاحب کی بہو، اکرم اور اس کے بعد میرے گھر کے سامنے والا نوجوان لڑکا ان کے جسم بھی خون سے اسی طرح بے نیاز ہوگئے تھے جیسے اب کھنا کا جسم، لیکن سیپ وہ آگ کی بنی ہوئی نظر آرہی تھی...... میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس وقت دنیا کا بڑے سے بڑا پارسا بھی اسے دیکھ لیتا تو اپنی پارسائی کھو بیٹھتا...... اس کے ہونٹوں پر خون کی لالی چمک رہی تھی...... آنکھوں میں ایسی کشش تھی کہ انسان دیوانہ ہو جائے...... چہرے پر ایسی تپش تھی جیسے کالے کپڑے کے پیچھے آگ جلا دی جائے، وہ چند لمحات اسی طرح مستی کے عالم میں رہی...... پھر اس نے زور سے گردن جھٹکی اور میری جانب دیکھا اور پھر میرے قریب آگئی...... پھر اس نے میرے ہاتھ کھولے اور جہاں سے میری کلائیاں بندھی ہوئی تھیں وہاں میری کلائیوں کو چوم لیا کہنے لگی"۔

"میری جان کیا ہوا تھا...... کہاں سے آمرے تھے یہ کتے کے پلے"۔

میں نے اس طرح کی اداکاری شروع کر دی کہ جیسے میرے حواس بہت زیادہ خراب ہوگئے ہوں، لیکن اندر ہی اندر میں خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ س وقت اس عورت کو مکمل طور سے بے وقوف بنانا ضروری ہے...... وہ خاصی نرم نظر آرہی ھی کہنے لگی"۔

"ذرا بتاؤ تو یہ تم تک کیسے پہنچ گئے تھے؟"۔

"میں نہیں جانتا...... بس یہ کمبخت تینوں میرے پاس تہہ خانے میں پہنچے تھے اور مجھے کھ کر مذاق کرنے لگے...... پھر انہوں نے کہا کہ ارے بے وقوف یہاں کیوں مر رہا ہے...... ل باہر کی دنیا دیکھ تازہ ہوا کھا...... اس کے بعد انہوں نے میرے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دیں ر مجھے پکڑے ہوئے یہاں آگئے...... ایسا لگتا تھا جیسے وہ جنونی لوگ ہوں...... پاگل یا دیوانے وں اور ان کی عقل ٹھکانے نہ ہو، کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آئی تھی میرے"۔

"ہوں...... چل ٹھیک ہے...... تمہارا کیا بگاڑ لیا...... اپنی ہی جان سے گئے، مگر ایک کام نہوں نے برا کیا"۔

"کیا؟"۔

"انہوں نے تمہارا جاپ توڑ دیا"۔

"جاپ"۔

"ہاں...... جو تم کر رہے تھے"۔

"سیپ...... میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں"۔

"پوچھو؟"۔

"تم تو مجھ سے بہت محبت کا اظہار کرتی تھیں میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تم نے؟"۔

"نہیں...... دیکھو انسان کا ذہن بہت چھوٹا ہوتا ہے...... کبھی کبھی وہ صحیح بات نہیں سمجھ تا...... جسے تم ظلم کہتے ہو نا...... وہ ظلم نہیں ہے...... وہ تو ایک ایسی امر شکتی ہے جو اگر تمہیں ا جائے تو یوں سمجھ لو کہ یہ دنیا تمہارے قدموں میں ہو"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا مطلب؟"۔

"نہیں...... مطلب نہیں پوچھا کرتے"۔

"لیکن پھر بھی جو کام انسان کرتا ہے اس کے بارے میں اسے معلوم تو ہونا چاہئے......

میرے اس سوال پر سیپ سوچ میں ڈوب گئی...... کچھ دیر تک خاموش رہی...... پھر گردن اٹھا کر بولی"۔

"ایک بات بتاؤ؟"۔

"ہاں پوچھو؟"

"تم نے مجھ سے یہ کیوں کہا تھا کہ میں تم سے نکاح کرلوں؟"۔

"سیپ...... مم...... میرا مطلب ہے میں جس مذہب سے تعلق رکھتا ہوں اس میں بہر حال گناہ اور ثواب کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے"۔

"تو پھر؟"۔

"میرے دل میں یہ بات آئی تھی"۔

"کیا؟"۔

"یہ کہ میں اور تم ایک جان دو قالب ہیں، لیکن ہم نہ تو ایک مذہب سے تعلق رکھتے ہیں...... میرا مطلب ہے کہ تم کبھی کبھی مجھے ایسی نظر آتی ہو جیسے...... جیسے تم کوئی اجنبی ہو...... میں چاہتا تھا کہ میرے اور تمہارے درمیان سے یہ اجنبیت ختم ہو جائے...... ہم دونوں میاں بیوی بن جائیں"۔

"ہاں...... تو پھر؟"

"میں نے اس لئے تم سے یہ بات کہی تھی...... لیکن اب"۔

"اب کیا...... اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا؟"۔

"اب مجھے کچھ اور لگتا ہے"۔

"کیا لگتا ہے؟"

"یہ کہ جیسے...... جیسے"۔

"بولتے رہو" رکنے کی کوشش مت کرو"۔

"جیسے تم میرے مذہب سے تعلق نہ رکھتی ہو...... میں نے کہا اور وہ کچھ دیر کے لئے موش ہوگئی...... میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا...... خاصی دیر کے بعد اس نے کہا"۔

"اچھا ایک بات بتاؤ"۔

"کیا؟"

"اگر میں تمہارے دھرم سے تعلق نہ رکھتی ہوں تو؟"

"تو پھر؟"

"تو پھر کیا کرو گے؟"۔

"میں نہیں جانتا؟"۔

"چھوڑ دو گے مجھے؟"۔

"تمہیں چھوڑنا میرے لئے ممکن نہیں رہا ہے...... میں نے کہا اور ایک لمحے کے اندر ر میں نے محسوس کیا کہ میرے یہ الفاظ سب سے شاندار رہے ہیں...... اس کے چہرے کی ت تبدیل ہونے لگی اور میں حیرت سے یہ سوچنے لگا کہ عورت ہر شکل میں اتنی ہی احمق تی ہے...... وہ جیسے میرے الفاظ کا مزا لیتی رہی...... پھر اس نے کہا"۔

"کیوں؟"۔

"سیپ یہ سوال تم کیوں کر رہی ہو؟"۔

"پوچھنا تو ضروری ہے نا؟"۔

"کیا اتنے عرصے کی رفاقت کے بعد اب میں تمہیں چھوڑ سکتا ہوں؟"۔

"نہیں چھوڑ سکتے؟"۔

"بالکل نہیں"۔

"اور اگر کوئی تمہارے اوپر ظلم کرے تو؟"۔

"تو بھی"۔

"سچ کہہ رہے ہو؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جھوٹ بولنے کی کیا گنجائش ہے"۔

"تم مجھے اتنا چاہتے ہو؟"۔

"اس سے بھی زیادہ"۔

"تب پھر میں نے بے وقوفی کی"۔

"کیا؟"۔

"ایں...... وہ چونک کر بولی"۔

"کیا کہہ رہی تھیں تم؟"۔

"مم...... مجھے...... مجھے یاد نہیں"۔

"تم کہہ رہی تھیں کہ پھر میں نے یہ بے وقوفی کیوں کی؟"۔

"کبھی کبھی کچھ جملے بے مقصد بھی زبان سے نکل جایا کرتے ہیں"۔

"سیپ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں"۔

"ہاں مجھے پتہ ہے"۔

"مگر یہ سب کچھ جو تم نے کیا ہے؟"۔

"ایک مجبوری تھی"۔

"کیا؟"۔

"میں تمہارے دھرم سے تعلق نہیں رکھتی"۔

"کون ہو تم؟"۔

"ہندو ہوں"۔

"اچھا...... تو پھر اب کیا کریں ہم؟"۔

"تم بتاؤ؟"

"نہیں تم بتاؤ سیپ؟"۔

"خیر یہ بعد کی باتیں ہیں...... وہ جاپ جو میں نے تمہیں بتایا تھا اگر تم وہ پورا کرلو تو یہ سمجھ لو ہماری بہت سی مشکلیں حل ہو جائیں گی"۔

"اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ وہ جاپ میرے لئے پورا کرنا ضروری ہے...... تو میں اس کے لئے تیار ہوں"۔

"سچ"۔

"ہاں"۔

"من خوش کر دیا تم نے...... بھگوان کی سوگند...... من خوش کر دیا"۔

"سیپ مجھے تعجب ہے تم نے مجھے اپنا نام سیپ کیوں بتایا تھا...... سیپ تو مسلمانوں کا نام ہے"۔

"میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ یہ میرا اصل نام نہیں ہے"۔

"اب بھی تم مجھے اصل نام نہیں بتاؤ گی"۔

"ایک بات کہوں؟"۔

"ہاں بولو"۔

"تم خود مجھے میرے اصل نام سے پکارو گے؟"۔

"میں؟"۔

"ہاں"

"مگر میں تو تمہارا اصل نام جانتا ہی نہیں؟"۔

"جان جاؤ گے"۔

"بس تھوڑا سا انتظار کرلو"۔

"اچھا اب مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"۔

"آؤ میرے ساتھ"۔

"کہاں؟"۔

"وہیں جہاں سے تم آئے ہو...... میرا مطلب ہے جہاں سے یہ لوگ تمہیں لائے تھے"۔

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا...... مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ میرا جال مضبوط ہے...... اسے مکمل طور پر اپنے فریب میں لے آنا چاہتا تھا، چنانچہ میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھوڑی دیر کے بعد میں پھر اسی منحوس تہہ خانے میں اتر گیا...... مجسمہ اب ساکت و جامد کھڑا ہوا تھا...... میں نے نفرت بھری نگاہوں سے پتھر کے اس شیطان کو دیکھا، دل میں جو کچھ تھا نہ اسے چہرے پر اور نہ زبان سے ظاہر کیا...... سیپ کہنے لگی۔

"اب میں تمہیں باندھوں گی نہیں اور دیکھو...... آؤ میں تمہیں بتاؤں پتھر کا یہ ٹکڑا رکھا ہوا ہے...... اس پر یہ تھال رکھا ہوا ہے...... جب بھی کھانے کا سمے ہوگا اس تھال میں تمہارے لئے سات سات پھل آ جائیں گے...... ان پھلوں سے اپنا پیٹ بھر لینا، لیکن تمہارا سب سے بڑا کام کیا ہے جانتے ہو؟"۔

"نہیں...... بتاؤ"۔

"وہ الفاظ جو اس مجسمے کے منہ سے نکلتے ہیں، وہ سب جو اس کے سینے پر جگمگاتے ہیں بس انہیں یاد کرنا ہے تمہیں...... اکیس دن تک یہ کام کرلو، اس کے بعد دیکھنا کیا ہوتا ہے"۔

"کیا ہوگا مجھے بتا تو دو؟"۔

"جو ہوگا تم خود دیکھ لو گے" بتانے والی بات نہیں ہے"۔

"سیپ...... مگر میں یہاں تنہا؟"۔

"دیکھو ہر بڑی چیز پانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے"۔

"میرا مطلب کچھ اور تھا"۔

"کیا؟"

"سیپ تم بھی میرے ساتھ رہو"۔

"نہیں رہ سکتی"۔

"مگر تم یہاں کیسے آ گئی تھیں؟"۔

"بس تم سے زیادہ دور بھی نہیں ہوں"۔

"مطلب یہ کہ تم یہاں سے چلی گئی تھیں؟"۔

"ہاں"

"اچانک واپسی ہوئی یا ان لوگوں کا کچھ خیال آیا تھا؟"۔

"یہ باتیں جانے دو"۔

"کمال ہے اپنے من کی بات نہیں بتاتیں تم"۔

"بتا نہیں سکتی"۔

"اچھا خیر...... اکیس دن تک مجھے یہاں رہنا ہوگا"۔

"ہاں"۔

"اور جو دن گزر گئے ہیں"۔

"وہ ان میں شامل ہیں"۔

"ہوں...... افسوس ہے مجھے؟"۔

"کس بات کا؟"۔

"اتنے عرصے تم سے دور رہنے کا"۔

"اس کے بعد ہم جس طرح ساتھ رہیں گے تم دیکھنا اس کی بات ہی اور ہوگی"۔

"اور اگر ان جیسے کچھ لوگ اور یہاں آ گئے تو؟"۔

"بار بار ایسا نہیں ہوتا یہ اتفاق ہے"۔

"اور وہ لاشیں جو باہر پڑی ہوئی ہیں...... اگر کسی کی نظروں میں آ گئیں تو" میں نے کہا۔

"ادھر کوئی نہیں آتا"۔

"تمہیں یقین ہے؟"۔

"ہاں"۔

"مگر وہ تو آ گئے تھے؟"۔

"میں نے کہا نا یہ اتفاق ہے...... لیکن پھر بھی میں تمہاری خبر گیری تو کرتی رہوں گی" پ نے کہا اور میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی"۔

"ٹھیک ہے...... سیپ تم مجھ سے محبت کا جو امتحان لے رہی ہو...... میں اس امتحان پر ااترنے کی کوشش کروں گا"۔

"اور جب تم اس کوشش پر کامیاب ہو جاؤ گے کہ تمہیں اس بات کی خوشی ہوگی کہ تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اس سنسار میں بہت بڑا کام کیا ہے"۔

"ٹھیک ہے میں نے کہا"۔

"اب چلو میں تمہارے لئے کچھ انتظام کرلوں...... پھر اس نے انتظام کیا...... مجسمے کے عین سامنے اس نے ہرن کی ایک بڑے بالوں والی کھال نیچے بچھائی اور بولی"۔

"یہ تمہارے بیٹھنے کی جگہ ہے...... یہاں بیٹھ جاؤ اس مجسمے کو دیکھتے رہو اور اپنا جاپ کرتے رہو...... مطلب یہ کہ جو شبد اس مجسمے کے منہ سے نکلے وہ تمہارے منہ سے نکلنا چاہئے...... سمجھ لو اس طرح کام بنے گا۔

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا"۔

"تو میں جاؤں؟"۔

"ہاں تم جاؤ...... میں نے کہا"۔

"دیکھو ایک بات بتادوں میں"۔

"بولو"۔

"یہ سنکٹ دیوتا ہیں"۔

"سنکٹ"۔

"ہاں"۔

"اچھا تو پھر؟"۔

"یہ بڑے مہان گیانی ہیں...... ان سے گیان لے لو سنسار تمہارا ہوگا"۔

"خیر میں تو سنسار نہیں چاہتا...... میں تو صرف تمہیں چاہتا ہوں...... میں نے کہا وہ ایک بار پھر جھکی اور میرے قریب پہنچ گئی...... بہر حال مجھے اس کا مکروہ وجود برداشت کرنا پڑا تھا...... پھر وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی تو میں نے دل میں سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ عورت کو تھوڑی بہت عقل دے دیتا تو نجانے مرد کے لئے اس دنیا میں کیا کیا مصیبتیں پیدا ہو جاتیں...... وہ تو شکر ہے کہ ساری چالاکیوں کے باوجود اس کے اندر ایک حماقت پوشیدہ ہے اور یہ حماقت ہی مرد کو اس کی بہت سی مصیبتوں سے دور رکھتی ہے۔

ان اکیس دنوں کو یہاں اس منحوس مجسمے کے ساتھ گزارنے سے بہتر نہیں ہے کہ زندگی کی بازی لگا کر اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے...... میں نے دل میں فیصلہ کرلیا تھا، البتہ اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ میرے ہاتھوں اتنے اطمینان سے بے وقوف بن جائے گی، میں بہر حال اس کے ہاتھوں احمق بننے کیلئے تیار نہیں تھا، چنانچہ میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ جیسے ہی موقع ملے گا میں یہاں سے نکل جاؤں گا...... عارضی طور پر یہاں رکنا غلط نہیں ہے...... اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ چھپ کر میرا جائزہ لے، لیکن اب ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھنا ہی ہوگا، پہلے تو جس عالم میں اس قید خانے میں آیا تھا وہ بات مختلف تھی...... اب ذرا یہاں کا جائزہ لینا ضروری تھا...... عجیب سی منحوس جگہ تھی، اتنی ویران اتنی قابل نفرت کہ انسان یہاں قدم رکھے تو وحشت سے اس کی کیفیت خراب ہو جائے...... کھردری دیواروں میں سے بدنما اینٹیں جھانک رہی تھیں ان دیواروں پر اور تو کچھ نہیں تھا لیکن دو تین چیزیں میں نے دیکھیں...... خاص قسم کی قدیم کلہاڑی، فولاد کا ایک گرز جو دیوار میں کنڈوں سے لگا ہوا تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ کافی مضبوط ہے...... جانوروں کے سر دیوار میں لٹکے ہوئے تھے...... پتہ نہیں یہ اصل تھے یا نقل، ایک سے ایک بھیانک چیز یہاں موجود تھی اور سب سے بھیانک شے یہ منحوس مجسمہ تھا...... جو ایک بار پھر اپنا آلاپ شروع کرچکا تھا اور اس کی منحوس آواز سے میرے ذہن میں زخم لگ رہے تھے...... اس کے سینے پر وہ لفظ چمک رہے تھے اور یوں لگتا تھا کہ جیسے کسی الیکٹرونک سسٹم پر یہ لفظ چل رہے ہوں...... انوکھا جادو تھا جو بہر حال میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا، لیکن جو چیز نگاہوں کے سامنے ہو اسے نہ سمجھنے کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہانہ...... کیا چیز ہوتی ہے...... وہ سب کچھ تھا جو میں دیکھ رہا تھا اور میں نے اس کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا...... بس ان تمام چیزوں کے لئے میرے دل میں نفرت کی لہر تھی...... حماد علی صاحب نے جو کچھ بتایا تھا وہ میرے ذہن پر نقش ہو گیا تھا اور اسی نقش کو ذہن میں رکھے میں ان تمام چیزوں سے نفرت کر رہا تھا اور یہ نفرت بھی میرے ایمان کی سلامتی کا ایک حصہ تھی...... ہاں حقیقت یہ ہے کہ اگر اس بارے میں مجھ سے گفتگو کی جاتی تو میں یہی کہتا کہ میں نے کسی بری شے کی طلب کی تھی، نہ کسی شے کو بری شے سمجھ کر اپنی قربت میں آنے دیا تھا...... حرام یا حلال کا فرق البتہ اس وقت میرے ذہن سے نکل گیا تھا، لیکن اس میں بھی میری اپنی خواہشوں کا دخل نہیں تھا...... بات کچھ اسی طرح سامنے آ گئی تھی، بہر حال میں ایک بار پھر اس مجسمے کے منہ سے نکلے ہوئے کسی لفظ کو دہرانا نہیں چاہتا تھا، البتہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے...... پھر حفاظت کے پیش نظر میں نے وہ وقت اور رات وہیں گزار دی...... دوسری صبح ہو گئی اور میں شدید تھکن محسوس کرنے لگا...... اب کچھ کرنا ضروری ہے، چنانچہ میں نے اللہ کا نام لیا...... اپنی جگہ سے اٹھا...... جو فیصلہ میں نے کیا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے میں دیوار کی جانب بڑھا اور میں نے گرز دیوار سے اتار لیا...... فولاد کا گرز بے حد وزنی تھا، میں اکیلے اسے ایک ہاتھ سے نہیں اٹھا سکتا تھا، چنانچہ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور پھر اپنے بدن کی قوت آزمانے لگا، میں نے اس گرز کو کئی بار زور زور سے گھمایا اور گھمانے کے بعد خونی نگاہوں سے میں نے اس مجسمے کو دیکھا...... پتھر کا وہ بدصورت مجسمہ قائم نہیں رہنا چاہئے...... میں نے دل ہی دل میں سوچا...... اس چیز کو ہی ختم کروں جو میرے لئے مشکل کا باعث بن رہی ہے، لیکن یہ سوچا ہی تھا میں نے کہ دنیا کا ایک حیرت انگیز منظر دیکھا...... مجسمے کی زبان سے نکلنے والے الفاظ بند ہو گئے تھے...... اس کے سینے پر روشن لفظ بھی بجھ گئے تھے اور میں نے نمایاں طور پر پتھر کے اس مجسمے کے نقوش میں خوف کی جھلک دیکھی جو اب سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا...... اس طلسمی ماحول میں کچھ بھی ہو سکتا تھا...... سب کچھ ممکن تھا...... اگر میں خوفزدہ ہو گیا تو شاید خود اپنی زندگی کے لئے کچھ نہ کر سکوں...... خوف سے دور رہنا ہے مجھے ہر قیمت پر...... خوف سے دور رہنا ہے مجھے

ر میں نے گرز اٹھایا...... مجسمے کے چہرے سے یوں لگا جیسے وہ مجھے روکنا چاہتا ہو، پھر اچانک ہی ں نے اس کے ہونٹوں سے آگ کی ایک پھوار نکلتی ہوئی دیکھی...... وہ تو پھرتی سے میں ک جانب ہو گیا ورنہ یہ آگ میرے چہرے کو جلا دیتی...... میرے ہاتھ بلند ہوئے اور میں نے گرز دونوں ہاتھوں سے پوری قوت سے گھما کر مجسمے کی گردن پر دے مارا...... گردن ٹوٹ ر بہت دور جا گری تھی...... میرے لئے دہشت کا یہ ماحول ہی دل بند کر دینے والا تھا کہ میں نے مجسمے کی کٹی ہوئی گردن سے خون کا فوارہ بلند ہوتے ہوئے دیکھا...... خون اس طرح اُبلا تھا یسے کسی پائپ سے پورے پریشر کے ساتھ پانی اُبلتا ہے اور یہ خون اس طرح بلند ہوا کہ دیوار ے اور چھت سے ٹکرانے لگا، لیکن اب اس کے بعد میرے لئے وہاں رکنا ممکن نہیں تھا...... ہر حال انسان تھا کچھ بھی ہے دل میں خوف تو تھا، میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ دل کی دھڑکنیں بند ر دینے کے لئے کافی تھا، چنانچہ میں باہر کی جانب دوڑنے لگا...... اس جگہ سے باہر نکلنے کا راستہ ں پہلے ہی دریافت کر چکا تھا...... بس اس بات کا خوف تھا کہ کوئی رکاوٹ سامنے نہ آ جائے، یکن تھوڑی ہی دیر کے بعد میں اس تہہ خانے سے باہر تھا...... کھنڈر میں ایک لمحے رُکے بغیر ں نے دوڑنا شروع کر دیا...... مجھے اس بات کا خوف تھا کہ ممکن ہے وہ کمبخت بدروح یہاں وجود ہو لیکن کچھ بھی ہو مجھے یہاں سے نکلنا ہے اور میں تیزی سے دوڑنے لگا...... میری بقاء ی میں تھی کہ میں جان کی بازی لگا کر دوڑتا رہوں اور میں یہی کر رہا تھا...... بس ہر لمحہ یہ حسوس ہوتا تھا جیسے وہ میرے پیچھے آ رہی ہو، حالانکہ ایک عورت تھی لیکن اتنا جان لینا کافی تھا کہ وہ ایک گندی روح ہے اور مجھے ہر قیمت پر اس سے جان بچانی ہے...... بار بار اسے فریب نہیں دے سکتا تھا...... اس وقت بس ذہن پر ایک جنون طاری تھا اور جنون جو کچھ بھی کرتا ہے وہ بے مثال ہوتا ہے...... اس وقت شاید اگر دیکھنے والا میری رفتار کو دیکھتا تو سوچتا کہ میں نسان ہی نہیں ہوں...... کیونکہ اتنی ہی برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا...... پھر بدن کی تمام قوتوں نے جواب دے دیا...... میرے چاروں طرف زمین ہلنے لگی...... مجھے یوں لگا جیسے زمین سمان گھوم رہے ہوں...... پھر میں نے کتے کی طرح زبان نکالی...... اِدھر اُدھر دیکھا کچھ نظر ہیں آ رہا تھا...... آنکھیں دُھندلا گئیں...... اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ جہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں وہیں بیٹھ جاؤں، چنانچہ میں زمین پر بیٹھ گیا...... بیٹھا نہ گیا تو لیٹ گیا اور پھر چند لمحوں کے بعد ہوش و حواس نے ساتھ چھوڑ دیا تھا...... یہ بہت اچھا ہوا تھا...... ہر عمل قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اور قدرت کی طرف سے جو بھی عمل ہوتا ہے وہ انسان کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہوتا ہے...... یہ بے ہوشی میرے لئے کار آمد ثابت ہوئی، کیونکہ جب میں ہوش میں آیا تو بدن کی تھکن کافی اتر چکی تھی...... گو اتنی دور اتنا تیز دوڑنے سے صورت حال کافی خراب ہوگئی تھی، لیکن پھر بھی میں اب اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہا تھا...... زندگی کی الجھی ہوئی ڈور سلجھانے کے لئے کچھ نہ کچھ مشکلات کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے" میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کوئی ایسی ویسی جگہ نہیں تھی، بلکہ نہ جانے کیا تھا؟ دیواریں ٹوٹی ہوئی تھیں، سامنے کے حصے کی دیوار اس طرح صاف ہو گئی تھی جیسے کبھی یہاں دیوار ہی نہیں رہی ہو...... البتہ اندر جگہ جگہ مٹی کے ڈھیر، ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کے درمیان میں کیاریاں بنی ہوئی جن میں درخت اُگے ہوئے تھے...... اونچے نیچے درخت دور دور تک پھیلے ہوئے تھے...... اور یہ صحن نما جگہ ان درختوں کی موجودگی کی وجہ سے مزید بھیانک ہوگئی تھی...... پھر سامنے ایک دروازہ سا نظر آیا جو ایک کواڑ سے محروم تھا...... دوسرا کواڑ غالباً لوہے کے قبضوں میں اٹکا ہوا تھا...... بڑی وحشت ناک جگہ تھی...... ایک لمحے کے لئے میں نے دل میں سوچا کہ میں ایک ویران راستے پر بھاگتا چلا آیا ہوں...... اس وقت تو واقعی کیفیت ہی ایسی ہو رہی تھی کہ کوئی چیز نظر ہی نہیں آ رہی تھی، لیکن کیا یہ وہی جگہ ہے جہاں میں بے ہوش ہوا تھا...... یا پھر جگہ بدل گئی ہے...... کسی نے مجھے یہاں پہنچا دیا ہے...... یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل کام تھا جو میں نہیں کر سکا...... لیکن پھر اچانک ہی ایک خوف کا احساس میرے دل میں پیدا ہو گیا...... آدھے دروازے سے مدھم سی روشنی اُبھری تھی...... ایسا لگا جیسے یہاں کوئی رہتا ہو...... اس ٹوٹے پھوٹے کھنڈر میں کون رہ سکتا ہے؟ دل میں پھر خوف کا احساس اُبھرا...... اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے سوچا کہ کیا میری تقدیر میں ان تمام چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے...... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... میں نے اچھی طرح محسوس کیا تھا کہ پہلے ٹوٹے دروازے کی دوسری جانب روشنی نہیں تھی...... اب شام کی دھندلاہٹوں

یں کسی نے روشنی جلائی ہے...... نہ جانے کیا سوچ کر آگے بڑھا اور لرزتے قدموں سے روازے کے قریب پہنچ گیا...... اندر جو کوئی بھی ہے کم از کم اسے آواز دے کر متوجہ کرنا اہئے...... بیل کی طرح منہ اٹھا کر کسی کی رہائش گاہ میں داخل ہو جانا دوسرے کو مشتعل رنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے، چنانچہ میں نے اس اکلوتے کواڑ کو بجایا...... میرے ہاتھوں کی رب سے پیدا ہو جانے والی آواز کئی گنا زیادہ پھیل رہی تھی...... اس میں ہوا کی آوازیں بھی امل تھیں اور تیز ہوا درختوں کے پتوں سے ٹکرا کر عجیب عجیب کہانیاں سنا رہی تھی...... حول پر ایسا دہشت ناک سناٹا طاری تھا کہ دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں...... میرے زور زور ے دروازہ بجانے کے باوجود کسی کی کوئی آواز نہیں سنائی دی اور میں انتظار کرتا رہا...... اگر در کوئی موجود نہیں ہے تو شام کے سناٹوں میں یہ روشنی کس نے کی؟ اور روشنی کی ضرورت وں پیش آئی...... اور اگر موجود ہے تو آواز کیوں نہیں دیتا...... تجسس نے سر ابھارا اور میں ں آدھے ٹوٹے دروازے سے اندر داخل ہو گیا...... میں نے اندر کا ماحول دیکھا...... انتہائی سیع و عریض ڈرائنگ ہال جیسی جگہ تھی...... جس میں قدیم طرز کا ٹوٹا پھوٹا فرنیچر پڑا ہوا ا...... گرد کی ایک دبیز تہ اس کے فرش پر جمی ہوئی تھی...... فرش ننگا نہیں تھا بلکہ اس پر لین بچھا ہوا تھا، لیکن اس قالین میں جگہ جگہ سوراخ تھے...... حشرات الارض نے اس لین میں اپنے لئے گھر بنائے ہوئے تھے...... چھت کے درمیان ایک بہت بڑا فانوس لٹک ا تھا...... دیواروں پر مکڑی کے بڑے بڑے جالے لگے ہوئے تھے، لیکن جو سب سے زیادہ رت ناک چیز تھی وہ ایک گول پیالے نما پتھر کے برتن میں نمودار ہونے والی روشنی تھی اور روشنی اس عظیم الشان کمرے کی فضاء کو اجاگر کر رہی تھی...... یہی وہ روشنی تھی جو میں نے وازے سے دیکھی تھی، لیکن ایسی عجیب و غریب روشنی اور ایسا عجیب و غریب برتن اس ، پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا...... اس آگ کا مقصد کیا ہے...... خوف و دہشت کی ایک لہر ے بدن میں پھر سے نمودار ہوئی اور میں سہمی ہوئی نگاہوں سے اس لرزتی ہوئی زرد نی کو دیکھنے لگا جس کا مرکز نہ جانے کیا تھا...... غالباً اس میں کوئلے جل رہے تھے...... یاں جل رہی تھیں یا کیا تھا؟ لیکن جو کچھ بھی تھا وہ حیرت ناک ضرور تھا کیونکہ اس سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شعلے نہیں بلند ہو رہے تھے...... میری ہمت نہیں پڑی کہ میں آگے جا کر اس عجیب وغریب برتن کو دیکھوں...... بس انسان جگہ جگہ اپنا تحفظ کرنے کے لئے کوششیں کرتا ہے...... میں بھی ہر مشکل سے بچنا چاہتا تھا...... غرض یہ کہ کافی دیر تک میں یہاں کھڑا رہا اور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں؟ میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور پورا بدن پسینے میں ڈوبتا جا رہا تھا...... سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں...... یہاں سے باہر نکل کر کھلی فضاء میں چلا جاؤں یا پھر یہاں رکوں اور حالات کا جائزہ لوں...... میں نہیں جانتا تھا کہ میں اس گندی روح کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو سکا ہوں یا نہیں...... کہیں ایسا نہ ہو کہ میری تمام کاوشیں بے اثر ہو جائیں اور میں یہیں پر قید ہو کر رہ جاؤں...... بہت سے خیالات دل میں آ رہے تھے، لیکن کوئی فیصلہ کرنا بے حد مشکل نظر آ رہا تھا...... ایک بار پھر میں نے پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا...... مجھے ایک اور دروازہ نظر آیا جو بند تھا...... ایک لمحے کے اندر میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ اس بند دروازے کے دوسری جانب کا بھی نظارہ تو کروں...... اگر یہاں کوئی کام کی شے دستیاب ہو جائے یا کوئی نظر آ جائے تو اس سے مدد مانگوں...... اور اگر یہاں کوئی موجود نہ ہو تو اس کے بعد اس پراسرار گھر سے باہر نکل جاؤں...... جسے اب گھر کہتے ہوئے مجھے عجیب سا لگ رہا تھا...... میں تو سمجھ ہی نہیں رہا تھا کہ میں یہاں پہنچا کس طرح؟

میں آہستہ قدموں سے آگے بڑھا اور اس دوسرے دروازے کے پاس پہنچ گیا...... یہ دروازہ پہلے کی نسبت بہتر تھا اور مضبوط نظر آ رہا تھا، لیکن اس میں نہ تو کنڈی لگی تھی نہ کوئی تالا وغیرہ تھا...... مجھے اندازہ تھا کہ اگر میں اسے دھکیلنے کی کوشش کروں گا تو دروازہ کھل جائے گا...... یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ یہ دروازہ مدت سے بند ہے، ہو سکتا ہے دوسری طرف تاریکی ہی تاریکی ہو، کیونکہ مجھے کوئی روشنی نظر نہیں آ رہی تھی...... ایک لمحہ تک میں سوچتا رہا...... پھر میں نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا اور دروازہ کھل گیا، لیکن میرا پہلا خیال غلط تھا کہ یہاں روشنی نہیں ہے...... بالکل ویسا ہی دوسرا برتن یہاں بھی موجود تھا اور اس میں بھی کوئی چیز سلگ رہی تھی، جس سے مدہم مدہم روشنی پھوٹ رہی تھی...... میں نے پلٹ کر اس برتن کو دیکھا...... جو دوسرے کمرے میں تھا اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں بند ہونے لگیں کہ اب وہ

برتن وہاں نہیں تھا، بلکہ دوسرے کمرے میں تھا...... آہ! یہ برتن اس کمرے سے اس کمرے تک کیسے منتقل ہوا؟ اس کا مطلب ہے کہ کوئی نادیدہ قوت یہاں موجود ہے...... کوئی رہتا ہے یہاں...... لیکن وہ جو نظر نہیں آتا...... اس وسیع وعریض کمرے میں بھی مجھے گرد کی تہیں نظر آ رہی تھیں اور فرش ایسا لگ رہا تھا جیسے اس پر صدیوں سے انسانی قدم نہ پڑے ہوں...... یواریں پلاسٹر کے بغیر تھیں اور ان سے ٹوٹی پھوٹی اینٹیں جھانک رہی تھیں...... ایک سمت ینہ سا بنا ہوا تھا جو اوپر جا کر چھت میں گم ہو گیا تھا...... یہ کمرہ پہلے سے بھی زیادہ پراسرار تھا، بھی میں یہیں کھڑا تھا کہ اچانک ہی مجھے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور میرا دل دہشت سے ھڑک اٹھا...... میرے حلق سے دبی دبی آواز نکلی۔

"کون ہے...... کون ہو...... جو کوئی بھی ہو سامنے آؤ...... کون ہو؟ میں پوچھتا ہوں کون ہو؟" لیکن کوئی جواب نہیں ملا اور میرے دماغ پر ایک دھند سی طاری ہو گئی...... اب خوف اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ اس سے آگے خوفزدہ ہونے کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور یہ بھی ایک یرت انگیز عمل تھا کہ جہاں خوف کی انتہا ہو جاتی ہے تو وہاں سے دلیری کی ابتداء ہوتی ہے...... س وقت انسان جو کچھ کرتا ہے اپنے دماغ کے زیر اثر نہیں بلکہ اعصاب کے زیر اثر آ کر کرتا ہے اور اعصاب کی قوت شاید دماغ کی قوت سے زیادہ ہوتی ہے یا دماغ کے سو جانے کے بعد نسان کے اندر کچھ ایسی پوشیدہ قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں جو اس سے عمل کراتی ہیں...... ہوش و واس کے عالم میں یہ عمل واقعی ممکن نہیں ہوتا اور شاید ان ہی اعصابی قوتوں کے زیر اثر یرے قدم اس زینے کی جانب پڑ گئے جو بلندی تک جا کر چھت میں غائب ہو جاتا تھا...... مجھے ندازہ نہیں تھا کہ کتنی سیڑھیاں ہیں، بس بے خودی کے عالم میں ان سیڑھیوں پر سفر کر رہا ا...... اس کے بعد لکڑی کی بنی ہوئی چھت نظر آئی اور میں اوپر پہنچ گیا...... روشنی میں مجھے یک اور دروازہ نظر آیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اندر بہت سی آہٹیں ہوں...... میں آہستہ ہستہ دروازے کے قریب پہنچ گیا...... میں نے ایک بار پھر آواز لگائی۔

"جو کوئی بھی ہو...... تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے آؤ...... مجھ سے ملو...... مجھے بتاؤ یہ ن سی جگہ ہے...... میں یہاں کیوں آیا ہوں" مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری آواز سے یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیواریں ہل رہی ہوں...... میرے دماغ پر مسلسل دھند طاری تھی...... بہرحال میں دروازے کے قریب پہنچا اور اسے دھکیل کر اندر داخل ہو گیا اور یہاں بھی میں نے اسی کو دیکھا...... جس سے روشنی اُبل رہی تھی...... "آہ یہ روشنی کیسی ہے؟ آہ یہ روشنی ہے؟" اندر کا منظر دیکھ کر میرے دل میں ایک عجیب سی کھچاوٹ پیدا ہوئی...... سامنے ایک بڑی سی تھالی رکھی ہوئی تھی، بہت بڑی تھالی تھی یہ اور اس تھالی کے بیچوں بیچ اس مج سر رکھا ہوا تھا جسے میں نے اپنے گرز سے توڑا تھا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور مجھے رہی تھیں...... اس کے علاوہ اس تھالی میں کناروں تک خون بھرا ہوا تھا...... میرے جبڑ ایک دوسرے پر بھنچ گئے...... میں نے نفرت بھری نگاہوں سے اس تھال کو دیکھا اور آ آہستہ اس کی جانب بڑھ گیا...... تھال کے اونچے کنارے خون سے بھرے ہوئے تھے اور کا بے جان سر مجھے گھور رہا تھا...... میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اچانک ہی چونکنا پڑا...... کمرے کے فرش پر قالین نہیں تھا بلکہ فرش ننگا تھا اور اس ننگے فرش پر لاتعداد کالی جونکیں رینگ رہی تھیں...... یہ جونکیں ادھر سے ادھر منتشر ہو رہی تھیں...... میری میں کچھ نہیں آرہا تھا...... پھر وہ دروازہ جس سے میں اندر داخل ہوا تھا زوردار آواز کے سا بند ہو گیا...... صاف ظاہر تھا کہ کسی نادیدہ شیطانی قوت نے یہ دروازہ بند کیا ہے...... گردن گھما کر دروازے کو دھکیلنے لگا اور پھر میں نے ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی، مجھے یو لگا تھا جیسے میرے قدم اپنی جگہ جم گئے ہوں...... میں اب ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا تھا...... خوفناک مجسمے کا خون میں ڈوبا ہوا سر اپنی خوفناک آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا...... نے اپنی جگہ سے آگے ہٹنے کی کوشش کی لیکن ایسا نہیں کر سکا...... تبھی کالے رنگ کی ا جونکوں نے چاروں طرف سے مجھ پر حملہ کیا اور میرے بدن پر چڑھنے لگیں...... وہ میرے پیروں سے چڑھ کر میرے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر آرہی تھیں اور اس کے بعد میرے جسم کے کھلے ہوئے حصوں سے چپک گئیں...... مجھے یوں لگا جیسے میرے پورے وج میں باریک باریک سوئیاں چبھو دی گئی ہوں...... درد کی شدت سے بے اختیار میرے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں...... اعصاب اچانک ہی قابو میں آگئے تھے...... میں نے جوش وحش

ان جونکوں کو اپنے جسم سے جدا کرنے کی کوشش کی اور وہ ربڑ کی طرح کھنچ گئیں...... میں تھا کہ جسم سے چپکی ہوئی جونکوں کو بدن سے ہٹانا ممکن نہیں ہو گا...... آہستہ آہستہ یہ ہیں میری گردن تک پہنچ گئیں اور اس کے بعد میرے چہرے پر چڑھنے لگیں...... میں ایک بار پھر ان پر قوت صرف کی، لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا...... البتہ اچانک ہی مجھے یوں جیسے میرے پیروں کی وہ بندش ختم ہو گئی ہو جس نے مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا ...... میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا...... میں پھرتی سے آگے بڑھا اور اس برتن تک پہنچ ...... میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے کوئلے برتن میں دہک رہے ہیں اور ان سے یہ روشنی نکل ہے...... آہ کیا کروں...... کیا کروں؟ میں نے پھر ان جونکوں پر زور زور سے ہاتھ ے...... جو جونکیں میرے جسم سے چمٹنے نہیں پائی تھیں...... وہ نیچے گر رہی تھیں...... میں ادھر ادھر دیکھا پھر ایک لکڑی سے ایک کوئلے کو اٹھایا اور کوئلے کو ان جونکوں سے لگانے ...... دہکتے ہوئے کوئلے نے میرے بدن کو بھی جگہ جگہ سے داغدار کر دیا، لیکن میری یہ شش کارگر رہی تھی، جس جونک کو کوئلہ لگتا وہ جلدی سے اپنی جگہ چھوڑ کر پٹ سے نیچے گر ی...... پھر میں نے ان میں سے بے شمار جونکوں کو اپنے جسم سے جدا کر دیا اور پھر پوری قوت دروازے کی جانب دوڑ لگائی...... دروازہ زور سے کھینچا تو دروازہ کھل گیا، لیکن باہر نکلتے لئے میں ایک بار پھر گر پڑا تھا...... چند جونکیں جو میرے لباس پر چڑھ گئی تھیں میرے ساتھ باہر آگئی تھیں...... میں زمین پر بیٹھنے لگا، جونکوں نے میرے جسم کے کھلے حصوں کی رف دوڑنا شروع کر دیا اور وہاں پہنچ کر میرے بدن سے چپکنے لگیں...... میں بار بار چیخ رہا تھا ر انہیں چٹکیوں سے پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا تھا...... وہ جن کے پنجے میرے بدن میں گڑھ گئے تھے تو مجھ سے جدا نہیں ہو پا رہی تھیں...... لیکن وہ جو اپنے پنجوں کو میرے جسم سے پیوست یں کر پائی تھیں...... ان سے میں نے چھٹکارا پا لیا تھا...... یہ ایک انتہائی غلیظ کام تھا، لیکن اس ت میں زندگی کے سب سے خوفناک عذاب سے گزر رہا تھا...... میں ان جونکوں کو پاؤں سے ملتا بھی جا رہا تھا، لیکن کیا کرتا؟ آخرکار آخری جونک بھی میرے پاؤں کے نیچے آکر رگئی...... پھر میں ہوش و حواس کے عالم میں اس راستے کی جانب دوڑا جہاں سے اندر داخل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوا تھا...... سامنے ایک کھلا دروازہ نظر آیا اور میں اس میں گھس گیا، مگر وہ ایک کمرہ تھا اور اس میں دوسرا کوئی دروازہ نہیں تھا...... وہاں سے نکل کر ایک راہداری میں بھاگا جو آگے جا کر پیچ میں گھوم رہی تھی، لیکن جس وقت مڑا ہی تھا کہ سامنے بند دیوار آگئی اور بہ مشکل تمام میں نے اپنے ہاتھوں کا سہارا لے کر اپنے آپ کو اس دیوار سے ٹکرانے سے بچایا...... آہ وہ راستہ گم ہوگیا تھا...... جس سے میں اندر آیا تھا...... یا میں اسے بھول گیا تھا...... یا وہ میرے دماغ سے نکل گیا تھا، لیکن میں مسلسل کوششیں کر رہا تھا...... جدھر بھی جاتا راستہ بند ہی ملتا...... حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے...... کوئی آواز نہیں نکل پا رہی تھی...... پھر دوڑتا ہوا میں ایک تاریک کمرے میں داخل ہوگیا...... یہاں بڑی گہری تاریکی تھی اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں؟ آہ اب کوئی صورت حال میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی...... بہر حال میں آخری حد تک کوشش تو کرنا چاہتا تھا...... میں کوشش کرنا چاہتا تھا کہ یہاں سے نکل جاؤں...... لیکن اس تاریک زندان میں میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ راستے کدھر گم ہوگئے...... کیا میں یہاں سے کبھی نہیں نکل سکوں گا۔

"کون ہو تم...... تم کون ہو میرے سامنے آؤ...... میں میں تمہیں فنا کر دوں گا" اور جواب میں مجھے جو ہنسی سنائی دی اس نے میرے ہوش و حواس چھین لئے...... پھر میں نے ایک تاریک سائے کو چلتا ہوا محسوس کیا...... اس کے قدموں کی آہٹ صاف سنائی دے رہی تھی...... آہستہ آہستہ کمرے کے تاریک ماحول میں روشنی پیدا ہوتی چلی گئی اور اس روشنی میں آخر کار ایک وجود نمایاں ہوگیا...... میں نے جو دیکھا اسے دیکھنے کے بعد میرے اعصاب بے جان ہوگئے تھے...... وہ سو فیصدی...... سو فیصدی سیپ ہی تھی...... وہ پراسرار اور خوفناک ناگن جو انسان نہیں تھی اور جس نے میرے سارے وجود کو جکڑ لیا تھا...... وہ کھڑی ہوئی خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی...... میں نڈھال ہوگیا...... آہستہ آہستہ میرے حلق سے ڈوبتی ہوئی آواز نکلی۔

"تم؟" لیکن سیپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا...... میں اسے دیکھتا رہا اور پھر نفرت کی ایک لہر میرے وجود میں اُبھری اور میں نے کہا۔

"تو تم نے مجھے اس طلسمی جال میں پھنسایا ہے" اس نے سر کو ایک ہلکی سی جنبش دی اور ے بعد نفرت بھری آواز میں بولی۔

"تو...... تو اس قابل نہیں ہے کہ اب عزت سے تجھے جواب بھی دیا جائے...... کیا نہیں نے تیرے لئے...... کیا نہیں کیا بول...... وہ دیا تجھے جس کا تو اپنی زندگی میں تصور بھی کر سکتا تھا اور وہ دینا چاہتی تھی میں تجھے جس کا تو اب بھی اپنی زندگی میں تصور نہیں ا، لیکن تیری فطرت میں شاطرانہ چالیں چلنا ہے"۔

"سیپ" میں نے پھر اسے پکارا۔

"لعنت بھیج سیپ پر...... میرا نام سیپ نہیں ہے...... اور میں اپنا نام تجھے بتا بھی نہیں کیونکہ تو اس قابل نہیں ہے...... تو نے مجھ سے فریب کیا ہے...... فریبی...... فریب کیا ، مجھ سے...... تو نے...... تو نے وہ کیا ہے جو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی...... تو نے سنکٹ کو سنکٹ دیا ہے...... ان پر وار کیا ہے...... وہ جو میرے لئے بھگوان کا درجہ رکھتے ہیں"۔

"تو اب تو میری زبان سے بھی سن لے ذلیل عورت کہ میں تجھے جوتے کی نوک پر نہیں مارتا...... میں مسلمان ہوں اور اللہ کے فضل سے مسلمان ہی رہنا چاہتا ہوں، تو مجھ میری زندگی ہزار بار چھین سکتی ہے لیکن میرا ایمان کبھی نہیں چھین سکتی...... کیا سمجھی؟ اگر ایمان کی نہ ہوتی تو میں تجھ سے فائدہ اٹھاتا...... اب مجھے اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے چڑیل ہے...... بدروح ہے...... گندی روح...... میرے ہر لفظ پر وہ بری طرح تڑپ رہی ...... جیسے اس کے بدن پر تازیانے پڑ رہے ہوں...... میں نے کہا۔

"اور تو جو کوئی بھی ہے...... سیپ تو بہت پاکیزہ نام ہے...... سیپ تو سمندر کی امانت ہے...... سمندر کا حسن ہوتی ہے...... سیپ میں تو موتی پروان چڑھتے ہیں...... بھلا تجھ غلاظت میں سچے موتیوں کا کیا تصور؟ عورت، بلکہ عورت کے نام پر ایک گندی ...... کیا سمجھتی ہے تو اپنے آپ کو...... سب کچھ دے سکتا ہوں میں...... لیکن ایمان ...... مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں تجھ سے نکاح کی بات کروں...... تو روشنی میں آ جائے گی روشنی میں آگئی...... میں غمزدہ ہوں...... شرمندہ ہوں، اپنے اس عمل پر لیکن قصور میرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں ہے...... میں تجھے نہیں جانتا تھا...... میں نے زندگی میں کبھی کسی کو اپنی قربت نہیں بخشی...... ماں کی موت کے بعد میں نے بس زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ تو کون ہے؟ ورنہ یقینی طور پر میں تیرے حسن پر تھوک دیتا، لیکن تو نے مجھے اپنے طلسمی سحر میں گرفتار کیا اور میں پھنس گیا...... اب اگر تو یہ سمجھتی ہے کہ کسی طرح تو مجھے اپنالے گی یا اس بات پر مجبور کرسکے گی جو میں مرکر بھی نہیں کرسکتا...... تو اپنی بے بسی اور بے کسی کا تماشہ دیکھ...... تھوکتا ہوں تیری شکل پر"۔

"ارے بہت دیکھے ہیں تجھ سے تھوکنے والے...... کیا سمجھتا ہے تُو ذلیل...... یہ بتا کہ میں نے کیا نہیں کیا تیرے ساتھ"۔

"آوارہ روح...... کچھ عرصے کے بعد تیرا دل مجھ سے بھی بھر جاتا اور تُو کسی اور کی دھاک میں لگ جاتی...... تُو تو ہے ہی غلاظت کا ڈھیر"۔

"ٹھیک ہے...... میں تجھے کیوں بتاؤں کہ میں کیا ہوں...... اور کیوں بتاؤں میں تجھے کہ اس کے بعد میں کیا کرتی تیرے ساتھ...... لیکن اب...... اب تُو مجھ سے اپنی نفرت کا مزہ چکھ...... سن تُو نے سنکٹ دیوتا کا سر توڑا ہے...... اس سر کو اسی عمارت سے اٹھانا، اپنے ساتھ لے جانا، وہیں پہنچنا جہاں تو نے سنکٹ دیوتا کو پہلی بار دیکھا تھا...... جب تو سنکٹ دیوتا کا سر اپنے ہاتھوں سے اٹھائے گا...... تو وہ راستے چھوٹے ہوجائیں گے...... اس کے بعد تو سنکٹ دیوتا کے اس تہ خانے میں جاکر ان کا سر واپس اس مجسمے پر رکھنا...... ان کے چرنوں میں جھک کر معافی مانگنا اور اکیس دن تک وہ جاپ کرنا جو میں نے تجھے بتایا ہے...... ہوسکتا ہے سنکٹ دیوتا تجھے معاف کردیں...... اگر انہوں نے تجھے معاف کردیا تو میں بھی تجھے معاف کردوں گی اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو دیکھ ذرا اس سنسار میں تیرے ساتھ کیا کیا ہوتا ہے"۔

"ٹھیک ہے اور کچھ؟" میں نے سوال کیا۔

"اتنا کچھ میں نے کہہ دیا ہے...... یہی کافی ہے تیرے لئے اور تو چنتا مت کر تو وہی کرے گا جو میں نے تجھ سے کہا ہے...... تو کیا اور تیری اوقات کیا" جواب میں میں ہنسنے لگا...... میں نے کہا۔

"گندی روح تو بھی مزہ چکھ کہ ایک مسلمان سے کسی بات کا منوانا وہ جو اس کے دین ے خلاف ہو کیسا ہوتا ہے...... ٹھیک ہے میرے پاس قوتیں نہیں ہیں، مگر ایمان کی قوت ہ...... میں اس ایمان کی قوت سے تجھ سے لڑوں گا...... دیکھوں گا تیری طاقت کتنی ہے؟"۔

"ہونہہ!" اس نے زمین پر تھوک دیا اور میں اسے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا، ں جگہ اس نے تھوکا تھا وہاں سبز رنگ کے بچھو زمین پر رینگنے لگے تھے اور اس کے بعد وہ پس پلٹی تھی...... اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک دیوار سے باہر نکل گئی تھی...... میں اسے رت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا اور پھر میں نے دل میں سوچا کہ مجھے بھی عمارت سے باہر لنے کی کوشش کرنی چاہئے...... میں آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھا اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ ب باہر جانے کا راستہ بند نہیں تھا...... گہری رات چھا چکی تھی نہ جانے کیا بج گیا تھا...... روں طرف ہو کا عالم طاری تھا...... درختوں میں سرسراہٹیں ہورہی تھیں اور آوازیں ان رسراہٹوں سے ایک عجیب سا نغمہ نشر کررہی تھیں...... میں نے تھوڑا سا فاصلہ طے کیا اور ں کے بعد ایک سمت متعین کرکے چلنے لگا...... میں نے دل میں سوچا تھا کہ اس وقت تک لتا رہوں گا جب تک قدموں میں جان ہے...... نہ جانے کتنا فاصلہ طے کیا اور اس کے بعد ب تھکن ہوگئی تو ایک جگہ زمین پر لیٹ گیا...... سر کے نیچے اینٹ رکھی اور آنکھیں بند لیں...... تھوڑی دیر کے بعد نیند آگئی تھی...... پھر صبح کو آنکھ کھلی تو ہلکا ہلکا اجالا پھوٹ رہا ...... سرسوں کی خوشبو ناک میں آرہی تھی...... میں نے اس خوشبو کو پہچان لیا اور اسی وقت ں نے کچھ گھنٹیوں کی آوازیں سنیں...... آنکھیں کھول کر دیکھا تو تاحد نظر سرسوں کے یت بکھرے ہوئے تھے...... ایک کسان بیلوں کا رسہ پکڑے کندھے پر ہل رکھے آگے بڑھ تھا...... آہستہ آہستہ وہ میرے قریب پہنچا اور پھر رک گیا۔

"کون ہے رے بھائی تو؟" اس نے جھک کر کہا...... میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ارے بھیا کون ہے تو؟"۔

"مسافر ہوں بھائی...... تھک کر یہاں لیٹ گیا تھا"۔

"کہاں سے آئے ہو؟"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہت دور کا سفر کر کے آرہا ہوں"۔

"کہاں جاؤ گے؟"۔

"نہیں معلوم؟"۔

"کیا مطلب؟" وہ بولا اور میں نے اس جوان آدمی کو دیکھا...... چوڑا سینہ...... سادے ڈھیلے ڈھالے کپڑے...... اس نے خاموشی سے چند لمحے کچھ سوچا پھر بولا۔

"کوئی تکلیف ہے کیا؟"۔

"ہاں"۔

"کیا بات ہے؟"۔

"بس بے سہارا ہوں...... راستوں کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا...... کہاں سے آیا ہوں...... کہاں جاؤں گا...... کچھ بھی نہیں معلوم"۔

"ارے واہ رے بھیا...... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"۔

"ہوا ہے میرے بھائی...... تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے؟"۔

"کریم ہے ہمارا نام...... کریم...... سب لوگ کریم ہی کہتے ہیں...... پر ہمارا دل چاہتا ہے کوئی پورا نام لے ہمارا...... ارے کریم بھی کوئی نام ہوا"۔

"بس کریم بھیا چلتا ہے سب کچھ"۔

"سن رے ہم تھوڑے آگے زمینوں میں ہل چلانے جا رہے ہیں...... تو ہمارے ساتھ آجا...... اس وقت تو ہم تیری کوئی خدمت نہیں کر سکتے...... پر تھوڑی دیر تجھے انتظار کرنا ہوگا" میں نے تھکی تھکی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

"تھوڑا سا سہارا دو تمہاری مہربانی ہوگی"۔

"ارے آجا بھیا...... انسان ہی انسان کو سہارا دیتا ہے...... آجا" میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا...... سرسوں کے کھیتوں سے پرے کچھ زمین خالی پڑی ہوئی تھی...... اس پر غالباً کئی دن سے ہل چلایا جا رہا تھا...... تھوڑا سا ٹکڑا باقی رہ گیا تھا...... کنارے پر باڑھ بناوی گئی تھی...... ساتھ ساتھ گھنے درختوں کے جھنڈ تھے...... ایک بڑے سے درخت کے نیچے ایک

زہ سا بنا ہوا تھا...... جو انسانی ہاتھوں ہی سے بنایا گیا تھا...... وہ مجھے لے کر وہاں پہنچا اور بولا۔

"ہمارے پاس اس پر بچھانے کے لئے تو کچھ نہیں ہے...... پر زمین جو ہوتی ہے ناوہ سب پاک چیز ہوتی ہے...... یہ اور بات ہے کہ اسے جتنا چاہے ناپاک کر دو...... اپنی گندی توں سے...... خیر اگر اسے ناپاک نہ کیا جائے تو اس سے پاک جگہ اور کوئی نہیں ہوتی...... ں آجا آرام سے...... ارے ہاں ہمیں یاد آیا...... ابھی ٹھہر" اور اس کے بعد وہ اپنا ہل وہیں کر بیلوں کو وہیں چھوڑ کر دوڑتا چلا گیا...... پھر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا...... نہ نے کہاں گیا تھا...... میں نے اس چبوترے پر بیٹھ کر آنکھیں بند کرلیں...... درخت سے لگالی...... تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھوں میں دو بڑے بڑے وزے تھے...... یہ خربوزے اس نے میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"ان کے کھانے کا طریقہ بتائیں تجھے؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا...... تو نے ایک خربوزے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر درمیان سے توڑ دیا...... آدھا ٹکڑا میری بڑھایا...... دوسرے آدھے ٹکڑے میں بیج پھنسے ہوئے تھے...... وہ بیج اس نے انگلیوں نکال کر ایک طرف پھینکے اور خربوزہ کو توڑ مروڑ کر کھانے لگا...... میرے ہونٹوں پر اہٹ پھیل گئی...... بڑی سادگی تھی اس کے انداز میں...... میں نے بھی خربوزہ کھانا ع کر دیا...... کیا عمدہ اور شیریں خربوزہ تھا۔

اس نے کہا...... ہم نے تو ناشتہ کر لیا تھا، بس تیرے ساتھ اتنا کھایا...... اب یہ باقی تو لے...... ہمیں ذرا یہ ہل چلانا ہے...... "جانا مت یہاں سے اب تو ہمارا مہمان ہے" میں نے اس میزبان کو دل و جان سے قبول کر لیا تھا...... کچھ سہارا لینے کے لئے کسی انسان کا وجود تھا...... میں ڈیڑھ خربوزہ کھا گیا...... پیٹ بھر گیا تھا، چنانچہ درختوں کی چھاؤں میں اس پر لیٹ گیا اور اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں...... نیند تو رات ہی کو پوری ہو چکی ...... میں بس آنکھیں بند کئے اپنی سوچ کے دائرے میں گم ہو گیا...... اب کیا کرو؟ کیا کرنا ...... یہاں تک آگیا ہوں...... کیا میں اس شیطانی جال سے نکل سکتا ہوں...... مشکل ... مشکل ہی ہوگا...... دیکھتا ہوں وقت اب آگے کیا کہانی سناتا ہے؟ وقت کی کہانی کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ ساتھ ہی سفر کرنا ہوگا...... بہرحال وقت گزرتا رہا اور میں سوچتا رہا کہ کیا کرنا چاہیئے...... بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیاں ٹن ٹن کر رہی تھیں...... کئی بار آنکھیں اٹھا کر ادھر دیکھا تھا...... دھوپ تیز ہوگئی تھی...... سورج سر پر پہنچ گیا تھا اور وہ ہل چلا رہا تھا...... پھر اس نے اپنا ہل رکھ دیا...... بیلوں کو کھولا...... انہیں درخت کے نیچے لے جا کر باندھا...... تھوڑی سی گھاس پھوس اکٹھی کر کے بیلوں کے سامنے ڈالی...... ایک جگہ سے پانی کا برتن اٹھا کر ان کے سامنے رکھا اور تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے ایک کنوئیں سے پانی نکال کر اس برتن میں بھر دیا...... پھر وہیں سے تھوڑا سا پانی لے کر میرے پاس آیا اور بولا۔

"مٹی اڑ رہی ہے منہ ہاتھ دھو لو بھیا" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور تر و تازہ ہوگیا...... وہ میرے پاس بیٹھ گیا...... پھر بولا۔

"ہاں بھیا! اور کہو اور سناؤ؟"۔

"بس کریم بھیا...... ایک آوارہ گرد مسافر ہوں...... مشکلوں کا شکار ہو کر ادھر ادھر بھٹکتا پھر رہا ہوں"۔

"اللہ مشکل دور کرے" لو کھانا آگیا...... اس نے کہا...... آنے والی ایک اچھی شکل و صورت کی مالک عورت تھی...... اس نے برتن اٹھائے ہوئے تھے اور آرام آرام سے چلی آ رہی تھی...... کریم ہنسنے لگا اور بولا۔

"بھابی ہے تیری...... میرا مطلب ہے تمہاری...... پر بھیا یہ ایک بڑی عجیب بات نہیں ہے؟"۔

"کیا......؟"۔

"ساری باتیں ہوگئیں...... اتنی دیر سے ہم دونوں کا ساتھ ہے...... پر کیسی مزے کی بات ہے کہ ہمیں تمہارا نام نہیں معلوم"۔

"جلیس ہے میرا نام"۔

"کیا ہے"۔

"جلیس"۔

"ٹھیک ہے بھیا...... ہم بھیا ہی کہیں گے...... ٹیڑھا نام ہے...... ہم سے نہ بولا جائے گا"۔

"تم بھیا ہی کہہ لو"۔

"ہاں تو ہم کہہ رہے تھے کہ ہماری گھر والی ہے وہ...... نفیسہ نام ہے"۔

"میرے لئے قابل احترام ہے"۔

"بس وہ ہے اور ہماری بہن ہے...... اور ابا ہیں...... اماں نہیں ہیں...... یہاں سے ہم تمہیں اپنے گھر لے چلیں گے" میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی...... نفیسہ قریب آ کر ایک دم ٹھٹک گئی...... اس نے سر پر سے دوپٹہ چہرے پر ڈھک لیا تھا...... کریم کہنے لگا...... ارے اس سے کیا پردہ...... دیور ہے تمہارا...... ہم سے چھوٹا ہی ہوگا تھوڑا...... مہمان ہے...... ساتھ ہمارے گھر آئے گا...... لاؤ نکالو کیا لائی ہو کھانے کے لئے...... اٹھا دو یہ گھونگھٹ کوئی بات نہیں ہے...... بھابی دیور بہن بھائی ہوتے ہیں" اس نے تھوڑا سا گھونگھٹ سرکا دیا...... کہنے لگی۔

"آلو کی بھجیا ہے مکئی کی روٹیاں ہیں"۔

"ارے واہ...... گڑ ہے؟"۔

"ہاں گڑ بھی ہے"۔

"لے بھیا تیرے کرم تو بڑے اچھے ہیں...... یہ ہماری گھر والی جو ہے نا یہ آلو کی بھجیا بڑی اچھی بناتی ہے...... کھا کر دیکھ مزہ آجائے گا" عورت نے روٹیاں اور آلو کی بھجیا سامنے رکھ دی اور اس نے کہا۔

"آجا تو بھی...... کھا لے دیور کے ساتھ"۔

"نہیں" میں گھر جا کر کھاؤں گی۔

"تیری مرضی ہے...... خیر شام کو کوئی اچھی چیز پکا لینا"۔

"ٹھیک ہے" میں اس کے ساتھ کھانے میں مصروف ہوگیا...... میتھی اور آلو سے بنی ہوئی بھجیا واقعی بہت شاندار تھی اور اس کے ساتھ مکئی کی روٹی...... پھر بعد میں سویٹ ڈش کے طور پر گڑ کھایا گیا اور خوب پیٹ بھر گیا...... روٹیاں کافی تھیں اور یہ پتہ نہیں تھا کہ کریم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی خوراک کیا تھا، بہر حال کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ مجھ سے بولا۔

"اگر چاہو بھیا تو گھر جا کر آرام کرو"۔

"نہیں کریم تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا"۔

"چلو اچھا ٹھیک ہے" پھر شام کو سورج ڈھلے کریم نے بیل کھولے...... ہل کندھے پر رکھا اور مجھے ساتھ لے کر چل پڑا...... سرسوں کے کھیتوں کے اس طرف چھوٹی سی ایک بستی تھی...... کوئی دو ڈھائی سو مکانات ہوں گے...... کچھ کچے کچھ پکے...... لیکن چاروں طرف سکون کا سمندر موجزن تھا...... بستی والے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے...... میں بھی کریم کے ساتھ ایک کچے مکان پر پہنچ گیا...... باہر ڈیوڑھی تھی...... ڈیوڑھی میں کریم نے کہا۔

"بھیا چارپائی بچھی ہے...... ہم ذرا بیل باندھ دیں...... ہل رکھ دیں...... منہ ہاتھ دھوؤ تو ہمارے ساتھ آجاؤ نہیں تو ہم ابھی آتے ہیں"۔

"تم ہو آؤ کریم" میں نے کہا اور کریم اندر چلا گیا...... بہر حال یہ گوشہ عافیت تھا...... زندگی کے بے شمار عیش و عشرت اٹھانے کے بعد اب ذرا کچھ کڑے لمحات آگئے تھے تو مجھے ان میں بھی گزر بسر کرنی تھی...... بہر حال وہاں رہا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک بوڑھا شخص باہر آگیا۔

"ہمارا نام رحیم ہے...... کریم کے ابا ہیں...... کریم نے تمہارے بارے میں بتایا تھا...... تھوڑا سا کام کر رہا ہے وہ ابھی آجائے گا"۔

"جی" میں نے انہیں سلام کیا اور وہ میرے پاس بیٹھ گئے۔

"ہاں بھیا...... کہاں سے آرہے ہو؟" اس کے بعد بحالت مجبوری مجھے ایک جھوٹی کہانی گھڑ کر سنانی پڑی تھی...... اور کیا کرتا؟ اس کے علاوہ چارہ کار ہی نہیں تھا...... سیدھا سادھا بوڑھا میری اس کہانی پر یقین کئے ہوئے تھا...... بستی کا نام امانت بستی تھا اور یہاں کے لوگ بڑے سادہ لوح تھے...... وقت گزرتا رہا...... شام کا کھانا واقعی شاندار تھا...... کڑھی اور دوسری ترکاری، چاول اور روٹی...... میں نے کریم سے کہا۔

"کریم بھیا بڑی تکلیف کی تم نے"۔

"ارے کیسی تکلیف؟ کل تمہیں شکار کا گوشت کھلائیں گے...... شکار کرنا ہوگا"۔

"نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے"۔

"چھوڑو چلو کھانا کھاؤ" کھانا کھایا گیا...... پھر چائے پینے کے لئے ملی...... کیا لطف تھا اس کھانے پینے میں...... زندگی کا مزہ آرہا تھا، لیکن دل پر بس ایک خوف طاری تھا...... وہ کمبخت کہیں یہاں تک میرا پیچھا نہ کرے...... رات ہوگئی...... میں نے کریم سے کہا کہ میں ڈیوڑھی کے باہر چارپائی پر سوجاتا ہوں تو وہ بولا۔

"ارے نا بھیا...... مچھر کاٹیں گے...... بس ادھر ٹھیک ہے" پھر خاصی رات گئے مجھے ایک عجیب سی ہنسی کی آواز سنائی دی اور میں وحشت زدہ ہو کر اٹھ بیٹھا...... میں نے حیرت سے دیکھا...... دو لڑکیاں میرے سامنے سے گزر کر اندر گئی تھیں...... میں نے جلدی سے رخ بدل لیا...... بہر حال ایک عزت دار گھرانے میں عزت دار انسان کی حیثیت سے رہتے ہوئے مجھے ہر طرح کا خیال رکھنا تھا...... دوسرے دن پھر میں کریم کے ساتھ کھیت پر چلا گیا اور اس دن میں نے کریم سے بہت سی باتیں کیں...... میں نے کہا۔

"کریم اگر میں اس بستی میں رہنا چاہوں تو؟"۔

"تو کوئی بات نہیں بھیا؟ رہو آرام سے...... گھر ہے تمہارا...... میں ہوں...... بھابی ہے تمہاری...... نوری ہے"۔

"مگر کس حیثیت سے؟"۔

"بھیا کی حیثیت سے اور کون سی حیثیت سے رہو گے"۔

"نہیں میرا مطلب ہے"۔

"ارے مطلب کی بات مت کرو...... بس ٹھیک ہے جب تک دل چاہے رہو آرام سے"۔

"کریم مجھے کوئی کام بھی تو کرنا ہوگا؟"۔

"کام!"

"ہاں"

"جب کرنا ہو تب کرلینا...... کوئی کام تلاش کرلیں گے تمہارے لئے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے ہل چلانا سکھادو" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑا۔

"لو بھیا کی باتیں...... ارے ہل چلانا آسان نہیں ہوتا...... بیلوں کو سدھانا بڑا مشکل کام ہوتا ہے...... ہل کی نوک زمین کے سینے میں ڈال کر اس پر وزن ڈالنا پڑتا ہے...... بڑا مشکل کام ہے"۔

"مگر میں کرنا چاہتا ہوں"۔

"اچھا دیکھو بات سنو...... مہینہ سوا مہینہ تو تم آرام سے رہو اور یہ مت سوچنا...... وہ جو کہتے ہیں نا کہ ایک دن کے مہمان، دو دن کے مہمان، تیسرے دن شیطان...... مہمان مہمان ہوتے ہیں...... جب ہم دونوں ایک دوسرے کو بھیا کہتے ہیں تو پھر تم مہمان نہیں رہے"۔

"ٹھیک کہتے ہو؟ واقعی ٹھیک کہتے ہو...... لیکن میں؟"۔

"بس بس ساری باتیں اپنی جگہ...... باقی دوسری بات کچھ اور...... اب ایسا ممکن نہیں ہوگا" چنانچہ میں خاموش ہو گیا...... پھر یہ روز کا معمول ہو گیا...... صبح کو کریم کے ساتھ آتا...... دوپہر کو جب کریم کی بیوی کھانا لے کر آتی تو ہم دونوں کھانا کھاتے...... شام کو کریم کے ساتھ واپس چلا جاتا...... بوڑھے رحیم سے باتیں کرتا رہتا...... اس دوران میں نے نوری کو ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا...... وہ دونوں لڑکیاں یاد تھیں جو پہلے دن مجھے گزرتی ہوئی ملی تھیں...... ان میں ایک نوری تھی...... اس کا پتہ مجھے اس وقت چلا جب اس دن اچانک ہی دوپہر کو نوری کھانا لے کر آئی...... یہ ایک خوش پوش لڑکی تھی...... بھرے بھرے بدن کی مالک...... شرمائی شرمائی سی آئی تھی، چہرہ ڈھکے ہوئے، لیکن باریک دوپٹے سے اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا، بلکہ یہ کہا جائے کہ اور زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا تو غلط نہیں ہوگا...... کریم نے کہا۔

"ارے تو کیسے آگئی نوری...... بھاوج کہاں ہے تیری؟"۔

"بھیا جی بہت سے کام تھے انہوں نے کہا میں ہی چلی جاؤں"۔

"اچھا اچھا...... طبیعت تو ٹھیک ہے نا اس کی؟"۔

"ہاں بھیا جی...... ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"چل ٹھیک ہے" کھانا کھانے لگے ہم دونوں...... وہ رخ بدل کر بیٹھ گئی تھی......
ر حال میں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا...... میرے پاس اس کے لئے وقت
ا کہاں تھا...... میں خاموشی سے اپنے کھانے میں مصروف تھا...... پھر کھانے سے فراغت
ل کرنے کے بعد اس نے برتن اٹھائے اور چلی گئی...... شام کو ہم معمول کے مطابق گھر
،...... رات کو کریم کسی کام سے چلا گیا...... اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی...... رات کا
ا نوری ہی میرے سامنے لے کر آئی...... چہرہ ڈھکا ہوا تھا...... کہنے لگی۔

"کھانا کھا لو"۔

"جی" میں نے کہا اور کھانے میں مصروف ہو گیا...... میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے
منے کھڑی ہوئی ہے...... لیکن میں نے اب بھی نگاہ نہیں اٹھائی...... البتہ نہ جانے کیوں
،بدحواسی سی طاری ہو رہی تھی مجھ پر، چنانچہ میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے
...... اس نے شاید اس بات کو محسوس کر لیا...... زور سے ہنسی اور باہر نکل گئی...... لیکن
ے ذہن میں سناٹے دوڑ آئے تھے...... اس کی ہنسی بے معنی نہیں تھی اور پھر معنی مجھے
م ہو گئے...... میں کھانا کھانے کے بعد آرام سے سو گیا تھا...... رات کا نہ جانے کون سا پہر
ب میری آنکھ کھل گئی اور اس وقت اچانک ہی میں نے ایک عجیب سی کیفیت محسوس
...... مجھے یوں لگا جیسے میں تنہا نہیں ہوں...... کوئی میرے پاس موجود ہے، لیکن کون؟
اسی کے عالم میں میں نے اپنے قریب موجود وجود کو ہاتھ سے ٹٹولا تو محسوس کیا کہ وہ کوئی
نی وجود ہے...... میں وحشت زدہ سا اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میں نے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
ا...... وہ نوری تھی...... میں پھرتی سے پلنگ سے نیچے آگیا...... وہ خاموشی سے لیٹی ہوئی
...... جاگ رہی تھی...... میں نے بدحواسی سے ادھر اُدھر دیکھا...... پھر دروازہ کھول کر
نکل آیا...... میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے...... سارا بدن بری طرح کپکپا رہا تھا...... یہ
یہ کیا ہوا؟ ایسا نہیں ہونا چاہئے...... وہ کریم کی بہن تھی...... میرے لئے بھی وہ بہنوں کا
،ہی رکھتی تھی اور نہ جانے کیا کیفیت تھی اس کی، ویسے تو ایک اچھی لڑکی نظر آتی تھی
...... کریم نے مجھے سہارا دیا تھا اور میں اس کا شکر گزار تھا...... کون یقین دلائے گا کریم کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ میرا کوئی قصور نہیں ہے...... نوری جذبات کے ہاتھوں پاگل ہوئی ہے...... لیکن کر عزت دار آدمی کو یہ بتانا بھی ایک مشکل کام تھا...... صبح ہو گئی...... میں نے محسوس کیا کہ لوگ اٹھ رہے ہیں تو پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر واپس آگیا...... پھر دوسرا دن بھی گزرا اور یہ اس وقت باہر نکل آیا...... جب تمام لوگ سونے کے لئے لیٹ گئے...... گھر سے تھوڑ فاصلے پر پیپل کا ایک درخت تھا...... میں اس کے نیچے بیٹھ گیا، نہ جانے کتنا وقت گزرا تھا میں نے نوری کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا...... میرے بدن میں پھر ایک بار تھرتھری د گئی تھی...... وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آئی اور مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے نوری...... کیوں آئی ہو تم؟" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں پوچھا اور بے اختیار سسکیاں لینے لگی۔

"نوری کیا بات ہے...... مجھے بتاؤ؟"۔

"بھیاجی ایک بات کہوں آپ سے؟" مان لیں گے آپ ہماری بات۔

اس نے آنسوؤں میں ڈوبی آواز سے پوچھا...... میں اس کے منہ سے بھیاجی کا لفظ سن ایک بار پھر حیران ہو گیا تھا...... وہ کتنی ڈھٹائی سے مجھے بھیاجی کہہ رہی ہے، حالانکہ پچھ رات...... تاہم میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

ہاں بولو کیا بات ہے؟

"بھیاجی اللہ کی قسم ہمارا کوئی قصور نہیں ہے...... ہم بھیاجی ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے کو جن ہم پر آگیا ہے"۔

"کیا مطلب"۔

"بھیاجی اماں مر چکی ہیں ہماری...... اپنی مری ہوئی اماں کی قسم ہمارے دل میں آ کے لئے کوئی برائی نہیں ہے...... اپنے بھیا جیسا سمجھتے ہیں ہم آپ کو" مگر ہم پر کچھ دنوں جن آگیا ہے...... وہ ہمیں اپنی جگہ سے اٹھاتا ہے...... آپ کے پاس لے آتا ہے...... پچھ تین دن سے ہم آپ کی چارپائی کے پاس بیٹھے رہتے تھے...... کل اور پاگل ہو گئے...... آ یقین کریں بھیاجی ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں ہے...... ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے کوئی ہ

پکڑ لیتا ہے...... آپ کی طرف دھکیلتا ہے...... بھیاجی ہم اپنی ماں کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں آپ کے لئے کوئی کھوٹ نہیں ہے...... بالکل اپنے کریموں بھیا جیسے لگتے ہیں آپ ہمیں...... ہمارا قصور معاف کر دیں...... بھیاجی ہم...... ہم...... وہ زاروقطار رونے لگی...... میرے ذہن میں سناٹے اترنے لگے تھے...... یقینی طور پر یہ اسی کمبخت...... اسی منحوس چڑیل کا کام تھا جس نے اس معصوم بھولی بھالی لڑکی کو میرے سامنے لا ڈالا تھا...... میں اگر کوئی غلط انسان ہوتا تو یہ سب کچھ کر ڈالتا، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا تھا...... میں نے کہا۔

"تو میری بہن ہے نوری...... میری بیٹی ہے...... جا گھر جا...... مجھے تجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے...... میں اللہ سے دعا کروں گا کہ تو کسی جن کے زیر اثر نہ آئے"۔

"بھیاجی پتہ نہیں ہمیں آپ کیا سمجھتے ہوں گے؟"۔

"کچھ نہیں میرے بیٹے...... میری بہن...... کچھ نہیں سمجھتا میں تجھے...... جا آرام کر...... میں نے کہا اور نوری آنسو پونچھتے ہوئے وہاں سے چلی گئی، لیکن میرا دل اب بری طرح دھڑک رہا تھا ہو گئی گڑبڑ...... ہو گئی گڑبڑ...... پہنچ گئی وہ کمبخت یہاں بھی...... یقینی طور پر میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا...... اب وہ مجھے یہاں سے نکلوانا چاہتی تھی، لازمی بات ہے یقینی امر ہے کہ اگر ایسی کسی مخدوش حالت میں مجھے دیکھ لیا جاتا تو نوری کے ساتھ تو خیر جو سلوک ہوتا وہ ہوتا...... لیکن میرے ساتھ بھی اچھا سلوک نہ ہوتا اور وہ معصوم آدمی جس نے بڑے پیار سے مجھے اپنے گھر رکھا ہوا تھا یقینی طور پر دلبرداشتہ ہو جاتا...... نجانے کیا سوچتا وہ میرے بارے میں...... نجانے کیا ذہن میں آتا اس کے...... آہ نہیں...... نہیں نکل جانا چاہئے مجھے فوراً یہاں سے...... فوراً نکل جانا چاہئے...... اس معصوم گھرانے کو میرے ہاتھوں تباہ نہیں ہونا چاہئے...... وہ تو خدا کا شکر ہے کہ میں کسی بہکائے میں نہیں آیا...... بچ گیا میں واقعی بچ گیا ورنہ نجانے کیا ہوتا اور اب اس کے بعد لازمی امر تھا کہ کریم کو بتانے کی گنجائش نہیں تھی، چنانچہ میں خاموشی سے وہاں سے چل پڑا...... یہ جگہ میرے رہنے کے قابل نہیں تھی۔

بے یارومددگار نہ کوئی ساتھی...... نہ کوئی دوست...... کیا عجیب زندگی ہو کر رہ گئی تھی...... سوچتا تو اپنے آپ پر ترس آتا تھا...... ایسا جال میں پھنسا تھا کہ اب جال کے سرے مل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی نہیں رہے تھے...... میں چلتا رہا...... یہی ایک بہتر طریقہ تھا، بہت سے محبت کرنے والوں کو چھوڑ آیا تھا لیکن میرا وہاں سے چل پڑنا ان محبت کرنے والوں کے لئے بہت اچھا تھا اور اب میرے سامنے ویران جنگلوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا...... درخت نظر آرہے تھے...... پرندے پرواز کر رہے تھے...... سر پر نیلا آسمان پھیلا ہوا تھا...... دھوپ کی تپش سے زمین جل رہی تھی اور جب بدن بری طرح تھک گیا تو ایک درخت کے نیچے پناہ لی اور اس کے تنے سے پشت لگا کر آنکھیں بند کر لیں...... پچھلے کچھ دنوں ہی آرام کی زندگی گزری تھی، اس لئے قوت برداشت میں کمی نہیں ہوئی تھی...... سورج سر پر چڑھتا رہا اور جب اس کی جوانی ڈھل گئی تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر چل پڑا...... شام تیزی سے جھکی چلی آرہی تھی...... نجانے کتنا سفر کیا تھا میں نے...... تب مجھے سیاہ رنگ کی ایک عمارت نظر آئی...... یہ عمارت بھی کھنڈر کی قسم کی تھی...... بڑا سا گنبد، بڑے بڑے در کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا...... بہر حال پناہ کی ایک جگہ نظر آئی تھی، چنانچہ میں اوپر پہنچ گیا اور عمارت کے شفاف چبوترے پر میں نے پناہ لی...... ایک طرف کنواں بنا ہوا تھا، اس پر ڈول بھی رکھا ہوا تھا رسی بھی تھی...... ڈول چمڑے کا بنا ہوا تھا، چرخی لگی ہوئی تھی، مجھے حیرت ہوئی، دل چاہا کہ کسی بلند جگہ پہنچ کر قرب و جوار میں نگاہیں دوڑاؤں اور دیکھوں کے کیا ہے، ہو سکتا ہے کہ آس پاس کوئی بستی ہو...... پھر ڈول سے پانی کھینچا، اسے پیا اور طبیعت مست ہو گئی، اتنا شفاف پانی...... میں نے ایک ڈول پانی اور کھینچا اور اس کو سر سے اونچا کر کے اپنا پورا بدن بھگو لیا...... ایسی مستی چھائی کہ کئی ڈول پانی اپنے اوپر گرا لیا اور اس کے بعد آنکھوں میں غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی...... ایک درخت منتخب کر کے اس کے نیچے لیٹ گیا اور شاید نیند بھی آگئی...... پورے دن کے سفر نے پیٹ میں جو کچھ بھی تھا ختم کر دیا تھا...... بھوک کی شدت بہر حال نیند پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھی...... نجانے کتنا وقت گزرا کہ آنکھ کھل گئی، خاصہ وقت گزر گیا تھا، کیونکہ چاند نکل آیا اور عمارت کا پورا وجود روشن تھا...... پھر مجھے احساس ہوا کہ آنکھ بلاوجہ نہیں کھلی ہے کوئی گڑبڑ ہوئی ہے...... میں چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا...... تب میں نے دیکھا کہ ایک دراز قامت شخص سفید لباس میں ملبوس تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہوا ہے اور میری

دیکھ رہا ہے...... میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا تو اس شخص نے نرم لہجے میں کہا۔

"سنو...... یہاں کسی کا موجود رہنا ہمیں پسند نہیں اور" خود تمہارے حق میں بھی اچھا ہے"۔ تم یہاں اگر اس طرح سوتے رہو گے تو کوئی بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے"

نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا۔

"معافی چاہتا ہوں...... یہاں دور دور تک کوئی نہیں تھا اس لئے میں یہاں لیٹ گیا"۔

"نہیں کوئی حرج نہیں ہے...... دن کی روشنی میں یہاں کوئی نہیں ہوتا لیکن رات ہم لوگ یہاں اجتماع کرتے ہیں اور کسی اجنبی کا اس اجتماع میں گزر نہیں ہے"۔

"یہاں آس پاس کوئی بستی ہے؟"۔

"نہیں...... لیکن کیوں پوچھ رہے ہو؟"۔

"میں اگر یہاں سے جاؤں گا تو کسی بستی میں ہی جاؤں گا...... کوئی جگہ درکار ہے مجھے؟"۔

"تم ایسا کرو فوراً یہاں سے اٹھ جاؤ...... ابھی کچھ لوگ آنے والے ہیں اور وہ اتنے نرم ج کے مالک نہیں...... وہ سامنے ایک درخت نظر آرہا ہے وہاں چلے جاؤ"۔

"ٹھیک ہے میں نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا...... بہر حال کافی دور جا کر اس درخت نیچے پہنچ گیا...... درخت شاید گولر کا تھا اور اس پر پھل بھی لگے ہوئے تھے...... میں نے ند کی روشنی میں اسے دیکھا اور اس کے بعد اس کے نیچے لیٹ گیا...... شاید یہ تقدیر کی مہربانی ں کہ کئی پھل ٹوٹ کر میرے جسم پر گرے...... یہ بھوک کا حل تھا...... میں نے جلدی سے ا کر انہیں کھانا شروع کر دیا اور مزید پھلوں کے گرنے کا انتظار کرنے لگا...... ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی اوپر بیٹھا ہو اور درخت کی شاخیں ہلا رہا ہو...... میں نے بہت سے پھل کھائے اور لم سیر ہو گیا...... پھر میں نے اس عمارت کی جانب دیکھا اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت ے پھیل گئیں کہ اب وہاں ویسے ہی سفید لباس والوں کی قطار لگی ہوئی تھی...... وہ عمارت کی رف جا رہے تھے...... میرے دل میں تجسس پیدا ہوا کہ میں اس عمارت کی جانب جاؤں، کن ابھی میں چبوترے سے نیچے اترا بھی نہیں تھا کہ میرے عقب سے ایک سفید لباس والا مودار ہوا اور اس نے کرخت لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اپنے وجود کے ناپاک ہونے کا احساس ہے تجھے"۔

ایک بار پھر میرا دل لرز گیا...... میں نے پلٹ کر دیکھا...... یہ نوجوان آدمی تھا...... بہت ہی خوبصورت شکل و صورت کا مالک، سفید لباس میں ملبوس...... سیاہ لمبی داڑھی...... بڑی بڑی آنکھیں...... دیکھنے والی شخصیت تھی...... میرے منہ سے بھرائی ہوئی آواز نکلی"۔

"آپ...... آپ کون ہیں؟"۔

"میں جو کوئی بھی ہوں تو مجھے یہ بتا کہ کیا تو اس قابل ہے کہ وہاں جائے"۔

"بس میرے دل میں یہ خواہش ابھری تھی"۔

"خواہش...... خواہشوں ہی نے تو تجھے غلام بنا ڈالا...... ایک ناپاک بدروح کا غلام...... یہ خواہش تو انسان سے سب کچھ چھین لیتی ہے...... ارے دیوانے یہ نہ سوچا تو نے کہ کیا چیز چھن جاتی ہے اور کیا نہیں چھینی جاتی...... تو تو پڑھا لکھا ہے...... دینی تعلیم تو خیر تیرے پاس نہیں ہے...... دنیاوی تعلیم تو ہے بول تو کوئی بھی ہو مذہب کیا کہتا ہے...... وہ تجھے کھنڈرات میں ملی اور تو اس کی ہوس کا شکار ہو گیا...... نفس کی خواہشوں کا غلام ہو گیا...... پھر وہ تجھے اپنے اشاروں پر نچاتی رہی، تو نے یہ نہ سوچا کہ مذہب اسلام میں نامحرم ناجائز ہے...... حرام ہے...... حرام و حلال کی تمیز کھو بیٹھا تو اور اب قسمت کو روتا ہے...... جا تیرے وجود میں جو تعفن بسا ہوا ہے وہ شدید ہے...... اس تعفن سے نجات حاصل کر تجھے پناہ مل جائے گی...... فوراً یہاں سے چلا جا...... بہت برداشت کیا ہم نے پیٹ بھی بھر گیا ہے تیرا...... اس سے زیادہ تیرے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا اور یہ بھی اس لئے کیا گیا ہے کہ تیرے کان میں ایک پاک بندے نے اذان دی تھی...... جاؤ اسی اذان کے حوالے سے تجھے معافی دی جاتی ہے، لیکن اتنی دور چلا جا کہ تیری خوشبو یہاں نہ پہنچ سکے ورنہ اس کے بعد جو ہوگا تو نہیں جانتا۔

وہ بڑی خوفناک آواز میں یہ باتیں کہہ رہا تھا اور میرا دل کبوتر کی طرح لرز رہا تھا...... کانپ رہا تھا...... اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں یہاں سے نکل جاؤں...... واقعی میں نے گناہ کئے تھے...... واقعی میں نے حرام و حلال کی تمیز چھوڑ دی تھی...... اگر میں اس وقت یہ سوچ لیتا کہ یہ حسین عورت میرے پاس آئی ہے اور اس نے اپنی تمام زندگی مجھے

دی ہے آخر کیوں...... اس کی وجہ کیا ہے؟ یقینی طور پر یہ گناہ تھا...... گناہ اور ثواب کا تعین
چاہیئے تھا مجھے...... پھر میں وہاں سے چل پڑا اور ساری رات چلتا رہا...... پھر جب صبح کی
ی نمودار ہوئی تو مجھے کہیں دور سے سنکھ بجنے کی آواز سنائی دی...... اس کے ساتھ ہی
کا گھنٹہ بھی بار بار بجنے لگا...... صرف یہ سوچ کر کہ کسی آبادی کے آثار ہیں...... میں اس
ب بڑھنے لگا...... پھر تھوڑی دیر کے بعد مندر کے اس دروازے پر پہنچ گیا جہاں ایک
اوپری بدن سے برہنہ، گلے میں ایک عجیب سی چیز پہنے ہوئے گھٹے ہوئے سر کے ساتھ
دیکھ رہا تھا...... وہ عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے
ے پر ایک شوخ سا تاثر پھیلا ہوا ہے۔

"ہاں پکڑ لیا نا...... میں نے چونک کر حیران نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا"۔

"کیا پکڑ لیا"۔

"اب بنو مت...... ارے بھائی کم از کم اتنا تو دیکھ لینا چاہئے کہ نقصان کسے پہنچا رہے ہو"۔

"کیسا نقصان"۔

"معلوم ہے...... معلوم ہے بہت دن سے تم ہماری گائے کی تاک میں ہو اور ہم...... ہم
اری تاک میں"۔

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے...... میں نے کہا"۔

"صحیح فہمی ہو رہی ہے...... ارے بھیا ایک گیکیا ہے ہماری...... ارے غریب آدمی
...... اس گیکیا کے علاوہ اس سنسار میں ہمارا اور کوئی بھی نہیں ہے...... اسی پر اپنا جیون بتا
ہے ہیں...... پانچ، سات سیر دودھ بیچ لیتے ہیں...... بھیا گاڑی چل جاتی ہے...... ارے کیا کرو
تم اسے لے جا کر...... اونے پونے بیچ دو گے کسی کے ہاتھوں...... پر تم یہ سوچو کہ دھنی
کا کیا ہوگا...... ایک تو ہمیں اپنے ماتا پتا پر غصہ آتا ہے...... بھائی اگر تم بھینسے چلاؤ ہو تو اپنے
ں کا نام دولت رام کیوں رکھ لیتے ہو...... ہیں مذاق اڑاتے ہو اپنی اولاد کا...... پتا جی کے پاس
نے کو چارپائی نہیں تھی...... نام رکھ دیا ہمارا دھنی رام...... اب لوگ جو ہیں وہ تو سوچے ہی
ا کہ دھنی رام کے پاس دھن ہوگا...... ارے بھیا کیا بتائیں...... یہ گیکیا ہے نا جسے تم چھ دن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے لے جانے کے چکر میں ہو...... بس سمجھ لو جب تک یہ جیتی ہے...... جب تک یہ ہمارے پاس ہم...... ہم جیتے ہیں...... یہ گئی تو سمجھ لو کہ دھنی رام بھی گئے"۔

"مگر دھنی رام میں نے تو تمہاری گائے کو دیکھا بھی نہیں ہے"۔

"تو تم یہاں کیا پوجا کرنے آتے ہو چھ دن سے" اس نے کہا۔

"میں تو آج پہلے ہی دن آیا ہوں"۔

"کیا مطلب تم چور نمبر دو ہو؟"۔

"چور نمبر ایک بھی نہیں ہوں میں...... آپ اگر میری بے عزتی کرنا چاہتے ہیں تو الگ بات ہے"۔

"ہرے رام...... ہرے رام...... ہرے رام...... ارے بھیا ہم نے تو اپنی بے عزتی بھی نہیں کی کبھی...... تمہاری کیا کریں گے...... ویسے ہم بھجن بھی گاتے ہیں...... بھجن سنائیں تمہیں...... ارے بیٹھو اب ہم سے بھول ہو گئی تو ہم کیا کریں"۔

"جی آپ حکم دیتے ہیں تو بیٹھ جاتا ہوں"۔

"ارے بھگوان تمہارا بھلا کرے اس سنسار میں کوئی ہمارا حکم ماننے والا بھی ہے"۔

"کیوں نہیں ہے؟"۔

"ارے کیا بات کرے ہو بھیا...... کچھ لوگ حکم چند پیدا ہوتے ہیں اور کچھ بس نام کے دھنی رام ہیں تو ہم بھجن سنائیں تمہیں...... آؤ اندر آؤ...... گییا کا دودھ پلائیں گے تمہیں...... ارے چھ دن سے ہم سو نہیں سکے...... آؤ نا...... اس نے کہا اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر لے جا کر ایک جگہ بٹھا دیا...... پھر میرے سامنے پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"ابھی ہم تمہیں گییا کا دودھ پلائیں گے...... بھجن تو یوں سمجھ لو ہمارے پتا جی گایا کرتے تھے...... بھگوان کو پیارے ہو گئے بس اس کے بعد تو بھجن ہی ختم ہو گیا"۔

"بھجن ختم ہو گیا؟"۔

"تو اور کیا...... جب اچھا گانے والا نہ ہو تو پھر بھجن کہاں رہتا ہے...... ٹھہرو ہم تمہیں سناتے ہیں...... میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا...... سیدھا سادہ معصوم سا آدمی معلوم ہوتا تھا

پھر اس نے کہا"۔

"ہم تمہیں بھجن سنانے والے ہیں اور ایک بات کہیں تم سے؟" اگر وہ آ گئی اور اس نے تمہیں بہکایا تو تم اس کے بہکائے میں مت آنا"۔

"کون؟"۔

"دیوکی"۔

"وہ کون ہے؟"۔

"ویسے تو وہ ہماری دھرم پتنی ہے...... پر دھنی رام کے پاس دھن نہ ہونے سے وہ دھرم ہی دھرم رہ گئی ہے...... پتنی نہیں رہی ہے...... جانتے ہو کیا کہتی ہے ہماری آواز کے بارے میں؟"۔

"کیا کہتی ہے...... میں نے کہا؟" اور اسی وقت گائے کے بولنے کی آواز سنائی دی اور دھنی رام چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ہم سمجھے وہ آ گئی"۔

"کیا مطلب؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دونوں سسریوں کی ایک جیسی آوازیں ہیں...... پر جانتے ہو وہ ہم سے کیا کہتی ہے؟"۔

"ہم تو نہیں جانتے...... ابھی تک بتایا ہی نہیں آپ نے دھنی رام جی"۔

"کہتی ہے ہماری اور اس گییا کی آواز میں کوئی فرق نہیں ہے"۔

"اوہو اچھا...... میں نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑا اور کچھ نہیں تو کم از کم یہاں آ کر بہت عرصے کے بعد ہنسنے کا موقع ملا تھا جبکہ ہنسی تو چھن ہی گئی تھی"۔

"ہم تمہیں ابھی سناتے ہیں پھر ذرا دیوکی کو بتانا کیسا بھجن گاتے ہیں ہم"۔

میں نے ایک نگاہ چاروں طرف ڈالی...... چھوٹا سا مکان تھا بڑا سا دروازہ...... اس چھوٹے سے احاطے کے ایک گوشے میں سفید اور کالے رنگ کی ایک گائے بندھی ہوئی تھی...... جس کے آگے کھانے پینے کا سامان پڑا ہوا تھا...... ایک طرف بانوں سے بنی ہوئی جھلنگا چارپائی جو بیٹھنے کے لئے تھی اور اسی پر دھنی رام جی نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا تھا...... خود

وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا بھجن شروع کر دیا...... کافی زوردار آواز میں گا رہے تھے...... کیا گا رہے تھے یہ تو میں نہیں سمجھ پایا تھا، لیکن آواز واقعی بڑی خراب تھی...... انہوں نے دو چار بول ہی آلاپے ہوں گے کہ گائے کی آواز پھر سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ایک اور کھرکھراتی آواز"۔

"ستیاناس جائے تمہارا دھنی رام جی...... حلق میں کیڑے پڑ جائیں...... دو دو انچ لمبے...... صبح ہی صبح گائے کو ڈرانا شروع کر دیتے ہو...... روز دودھ کم ہوتا جا رہا ہے اس کا...... ارے دودھ کیسے دے گی...... صبح ہی صبح سارا خون تو خشک کر دیتے ہو اس کا...... میں کہتی ہوں چپ ہوتے ہو کہ نہیں...... آواز بری طرح جھلائی ہوئی تھی...... دھنی رام جی دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولے"۔

"دو...... دو...... دو...... دو...... دو...... دو انچ لمبے...... بھیا یہ کیڑے کچھ چھوٹے نہیں ہو سکتے"۔

میرا ہنستے ہنستے برا حال ہوا جا رہا تھا...... مزے کے لوگ تھے...... پھر میں نے دیوی کو دیکھا...... گائے سے تھوڑی ہی چھوٹی تھیں یا ہو سکتا ہے وزن میں دونوں برابر ہوں...... ڈیزائن البتہ تبدیل تھا...... باہر نکلیں اور گائے ہی کی آواز میں بولیں"۔

"میں کہتی ہوں کہ تمہاری کھوپڑی بالکل ہی خراب ہو گئی ہے کیا...... پھر انہوں نے میری طرف دیکھا اور بولی"۔

"ہرے لے...... ہرے لے تو کہاں سے آ گیا بھیا" کرائے پر لائے ہیں یہ تجھے یا کوئی لالچ دے کر لائے ہیں...... کئی دفعہ ایسے لوگوں کو پکڑ لیتے ہیں جو ان کا بھجن سننے پر اس بات کے لئے آمادہ ہو جائے کہ سیر آدھ سیر دودھ انہیں مل جائے...... دیکھ بھیا دودھ نہیں دیں گے ہم تجھے سن لے"۔

"ارے کیا کر رہی ہو...... کیا فضول باتیں کر رہی ہو...... اس بیچارے نے دودھ مانگا کب ہے"۔

"دیوی جی میں ایک مسافر ہوں...... بس ایسے ہی دھنی رام جی نے محبت سے پکارا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ر آ گیا"۔

"بات تو سنو دیوی جی...... میں نے شروع کیا تھا بھجن...... بے چارہ ادھر سے گزر رہا ...... بھجن سن کر کھڑا ہو گیا...... کہنے لگا کہ اتنا سندر گاتے ہو تم دھنی رام جی کہ پاؤں آگے تے ہی نہیں ہیں...... دیکھو کیا حال ہو گیا ہے بیچارے کا بھجن سن کر"۔

"وہ تو ہونا ہی تھا تمہارا بھجن سن کر" گائے برداشت نہیں کر پاتی...... تو یہ بیچارہ تو ولی سا آدمی ہے مگر میں اب تمہیں ٹھیک کر کے ہی رہوں گی...... دیوی جی اِدھر اُدھر نے لگیں تو دھنی رام جی آگے بڑھ کر بولے۔

"ارے سنو...... سنو تو صحیح...... سنو تو صحیح ان کا کیا دوش ہے...... اب تم سمجھو یا نہ ھو...... ویسے میں کہوں گھر کی بات گھر تک ہی رہنی چاہئے...... بے چارہ باہر سے آیا ہے کیا چے گا ہمارے بارے میں...... ویسے ہم تمہیں بتائیں بھیا...... ارے ہاں نام کیا ہے ارا...... ویسے بڑے سندر ہو...... ہم تو سندر ہی کہیں گے تمہیں...... تو سندر بھیا بات اصل یہ ہے کہ کہنے کو تو یہ ہماری دھرم پتنی ہے...... لیکن ہم سے پوچھو تو یہ ہمارے دھرم پتی ں...... پرنام کرلو نہیں...... پرنام کرلو"۔

"سنو کون ہو تم اور کیوں آئے ہو یہاں؟"۔

"میں نے کہا نا دیوی جی بس مسافر ہوں...... بستی میں داخل ہوا تھا...... دھنی رام جی ہی ر آ گئے"۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"۔

"ہم نے کہا نا سندر...... سندر دھنی رام بولے"۔

"تم چپ رہو"۔

"ارے کیا چپ رہیں...... صورت سے تمہیں نہیں لگتے یہ سندر" ویسے ایک بات کہیں کی...... بھگوان کا اپمان کر رہی ہو...... بھگوان کا کہنا ہے کہ صبح ہی صبح جو تمہارے گھر میں ئے وہ مہمان نہیں بھگوان ہی ہوتا ہے اور تم بھگوان کے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہو"۔

"میں نے تو اس کے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا تھا تم جو سلوک اس کے ساتھ کر رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو...... کیا وہ اچھا ہے؟"۔

"ارے لو ہم نے کیا سلوک کیا؟"۔

"صبح ہی صبح اپنی منحوس آواز میں بھجن سنا رہے ہو"۔

"بس اب کیا کہیں تم سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا...... بھیا یہ دیوی جو ہے نا وہ دیوی نہیں ہے...... یہ دیونی ہے...... تم نے دیکھا ایک ہاتھ کسی کو پڑ جائے تو بھگوان کی سوگند گھنٹوں بیٹھا گال سہلائے وہ تو کبھی کبھی میری دھونس میں آجاتی ہے...... پر کبھی کبھی ہی ایسا ہوتا ہے...... اس نے مدھم لہجے میں کہا"۔

"ٹھیک ہے دھنی رام جی میں جا رہا ہوں...... بس میں نے کہا نا جان بوجھ کر آپ کے پاس نہیں آیا تھا...... میں نہیں چاہتا کہ دیوی بھاوج کو کوئی تکلیف ہو"۔

"ارے سنو سنو...... کیا کہا تم نے...... بھاوج"۔

"دھنی رام جی کو بھیا کہا ہے اور انہوں نے مجھے بھیا کہا ہے تو آپ کو بھاوج ہی کہوں گا" اچھا میں نے واپسی کے لئے قدم بڑھائے تو دیوی رانی اپنے تھلتھلاتے بدن کو تھلتھلاتی ہوئی میری طرف دوڑیں اور بولیں"۔

"لو جیون میں پہلی بار یہ لفظ سنا ہے...... یعنی بھاوج...... بھر جائی...... سارا جیون حسرت رہی پر دھنی رام کے ماتا پتا دھنی رام ہی کی طرح نکلے تھے، دھنی رام کو پیدا کر کے بس یہ سوچ لیا کہ سنسار کے سارے کام کر ڈالے...... اس کے بعد ایسے چپ ہو کر بیٹھے کہ چوہے کا بچہ تک نہ پیدا کیا اور چھوڑ گئے...... میرے لئے ایک دھنی رام جی کو"۔

"سنتے رہو سنتے رہو" تھوڑی دیر سنائے گی اور اس کے بعد موم ہو جائے گی...... پتہ ہے جب ہمارے درمیان پریم کہانی ہوتی ہے تو میں اسے کیا کہتا ہوں"۔

"کیا کہتے ہیں دھنی رام جی"۔

"موم کی دیوی"۔

"بس بس چپ رہو...... فضول باتیں مت کرو...... آؤ بھیا جی بیٹھو ہم تمہارے لئے دودھ چاول لے کر آتے ہیں، چاول ابالے ہیں...... صبح کا بھوجن کر لو...... بیٹھو بیٹھو اور

سنو تم جانے مت دینا انہیں"۔

"ارے یہ کہاں جائیں گے"۔

"چلے جائیں گے"۔

"کیوں چلے جائیں گے"۔

"اگر تم نے انہیں ایک بھجن اور سنا دیا تو...... دیوی نے کہا اور تھلتھلاتی ہوئی اندر چلی گئی...... میں سچ مچ بے اختیار ہنس دیا اور ان دو افراد نے نجانے میری کب کی ذہنی تھکن اتار دی تھی"۔

......☆......

بس یہی کہنا چاہیئے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے...... دھنی رام جی سے میرا کیا کام...... یہ دونوں میاں بیوی ایسے انوکھے ایسے پیارے تھے کہ دل چاہتا تھا کہ ان کے پاس کچھ وقت رک جاؤں...... اتنا ہنسایا تھا انہوں نے مجھے کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی پریشانیاں بھول گیا تھا اور اس کے بعد انہوں نے اتنا اسرار کر کے مجھے اپنے ساتھ روکا کہ منع نہیں کر سکا...... یہ بات تو میں جانتا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور یہ ہندو...... دودھ کے گلاس تک تو بات ٹھیک ہے لیکن اس سے آگے مشکل ہو جائے گی...... جبکہ دھنی رام جی نے اپنے ہی طور پر میرا نام سندر رکھ دیا تھا...... اور ایسے سادہ لوح انسان تھے کہ اس کے بعد مجھ سے میرا نام بھی نہیں پوچھا...... بہر حال میں ان کا ممنون کرم تھا...... دھنی رام جی کے گھر کے سامنے بڑا وسیع میدان بکھرا ہوا تھا...... گھر سے کوئی بیس گز کے فاصلے پر پیپل کا ایک بڑا درخت لگا ہوا تھا جس کے تنے کا آدھا حصہ دھنی رام جی کی دھرم پتنی نے چونے سے پوتا ہوا تھا...... اور باقی لال رنگ کی کسی مٹی سے، نیچے پتھر کے کچھ بت رکھے ہوئے تھے...... بہر حال یہ ان کا مسئلہ تھا...... جگہ بڑی صاف ستھری تھی...... دھنی رام جی کے ساتھ پورا دن ہی گزرا تھا اور میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پورے دن ہی ہنستا رہا تھا...... دونوں میاں بیوی بڑے مزے کے لوگ تھے...... دھنی رام جی نے مجھ سے کہا۔

"بھیا جی...... ایک بات کہیں برا تو نہیں مانو گے"۔

"نہیں دھنی رام جی...... آپ کی کسی بھی بات کا برا نہیں مانوں گا"۔

"دیکھو...... یہاں گھر میں گییا کے گوبر کی بدبو پھیلی ہوئی ہے...... نیند نہیں آئے گی تمہیں...... درخت کے نیچے چارپائی بچھائے دیتے ہیں...... ایسی مزے کی نیند آئے گی کہ بس جیون کا مزا آ جائے گا"۔

"میں تو آپ سے خود یہی کہنے والا تھا دھنی رام جی"۔

"ارے تو بھیا پھر کہہ کیوں نہیں دیا...... وہ تمہاری بھرجائی لڑ رہی ہے ہم سے...... کہتی ہے کہ مہمانوں کے ساتھ یہ سلوک کرو گے...... بھگوان کے ہاں کیا جواب دو گے"۔

ارے بھیا بھگوان کے ہاں جواب تو ہے ہمارے پاس...... کہہ دیں گے بھگوان جی گھر میں ایک ہی تو کمرہ تھا اور بیس فٹ کی دھرم پتنی اب بتاؤ کہاں سلاتے"۔

"نہیں دھنی رام جی...... درخت کے نیچے مجھے بہت مزا آئے گا" اور واقعی درخت کے نیچے جو مزا آیا اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا...... چارپائی، چارپائی کے اوپر دری...... تکیہ اور ایک چادر...... کبھی کبھی انسان کو کوئی چھوٹی موٹی چیز بھی دنیا کی سب سے قیمتی چیز محسوس ہوتی ہے اور اس وقت میری یہی کیفیت تھی۔

میں چارپائی پر لیٹ گیا اور اس کے بعد ماضی کی پن چکی میرے ذہن میں گھرر گھرر کرنے لگی...... لوگ نجانے کیسے کیسے انداز میں زندگی گزارتے ہیں...... میری زندگی کیسے انداز میں گزری تھی...... گریجویشن کرنے کے بعد ماں کو یہ خوشخبری سنانے آیا تھا کہ ماں میں پاس ہو گیا...... نظریہ یہی تھا زندگی کا یہ گریجویشن مکمل کر لوں اس کے بعد نوکری کروں گا...... ماں بیٹے چین کی بنسی بجائیں گے...... ماں کو اگر شوق ہوا تو شادی وادی کر دے گی میری...... بات ختم ہو جائے گی، لیکن بات ختم نہیں ہوئی تھی...... پہلی بات تو یہ کہ بی اے کی منحوس ڈگری کے ساتھ ہی ماں چل بسی تھی...... گویا دونوں میں سے ایک چیز کو میرے پاس

رہنا تھا...... بی اے کی ڈگری یا ماں...... بی اے کی ڈگری کو تو میں نے لعنت ہی بھیج دی تھی...... بس نتیجہ نکلنے کے بعد اس نتیجے سے میں ہمیشہ کے لئے بے خبر ہو گیا تھا اور پھر جو مصیبتوں کا دور شروع ہوا تو بات یہاں تک پہنچ گئی...... لیکن ایک بات ضرور تھی...... انسان کبھی کبھی کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو بہت اچھا انسان ہوتا ہے، لیکن لاتعداد پریشانیوں میں گھرا...... دکھ ہوتا ہے اس پر...... البتہ اگر کبھی اس کے ماضی اور اس کے کردار پر نظر ڈالی جائے تو آپ یقین کریں کہ اس میں اپنی زندگی کی کوتاہیوں اور غلطیوں کا زیادہ دخل نکلے گا...... اور وہ بلاشبہ ایسی ہی کیفیتوں کا شکار نظر آئے گا...... میں اپنی بات کر رہا ہوں۔

سارے عمل اپنی جگہ، لیکن ان بزرگ نے کیا خوب بات کہی تھی کہ اپنے اعمال نہیں دیکھتے...... زندگی کے ان راستوں کو نہیں پہچانتے جو متعین کئے گئے ہیں...... انسان کی زندگی کے سفر کے لئے...... کیا تم سے پہلے کے لوگ بے وقوف تھے...... تمہارے ساتھ چلنے والے بے وقوف ہیں اور جو تمہارے ساتھ چلیں گے وہ دیوانے ہیں...... حرام و حلال کی تمیز ہونی چاہئے کسی عورت کو دیکھ کر عورت سمجھ لینا اور وہ لوازمات پورے نہ کرنا جو دین مذہب نے متعین کئے ہیں کیا ایک ناجائز عمل ہے...... ناجائز عمل کے بعد تمہارے اپنے تمہیں معاف نہیں کر سکتے تو کیا تمہارا خالق تمہیں معاف کر سکے گا...... جس نے تمہاری تخلیق کی ہے اور تمہیں کچھ احکامات دیئے ہیں...... ہاں غلطی تو ہے...... غلطی میری ہی ہے...... اب بات کفارے کی رہ جاتی ہے تو کرتے رہو ادا کفارہ...... قبولیت کے وقت سے پہلے تو کچھ نہیں ہو گا...... چاہے کتنا ہی کچھ کر لو...... انہی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک پیپل کے درخت کے پتوں سے ایک عجیب سی روشنی جھلکنے لگی...... اس بات کے امکانات ہو سکتے تھے کہ آسمان پر چاند نکل آیا ہو اور اس وقت پیپل کے عین اوپر ہو...... لیکن چاند کی روشنی ست رنگی کیسے ہو گئی...... ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا...... وہم ہے...... خواب ہے یا حقیقت...... لیکن روشنی کی ان کرنوں کو جب اپنے ہاتھوں پر چھوا اور مختلف رنگوں کو قریب سے دیکھا تو حیران ہو گیا...... سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چاند کی روشنی میں اتنے رنگ کیسے نمودار ہو گئے۔

لیکن روشنی چاند کی نہیں تھی...... جو منظر آنکھوں کے سامنے اترا تھا وہ ناقابل یقین تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سات حسین لڑکیاں...... ساتوں کی ساتوں اپنے ہاتھوں میں ساز اٹھائے...... ہر ایک کے بد
سے روشنی کا ایک رنگ پھوٹتا ہوا...... فضاء سے نیچے اتر رہی تھیں اور اس کے بعد وہ میر
چارپائی کے اطراف میں کھڑی ہو گئیں...... یہ منظر اگر کوئی فلمساز بھی فلمانے کی کوشش
کرے تو شاید اتنے حسن...... اتنی خوبصورتی کے ساتھ اسے نہ فلما سکے...... روشنیاں میرے
وجود کا احاطہ کئے ہوئے تھیں...... اس کے بعد وہ میرے گرد رقصاں ہو گئیں...... ان کے
جسموں سے پھوٹنے والے رنگ میرے چاروں طرف بکھر رہے تھے اور اس کے ساتھ
ساتھ ہی ان کے سازوں سے ایک نغمہ بلند ہونے لگا تھا...... مجھ پر دیوانگی طاری ہونے لگی۔

یہ سحر انگیز لمحات ناقابل یقین تھے اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب ک
ہے...... دُور دُور تک نگاہیں دوڑائیں...... سب کچھ گم ہو چکا تھا...... سارا ماحول گم ہو گیا تھا
آسمان سے اترنے والی اپسرائیں میرے گرد رقص کر رہی تھیں اور روشنیاں مجھے ہپناٹا
کر رہی تھیں...... ان کے سروں سے نکلنے والی آوازیں میرے ذہن کو اپنی گرفت میں لے
رہی تھیں اور پھر رقص تیز ہوتا چلا گیا...... یہ انتہائی ہیجانی لمحات تھے...... میں نے چارپائی کے
دونوں سرے مضبوطی سے پکڑ لئے اور دانتوں کو ایک دوسرے پر بھینچ کر آنکھیں پھاڑ
انہیں دیکھنے لگا...... پھر یوں لگا جیسے وہ سب کانچ کی گڑیوں کی طرح چھنچھنا کر ٹوٹ گ
ہوں...... سفید سفید دھواں فضا میں خارج ہو رہا تھا...... جہاں جہاں وہ گری تھیں وہاں سے
دھواں خارج ہو رہا تھا...... دھوئیں کا حجم بڑھتا چلا گیا میں اس طلسم میں نجانے کتنی دیر گرف
رہا اور جب دھواں ختم ہوا تو میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے آنکھیں پھاڑ پھ
کر چاروں طرف دیکھا...... وہ غائب ہو چکی تھیں، لیکن زمین پر بہت سے کالے کالے ڈ
رکھے ہوئے نظر آرہے تھے...... یہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تھے...... سب کچھ ناقابل یقی
تھا لیکن میں انہیں دیکھ رہا تھا۔

پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا...... جیسے ہی میں اٹھا...... وہ سب کے سب اٹھ کھڑے
ہوئے...... تب میں نے انہیں دیکھا...... چار چار فٹ کے بونے تھے...... بالکل کالے رنگ
کے...... زبانیں باہر نکلی ہوئی تھیں...... آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں...... میں اپنے بدن پ

ن کو جتے ہوئے محسوس کرنے لگا...... شدید خوف تھا ان سے مجھے...... میں ایک قدم پیچھے
ا...... تو وہ سب ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا طلسم ہے...... میں نے انہیں غور سے دیکھا......
ن کی قطاریں کی قطاریں تھیں اور میرے بدن میں خون کی گردش رکنے لگی...... آہ وہ انسان
نہیں تھے...... لاتعداد بھیانک صورتوں کے مالک...... چھوٹے چھوٹے قد کے بونے...... پتلی
پتلی ٹانگیں...... سوکھے ہاتھ...... گنجے سر...... بڑی بڑی کھوپڑیاں...... میرے قدم وہاں نہ
رک سکے...... دہشت کے عالم میں پلٹا اور بھاگنا شروع کر دیا...... لیکن کیا کرتا جیسے ہی میں
بھاگا وہ سب میرے پیچھے دوڑ پڑے تھے...... میں جان کی بازی لگا کر بھاگنے لگا تو انہوں نے
بھی دوڑنا شروع کر دیا...... ان کے قدموں کی دھمک اور ہولناک آوازیں میرے پیچھے میرا
تعاقب کر رہی تھیں...... میں بری طرح دوڑتا رہا...... سب کچھ بھول گیا تھا...... نجانے کیوں
بے پناہ خوف میرے دل میں جاگزیں تھا میں دوڑتا رہا اور وہ میرا پیچھا کرتے رہے...... وہ چیخ
رہے تھے...... کچھ کہہ بھی رہے تھے، لیکن ان کی آوازیں میری سمجھ میں نہیں آرہی
تھیں...... میں نجانے کتنی دور تک دوڑتا رہا...... پتہ نہیں کتنا فاصلہ میں نے طے کیا اور ایک
بار پھر میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک کھنڈر بھی بنا ہوا تھا...... میں نے اس کھنڈر کے
دروازے کو دیکھا اور میں نے سوچا کہ اب مجھے جان بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی
چاہئے...... چنانچہ میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا کھنڈر کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا
اور اس کے بعد چھ یا سات سیڑھیاں چڑھ کر اس چبوترے پر پہنچ گیا جو آگے ایک دالان میں
کھلتا تھا...... چبوترہ وسیع و عریض تھا...... اس سے آگے دالان تھے...... در نظر آرہے تھے......
میں درمیان والے در سے اندر داخل ہوا اور دوسرے لمحے میرے قدم رُک گئے...... میں
خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا ہو کر وحشت زدہ انداز میں عقب میں دیکھنے لگا...... وہ اس کمرے
میں داخل نہیں ہوئے تھے...... لیکن کھنڈر کے باہر میں ان کا مجمع دیکھ رہا تھا اور اس کے بعد
میری نگاہ پیچھے کی جانب اٹھی اور دوسرے لمحے میرے حلق سے ایک دہشت زدہ آواز نکل
گئی...... ایک بڑا سا تخت بچھا ہوا تھا اور تخت پر ایک حسین و جمیل شخصیت پالتی مارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹھی ہوئی تھی...... اس کے اردگرد روشنی کے ہالے تھے...... میں اسے گھورنے لگا...... ایک لمحے کے اندر اندر میں نے پہچان لیا تھا...... وہ یقینی طور پر سیپ ہی تھی...... آہ وہی بدروح جس نے میری زندگی کو انوکھے رنگ بخش دیئے تھے...... میں سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا اور اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی...... وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کی مسکراہٹ میں فتح مندی کے آثار تھے...... ایک لمحے کے لئے تو میرے دل میں نفرت کا ایک احساس پیدا ہوا...... دل چاہا کہ آگے بڑھ کر اسے دانتوں سے ادھیڑ کر رکھ دوں...... زندگی ختم کردوں اس کی...... ایسا کردوں جو وہ سوچ بھی نہ سکتی ہو...... میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا...... پھر اس کی ترنم بھری آواز ابھری۔

"آجاؤ...... اندر آجاؤ...... پریشانی کی کیا بات ہے...... ہم دونوں کا ساتھ اتنا کم تو نہیں رہا ہے کہ تم مجھ سے ڈرو...... آجاؤ"۔

میں نے کچھ لمحے کے لئے سوچا اور پھر میرے اندر ایک عجیب سی نفرت کی لہر بیدار ہوگئی...... کیا ہو رہا ہے یہ سب کچھ...... کیا ہو رہا ہے...... میں اس کے ہاتھوں شکست در شکست کھا رہا ہوں...... ایسا نہیں ہونا چاہئے...... ایسا نہیں ہونا چاہئے...... اس کے بعد میرے اندر ایک عجیب سا جذبہ بیدار ہوگیا...... اپنے سینے میں نفرتوں کا طوفان سجائے میں آگے بڑھا اور اس کے بالکل سامنے پہنچ گیا...... اندر سے جو احساس دل میں ابھر رہا تھا وہ یہ تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے...... اس نے گھور کر مجھے دیکھا اور میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

کچھ لمحے ہم دونوں کے درمیان نگاہیں ملی رہیں اور پھر اچانک ہی اس کے اندر کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی...... وہ پہلو بدلنے لگی تھی...... میں سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا...... دل میں نفرت کا طوفان تھا لیکن عقل کی بات یہی تھی کہ اس نفرت کو سینے میں دبائے...... ہمت سے کام لوں...... اور صورت حال سے موقع کی نزاکت کے مطابق نمٹنے کی کوشش کروں...... وہ آہستہ سے بولی۔

"اگر میں تجھ سے اپنے بارے میں پوچھوں تو کیا تو مجھے اپنے جذبات سے آگاہ کرنا پسند کرے گا"۔

"ہاں" میں نے جواب دیا اور آگے بڑھ کر اس کے چہرے پر تھوک دیا۔

......☆......

"کرم پریوگتا...... جنم کر بھواشنا یودھنا...... اس نے اپنے چہرے سے میرا تھوک صاف کرتے ہوئے کہا۔

"اور کچھ...... میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"افسوس وہ نہ ہوا جو میں چاہتی تھی"۔

"ہاں...... وہ کبھی نہیں ہوسکتا جو تو چاہتی ہے"۔

"کیوں...... آخر کیوں"۔

"اس لئے کہ تو نے ایک غلط آدمی کا انتخاب کیا تھا"۔

"کیسے؟"۔

"میرے بارے میں کیا جانتی ہے...... میں نے بے خوفی سے کہا"۔

"وہ سب کچھ جو تو ہے"۔

"مجھے بھی بتا"۔

"ایک ایسا...... جس کے پاس اس سنسار میں کچھ بھی نہیں تھا...... جو ریل کے اسٹیشن پر بے یار و مددگار پڑا ہوا تھا...... جس کا اس سنسار میں پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔

"اور...... میں نے مسکرا کر پوچھا"۔

"جو سر پر بوجھ اٹھا کر دو وقت کی روٹی حاصل کرتا تھا"۔

"اور......!"

"اور وہ جسے میں نے سنسار کے سارے سکھ دیئے"۔

"ایک بات اور بتا سیپ...... ایسا تو نے کیوں کیا"۔

"آج یہی بتانے کے لئے میں نے تجھے بلایا ہے"۔

"آج میں بھی تیرے اندر کی تمام باتیں جان لینا چاہتا ہوں"۔

"میں یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہتی تھی جس کے لئے تو نے مجھے مجبور کر دیا ہے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"میں تو تجھے امر شکتی دے کر...... کریا بھوج کنڈ لے جانا چاہتی تھی"۔

"یہ کونسی جگہ ہے"۔

"لاکھوں سال پہلے کی جگہ جہاں ہم رہتے تھے"۔

"ہم...... یعنی"۔

"میں...... اور تو"۔

"میں بھی...... میں نے کہا اور ہنس پڑا"۔

"ہنس رہا ہے...... خون کے آنسوؤں روئے گا ابھی"۔

"کبھی نہیں روؤں گا"۔

"یہ تو آنے والا سمے بتائے گا"۔

"تو ہندو ہے...... میں نے سوال کیا"۔

"ہاں"۔

"کیا نام ہے تیرا"۔

"سنجوگتا...... اس نے جواب دیا...... اور میرے ذہن میں دھماکہ سا ہوا...... مجھے وہ کتاب یاد آگئی جو ادھوری رہ گئی تھی...... اس کتاب میں سنجوگتا کی پوری کہانی تھی...... میرے کچھ بولنے سے پہلے وہ بولی...... میں جانتی ہوں کہ تو میری جنم پتری پڑھ چکا ہے...... مجھے معلوم ہے۔

"وہ تیری جنم پتری تھی"۔

"ہاں"

"تو سنجوگتا ہے"۔

"ہاں...... وہ ابھاگن میں ہی ہوں"۔

"کیا بکواس کر رہی ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اور تو جانتا ہے...... تو کون ہے"۔

"بھلا کون ہوں میں"۔

"تم...... تم نندراج ہو...... اس نے کہا اور میرے منہ سے قہقہہ نکل گیا...... لیکن وہ سنجیدہ رہی تھی...... اس کی آنکھیں خوفناک ہوتی جا رہی تھیں"۔

"پرتھوی کا سفر چار یگوں پر ہوتا ہے...... کل یگ...... ست یگ...... ترتیا یگ...... دوہرا یگ...... بھگوان نے سب سے پہلے پانچ عناصر پیدا کیے...... مٹی...... پانی...... آگ...... ہوا...... آکاش...... اور آکاش پر بکھرے ہوئے ستارے وہ ہیں جو سنسار میں اچھے کام کر کے گئے اور امر ہو گئے...... پھر وہ سب اپنی باری پر دھرتی پر آئیں گے اور کرموں کا پھل پائیں گے...... آکاش سے جب کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے تو ایک یوگ اپنے یوگ میں آجاتا ہے...... جو کچھ اس نے سنسار میں کیا...... سنجوگتا کی کہانی تم نے دور تک پڑھ لی...... اس کے آخری پنے باقی رہ گئے ہیں تو ان آخری پنوں کی کہانی میں تمہیں سنائے دیتی ہوں اور اس صورت بھری شام کی صبح کبھی نہیں ہوئی، کیونکہ پتہ چل گیا کہ نندراج کو گرفتار کر لیا گیا ہے...... بھیل نے ارجن سے کہا"۔

"مگر اس کا جرم کیا ہے"۔

"پاگل ہو گیا ہے وہ"۔

"مگر کیسے"۔

"کہتا ہے اچھوت اور برہمن ایک ہی ذات ہیں...... انسانوں کی ایک ہی قسم ہے اور انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا...... جو انسانوں کی قسموں کو الگ کرتے ہیں وہ کائر ہیں...... جھوٹے ہیں...... تم ہی بتاؤ یہ کیسے ممکن ہے...... اچھوت اور برہمن ایک کیسے ہو سکتے ہیں اور جب ہمارا راجکمار ہی یہ بات کہے تو پھر تو یہ سب مشکل ہے"۔

"تو ہوا کیا......؟"۔

"مہاراج نے اسے گرفتار کر لیا ہے اب جو ہوگا سامنے آجائے گا اور پھر رانی درشنی کے سامنے ہی نندراج کو دربار میں پیش کیا گیا...... درباریوں کو مخاطب کر کے راجہ یدراج نے کہا"۔

"راجہ کا انصاف ہر شخص کے لئے ہوتا ہے...... چاہے وہ راج کمار ہو یا عام آدمی......

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نندراج بہک گیا ہے وہ اچھوتوں کے جادو کا شکار ہو گیا ہے اور اس کا فیصلہ کرنا ہے کہ خود نندراج اس بارے میں کیا کہتا ہے...... نندراج نے اس بات پر مسکرا کر کہا"۔

"میں نے کل جو کہا تھا وہ بھی سچ تھا اور آج جو کچھ کہہ رہا ہوں...... وہ بھی سچ ہے...... انسانوں اور جانوروں میں جو فرق ہے وہ ہمارے تمہارے سب کے سامنے ہے...... گدھے، گھوڑے، اونٹ، ہاتھی، سب مختلف شکلوں میں بنائے گئے ہیں کیونکہ بھگوان ان میں تمیز رکھنا چاہتا تھا...... انہیں الگ رکھنا چاہتا تھا...... لیکن انسان سب ایک جیسے ہیں...... دو ہاتھ...... دو پاؤں...... ایک چہرہ اور ایک ہی سوچ...... یہ صرف ان لوگوں کی چال ہے جو انسانوں کو ایک دوسرے سے الگ کرتے ہیں اور خود انسانوں پر ہی حکومت کرنا چاہتے ہیں...... مجھے بھگوان کی طرف سے یہ روشنی ملی ہے اور یہ روشنی مجھے سنسار میں سب سے زیادہ عزیز ہے...... اگر مہاراج یدراج نے مجھے معاف کر دیا اور میں راجہ بن گیا تو میرا سب سے پہلا کام یہی ہوگا کہ اپنی حکومت میں اچھوتوں کو شامل کروں اور ایک ایسی حکومت بناؤں جس میں انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا"۔

نندراج کی آواز پر سب منہ پھاڑ کر رہ گئے تھے اور بڑی دیر تک دربار پر گہرا سناٹا طاری رہا تھا...... پھر یدراج نے کہا۔

"ایسا کبھی نہیں ہوگا...... کبھی نہیں ہوگا" سمجھ رہے ہو...... ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

"پھر کیا کرنا چاہئے مہاراج؟"۔

"گھنشامی داس اس بارے میں بتا سکیں گے؟"۔

"ٹھیک ہے...... نندراج کو قید کر دیا جائے اور اس وقت تک قید رہنے دیا جائے جب تک کہ اس کے من سے وہ پاگل پن کی بات نہیں نکلتی" پھر نندراج کو پتھروں کے قید خانے میں قید کر دیا گیا...... اسے اپنی قید کی کوئی پرواہ نہیں تھی...... وہ تو بس یہ سوچ رہا تھا کہ اپنی سنجوگتا کی برادری کے لئے لڑ رہا ہے اور سنجوگتا کو اس سے فائدہ ہوگا۔

پھر جب رانی درشنی اس کے پاس پہنچی تو اس نے کہا۔

"کیسے ہو نندو"۔

"ٹھیک ہوں ماتا جی"۔

"میرے بیٹے تو نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا...... مجھے اپنے پتا کے سامنے ذلیل یوں کروایا"۔

"مجھے اس کا افسوس ہے ماتا جی"۔

"لیکن اب کیا ہوگا"۔

"کچھ نہیں...... میں قید رہوں گا اور اسی قید میں مر جاؤں گا...... لیکن آپ یاد رکھنا میں چھوتوں کی ہمدردی سے باز نہیں آؤں گا" رانی درشنی سسکنے لگی اور نندراج نے اپنا رخ بدل یا...... کئی دن ہو گئے تھے...... پھر اچانک ہی یوں ہوا کہ باہر سے ہلکا ہلکا شور سنائی دیا...... کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی تلواروں کی جھنکار بھی گونج اٹھی تھی...... رات کا سمے تھے...... نندراج سلاخوں والے دروازے کے قریب آگیا...... گہری تاریکی میں کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی...... لیکن شور کی آوازیں اونچی سے اونچی ہوتی جارہی تھیں...... پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں...... اس کے بعد روشنیاں لہراتی نظر آئیں...... یہ مشعلیں تھیں جو انسانی ہاتھوں میں تھیں...... مشعل بردار دوڑتے ہوئے اس طرف آرہے تھے جہاں نندراج موجود تھا...... نندراج سلاخوں والے دروازے کے پاس سے پیچھے ہٹ آیا اور پھر کوئی دروازے پر پہنچ گیا اور اس نے بھاری آواز میں کہا"۔

"کھولو...... اسے کھولو"۔

"مہاراج میرے پاس چابیاں نہیں ہیں...... مم...... میرے پاس چابیاں نہیں ہیں"۔

"دیکھ میں کہتا ہوں دروازہ کھول دے" خوفناک غراہٹ ابھری۔

"سس...... سرکار بھگوان کی سوگند میرے پاس چابیاں نہیں ہیں"۔

"تو پھر کس کے پاس ہیں"۔

"گوجر ناتھ کے پاس"۔

"یہ کون ہے"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"قید خانے کا محافظ سرکار"۔

"جا اسے تلاش کر کے لا...... اور سن کہیں غائب نہیں ہو جانا...... اگر تو نے کہیں بھاگنے کی کوشش کی تو یاد رکھ میرے اشارے پر تیری گردن کاٹ کر میرے قدموں میں رکھ دی جائے گی"۔

"میں نہیں بھاگوں گا سرکار"۔

"جا جلدی کر"۔

"اچھا سرکار" وہ کانپتا ہوا باہر نکل گیا...... نندراج یہ ساری گفتگو سن رہا تھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات بکھرے ہوئے تھے...... یہ کون لوگ ہیں؟ شاید اس کے ہمدرد...... اسے نکال کر لیجانے والے...... ایک لمحے کے لئے نندراج نے ان کے بارے میں سوچا اور فیصلہ کیا کہ اگر قید خانے سے باہر نکلنے کا موقع ملے گا تو وہ اسے ہاتھ سے نہیں جانے دے گا...... اور اس کے رہا کرانے والے اس کے ہمدرد ہوئے تو سب سے پہلے ان سے یہ بات کہے گا کہ اسے سنجوگتا سے ملا دیا جائے...... جس شخص کو چابیاں لینے کے لئے دوڑایا گیا تھا اس میں شاید اتنی ہمت نہیں تھی کہ حکم دینے والے کی حکم عدولی کر سکے...... تھوڑی دیر کے بعد وہ چابیوں کا گچھا لئے وہاں پہنچ گیا"۔

"گوجرناتھ تو مارا گیا سرکار...... میں اس کے لباس سے یہ گچھا نکال لایا ہوں"۔

"اچھا کیا تو نے...... خود مارے جانے سے بچ گیا" بھاری آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی قید خانے کا دروازہ کھل گیا...... مشعلوں کی روشنی قید خانے میں پھیل گئی اور نندراج کو دیکھ لیا گیا...... آنے والا ایک تنومند شخص تھا جس کا چہرہ رات کی تاریکی میں صاف نظر آ رہا تھا...... رات کی تاریکی میں اس کے دھندلے دھندلے نقوش نمایاں ہو گئے تھے...... لیکن نندراج اسے نہیں پہچانتا تھا...... دوسرے لمحے اس نے ایک زوردار نعرہ لگایا۔

"بولو...... نندراج کی جے" باہر سے آواز آئی اور پھر نندراج کی جے جے کار گونج رہی...... مشعل بردار نے مشعل نندراج کی طرف کی اور پھر نندراج کو دیکھتا ہوا بولا۔

"جے مہاراج...... ہم آپ کو لینے آئے ہیں"۔

"کون ہو تم؟"۔

"آپ کے سیوک آپ کے داس"۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"۔

"ارجن کہتے ہیں مجھے بھیل ارجن"۔

"بھیل ارجن" نندراج الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"جی مہاراج بھیل ارجن" آنے والے نے جواب دیا۔

"پرنت نام تو میں نے سنا ہوا ہے تمہارا"۔

"سنا ہو گا مہاراج" ارجن نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا اچھوتوں کی بستی سے آئے ہو؟"۔

"جی مہاراج"۔

"اوہ سمجھا...... تو تم مجھے راجہ یدراج سے آزاد کرانے آئے ہو"۔

"جی مہاراج اور آپ جلدی چلئے...... آپ کے سارے داس باہر آپ کے منتظر ہیں...... آپ نے میرا نام سنا ہو یا نہ سنا ہو...... میں آپ کو صرف اتنی سی بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ بھیل ارجن ان لوگوں میں سے ہے جو آپ کے ایک اشارے پر اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ کر آپ کے حوالے کر سکتے ہیں"۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں ارجن...... چلو میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں" نندراج نے کہا اور ارجن نے گردن جھکا دی...... اس نے مشعل اٹھائی اور نندراج کے ساتھ قید خانے سے باہر نکل آیا...... راستے میں جگہ جگہ محافظوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں پھلانگتا ہوا نندراج بالآخر کھلی فضا میں آ گیا۔

بادل گرج رہے تھے...... بجلی چمک رہی تھی...... لیکن ابھی بارش شروع نہیں ہوئی تھی...... باہر بہت سے گھوڑے موجود تھے جو تاریکی میں ہنہنا رہے تھے...... بہت سی مشعلیں روشن تھیں اور مشعلوں کی روشنی میں وہ لوگ عجیب محسوس ہو رہے تھے...... پھر انہوں نے نندراج کو ایک گھوڑا پیش کیا اور نندراج گھوڑے پر سوار ہو گیا...... پھر بھیل ارجن اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے وہاں سے آگے بڑھنے لگا۔

"کہاں جارہے ہو ارجن؟"۔

"دریاپار"۔

"اچھوتوں کی بستی کی جانب" نندراج نے خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں مہاراج"۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔اگر تم مجھ سے پوچھتے کہ میں کہاں چلوں گا تو میں وہیں کی فرمائش کرتا"۔

"مجھے معلوم ہے مہاراج" بھیل ارجن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا معلوم ہے؟"۔

"یہی کہ آپ کے من میں کیا ہے؟"۔

"واہ۔۔۔۔۔ بھلا تمہیں میرے من کی بات کیسے معلوم؟"۔

"من کی بات" بھیل ارجن تاریکی میں مسکرایا۔۔۔۔۔ یہ مسکراہٹ اس کی آواز سے بھی نمایاں تھی۔۔۔۔۔ "نندراج مہاراج آپ کے من کی بات بھلا کون نہیں جانتا۔۔۔۔۔ میں نے بھرے دربار میں آپ کی آواز سنی ہے۔۔۔۔۔ وہ آواز جس سے سچائی پھوٹ رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ آواز جس میں کوئی لاگ لپٹ نہیں تھی اور اس آواز نے مہاراج میرے خون کو اس قدر گرما دیا ہے کہ بھگوان کی سوگند میں آپ سے بیان نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ نندراج مہاراج آپ مہان ہیں۔۔۔۔۔ آپ بے حد مہان ہیں" بھیل ارجن نے جذباتی انداز میں کہا اور نندراج نے گہری سانس لی۔۔۔۔۔ تو وہ اس آواز کے بارے میں کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔ نندراج تو کسی اور ہی غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کرلی۔

تھوڑی دیر تک گھوڑے خاموشی سے دریا کی جانب بڑھتے رہے۔۔۔۔۔ نجانے یہاں سے دریا کا فاصلہ کتنا تھا۔۔۔۔۔ نندراج کو اس کا اندازہ نہیں تھا۔۔۔۔۔ لیکن بھیل ارجن اس راستے سے بخوبی واقف تھا اور اپنے ساتھیوں کے درمیان وہ نہایت اطمینان سے رات کا یہ سفر طے کر رہا تھا۔۔۔۔۔ خطرہ تھا تو صرف بارش کا کہ بارش نہ ہو جائے۔۔۔۔۔ حالانکہ یہ لوگ موم کے بنے ہوئے نہیں تھے کہ بارش سے ڈر جاتے، لیکن بھیل ارجن کے دل میں بس یہ احساس تھا کہ

راجکمار کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔۔۔۔۔ بادل گرجتے رہے۔۔۔۔۔ یہ وہ بادل تھے جو برستے نہیں۔۔۔۔۔ یوں وہ لوگ اپنا سفر طے کرتے رہے۔۔۔۔۔ کافی دور چلنے کے بعد نندراج نے پوچھا۔

"ارجن۔۔۔۔۔ تم نے اپنے بارے میں مجھے تفصیل سے کچھ نہیں بتایا"۔

"مہاراج نے شاید میرا نام سنا ہو۔۔۔۔۔ عرف عام میں ڈاکو کہلاتا ہوں، مگر مہاراج کی ریاست کا نہیں بلکہ پڑوس کی ایک ریاست کا"۔

"اوہ ہاں مجھے یاد آگیا۔۔۔۔۔ بھیل ارجن۔۔۔۔۔ ہاں تم ڈاکو کے نام سے مشہور ہو"۔

"ہاں مہاراج۔۔۔۔۔ اور آپ کو میرے ڈاکو ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوگی؟"۔

"ہاں شاید تم نے اچھوتوں کے لئے کوئی مہم چلائی ہے"۔

"جی مہاراج۔۔۔۔۔ اچھوت ہونے کے ناطے میرے اوپر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے گئے کہ بالآخر مجھے پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی"۔

"بھیل ارجن۔۔۔۔۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ یوں بھی تم اس وقت میرے داہنے بازو کی حیثیت رکھتے ہو"۔

"اور آپ ہمارے سر کے تاج ہیں مہاراج۔۔۔۔۔ آپ نے ایک اعلیٰ ذات کے فرد ہونے کے باوجود ہم اچھوتوں کے لئے۔۔۔۔۔ ہمارے حقوق کے لئے جو آواز اٹھائی ہے میرا خیال ہے کوئی بھی اسے جیون بھر نظرانداز نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ ہم میں سے کوئی اسے فراموش نہیں کر سکتا"۔

"یہ میرے دل کی آواز تھی ارجن۔۔۔۔۔ اس میں میں نے کسی پر احسان نہیں کیا"۔

"آپ نے اچھوتوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے مہاراج۔۔۔۔۔ اچھوت اس بات کو کبھی نہیں بھول سکیں گے" بھیل ارجن نے عقیدت مندی سے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ ارجن دریا پار تم کہاں رہتے ہو"۔

"ابھی تو کہیں نہیں سرکار۔۔۔۔۔ میرے آدمی قرب و جوار میں چھپے ہوئے ہیں اور میں گوپی ناتھ کے ہاں ہوں"۔

"کس کے ہاں؟" نندراج چونک پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گوپی ناتھ جی...... آپ کے سیوک، آپ کے داس...... وہ آپ کو بہت چاہتے ہیں مہاراج"۔

"اوہ نہیں...... وہ میرے بزرگ ہیں...... تو اب کیا تم انہی کے پاس چلو گے"۔

"ہاں مہاراج"۔

"پہلے بھی تم انہی کے ہاں تھے"۔

"جی مہاراج...... کچھ وقت میں نے ان کے ہاں گزارا تھا...... پھر آپ کی تلاش میں دریا پار آ گیا"۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے" نندراج کی آواز خوشی سے کانپنے لگی...... اسے بہت بڑی دولت مل رہی تھی، جبکہ تھوڑی دیر پہلے وہ مایوسی کی تصویر بنا پتھریلی زمین پر بیٹھا نجانے کیا کیا سوچ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ پتہ نہیں اب جیون بھر اس سے ملنا نصیب ہو یا نہیں...... لیکن اب تقدیر اس کے پاس لئے جا رہی تھی...... اتنی جلدی کیسی کایا پلٹ ہوئی تھی...... اس نے خوشی سے سوچا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے گھوڑے دریا میں اتر رہے تھے۔

دریا عبور کرنے کے بعد ارجن نے اپنے ساتھیوں کو بستی میں بکھر جانے کے لئے کہا اور خود نندراج کو ساتھ لے کر گوپی ناتھ کے مکان کی جانب چل پڑا...... تھوڑی دیر کے بعد وہ گوپی ناتھ کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔

اندر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی...... لیکن تھوڑی دیر کے بعد گوپی ناتھ نے دروازہ کھول دیا...... ان کے ہاتھ میں دیا جل رہا تھا...... انہوں نے دیا باہر کر کے آنے والوں کی شکلیں دیکھیں اور نندراج کو پہچان کر ان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مم...... مہاراج...... مہاراج...... راجکمار...... میرے راجکمار" وہ بے اختیار بولے اور دیا ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا...... نندراج گھوڑے سے نیچے اتر آیا تھا...... نیچے اتر کر وہ گوپی ناتھ کے گلے لگ گیا۔

"راجکمار...... میرے راجکمار" گوپی ناتھ نے بڑی ہی گرم جوشی سے اسے بھینچتے ہوئے کہا اور ان دونوں کے پیچھے بھیل ارجن کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"یہ کون ہے؟"۔

"بھول گئے اپنے ارجن کو گوپی ناتھ جی"۔

"ارے ارجن آؤ آؤ" گوپی ناتھ نے ارجن کا ہاتھ پکڑ لیا پھر بولے۔

"لاؤ تمہارے گھوڑے باندھ دوں...... مم...... مگر...... نندراج جی آپ کو آزادی کیسے مل گئی؟"۔

گوپی ناتھ نے بد حواسی کے انداز میں کہا اور نندراج مسکرانے لگا۔

"آپ پہلے ایک کام کریں مہاراج...... گھوڑے باندھ دیں...... اس کے بعد اندر آ کر بیٹھیں...... پھر باتیں کریں گے"۔

"ارے ہاں ہاں ابھی باندھ کر آتا ہوں...... چلو تم لوگ اندر چلو...... سنجوگتا کو اٹھا لینا بیٹا شاید سوئی ہوئی ہے" گوپی ناتھ نے کہا اور پھر بیٹا کہنے پر آہستہ سے زبان دبالی...... شدت جذبات سے وہ دیوانہ سا ہو گیا تھا...... تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ اندر داخل ہو گئے......

راجکمار نندراج کی آنکھیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں...... تب ہی اندر سے آواز آئی۔ آواز سنجوگتا کی تھی۔

نندراج بے اختیار ہو گیا...... پھر سنجوگتا اس کے پاس آ گئی...... بچھڑے ہوئے بہت عرصے کے بعد ملے تھے...... صبح ہونے سے پہلے ان دونوں کو آبادی سے باہر نکال دیا گیا...... ان سے کہا گیا کہ وہ اتنی دور چلے جائیں کہ کسی کے ہاتھ نہ آئیں۔

اور وہ چل پڑے...... لیکن نحوست بھری ہوائیں ان کا پیچھا کر رہی تھیں...... بہت دور نکل گئے تھے وہ اور جب انہوں نے پہلا بسیرا کیا تو وہ ایک ایسی جگہ تھے جہاں ان کے دشمن گھات لگائے ہوئے تھے...... سنجوگتا کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن نندراج نے اس کا گھاؤ اپنے سینے پر لے لیا اور وہ مر گیا...... سنجوگتا نے اس کی لاش اٹھائی اور ایک اندھے کنوئیں میں کود گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پھر......؟میں نے پوچھا۔

"وہاں سے اس کے نئے جیون کا آغاز ہوا...... وہ کنویں میں کود کر مری نہیں تھی...... کیونکہ وہاں ایک مہان گیانی کا استھان تھا۔

"گیانی نے سنجوگتا کو امر شکتی دی...... اور پھر سنجوگتا نے بہت سے یگ وہاں بتائے...... نندراج کی لاش گل سڑ کر ختم ہو گئی اور اسے جلادیا گیا......

اس کے بعد سنسار سے جانے والے دوسرے جنم میں آئے تو سنجوگتا نے بھی چولا بدل لیا...... درشنی بھان متی کے روپ میں سنساریاسنی بنی تو ہری راج کیدو راج...... سنجوگتا پوجا کے روپ میں اندھی عورت کے سامنے رہی اور نندراج تلک چند بنے...... اس جنم میں بھی سنجوگتا کو نندراج کا سنجوگ نہ ملا اور وہ اسے تلاش کرتی رہی...... یہاں تک کہ میں نے تمہیں پالیا۔

"مجھے......"۔

"ہاں تمہیں"۔

"مجھے کیوں"۔

"اس لئے کہ تم نندراج ہو"۔

"کیا...... میں ہنس پڑا"۔

"تم...... نند...... راج...... ہو...... وہ لہجے پر زور دے کر بولی۔

"تمہارا دماغ خراب ہے"۔

"بالکل نہیں...... میں نے پہلے تمہیں نہیں پہچانا تھا...... بعد میں پہچانا تھا...... تمہاری صورت نندراج سے ضرور ملتی ہے...... لیکن تمہارے سینے کا گھاؤ میں نے بعد میں دیکھا۔

"گھاؤ"۔

"جو تم نے میرے لئے کھایا تھا...... دیکھ لو"۔

"میں نے بے اختیار اپنے سینے کو دیکھا...... یہ زخم میرے سینے پر بچپن سے تھا اور ماں نے بتایا تھا کہ ایک بار میں جلتی لکڑی پر گر پڑا تھا۔

"بولو...... یقین آیا"۔

"اس زخم کی کہانی مجھے معلوم ہے سنجوگتا"۔

"کیا"۔

"ان باتوں کو چھوڑو...... میں تمہیں سب سے اہم بات بتاؤں...... وہ کتاب...... تمہاری کہانی...... بہت دلچسپ ہے...... تم مجھے پانے کے لئے صدیوں سے سرگرداں ہو...... لیکن تم غائب کہاں ہو جاتی تھیں۔

"میں تمہارے امر ہونے کے لئے جاپ کرنے جاتی تھی"۔

"انسان فانی ہے...... باقی رہنے والی ذات صرف ذات باری کی ہے...... سب سے اہم بات جو میں تمہیں بتانے جارہا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے میں مسلمان ہوں...... تمہارے ان قصے کہانیوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے...... تم دس جنم اور کوشش کرو...... کم از کم کسی مسلمان پر قبضہ نہیں جماسکتیں...... ہمارے کان میں اذان کہی جاتی ہے اور اس کے بعد ہماری عمر بھر کی "ویکسین" ہو جاتی ہے...... مذہبی ویکسین...... پھر ایسا کوئی خطرہ ہمیں نہیں رہتا۔

"اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... بہت سی آوازیں سنائی دیں...... اور میرے ساتھ وہ بھی چونک پڑی...... میں نے بھی حیرت سے دیکھا...... حماد علی بہت سے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے...... انہوں نے کہا۔

"شیطان نے ایک نافرمانی کی تھی...... سب کچھ کھودیا...... کون جانے کب کسی نافرمان کی ایک کاوش...... ایک عمل، ایک نقطہ قبول ہو جائے...... سن لے بدروح...... وہ سچ کہتا ہے...... اس کی "ویکسین" ہو چکی ہے...... اسے تیرا خطرہ نہیں ہے...... وہ صبح کا بھولا بھی نہیں ہے...... ناسمجھ ہے...... جال میں پھنس گیا۔

"اچانک سنجوگتا نے ایک چیخ ماری...... ایسی بھیانک چیخ تھی کہ دل لرز جائے...... جو کچھ میں نے دیکھا اس نے میرا دل لرزادیا...... سنجوگتا کا چہرہ سکڑتا جارہا تھا...... اور کچھ لمحوں کے اندر وہ ایک سوکھی ہوئی منحوس شکل والی بڑھیا نظر آنے لگی۔

حماد علی نے آگے بڑھ کر اس پر ایک پھونک ماری اور وہ اس طرح راکھ بن کر زمین پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گر گئی جیسے ایک خاکستر لکڑی...... "آؤ...... حماد علی بولے...... میں ان کے ساتھ چل پڑا...... زندگی سنوارنے کا موقع ملا تھا......اور میں اسے گنوانا نہیں چاہتا تھا"۔

پھر ایک طویل مجاہدہ کرنا پڑا تھا...... استاد محترم حماد علی کی رہنمائی نے وجود کی ساری غلط تہمتیں دھو دی تھیں......انہی کے حکم پر میں نے ایک یتیم مسلمان لڑکی فاخرہ سے شادی کرلی......اب میرے دو بچے ہیں...... میں ایک کمپنی میں نوکری کرتا ہوں...... اللہ کے فضل سے سکون سے زندگی گزر رہی ہے۔

آپ کا خادم

جلیس اکبر